خطبات
جلد اول
مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں
جسیم بکڈپو پرائیویٹ لمیٹڈ

مُحمّد سَلمان رَضا نوُرِی

(بُرَھانپوُری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب مؤلف مواعظ کے اسلامی سال کے

بارہ مہینوں ہر جمعہ کے وعظ اور

خطبات

پہلا حصہ

اس حصہ میں محرم الحرام، صفر المظفر، ربیع الاول شریف، ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الثانی ان چھ مہینوں کے وعظ وخطبات درج ہیں!

یہ مواعظ حسنہ

کتاب وسنت اور دیگر اسلامی کتب کے ایک طویل مطالعہ کا حاصل اور دین ودنیا کی برکتوں پر مشتمل ہیں، ان میں ہر بات مدلل وباحوالہ لکھی گئی ہے اور مذہب اہل سنت کی تائید اور مخالفین کی تردید بڑے احسن پیرایہ میں کی گئی ہے۔ ان مواعظ میں قرآن وحدیث کے ارشادات کے علاوہ نتیجہ خیز حکایات اور پرلطف ارشاد ولطائف بھی شامل ہیں!

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸- اردو بازار فون ۷۳۱۲۱۷۳ لاہور

مؤلف ————— سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب

کاتب ————— عارف گل حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ

پرنٹر ————— شفقت اللہ

مطبع ————— جنرل پرنٹرز ۱۰/۲۲ رتیگن روڈ لاہور

ناشر ————— فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

قیمت ————— روپے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لِأَبِيْ ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا أَبَا ذَرٍّ

جَدِّدِ السَّفِيْنَةَ فَإِنَّ الْبَحْرَ عَمِيْقٌ۔

وَخُذِ الزَّادَ كَامِلًا فَإِنَّ السَّفَرَ بَعِيْدٌ۔

وَخَفِّفِ الْحِمْلَ فَإِنَّ الْعَقَبَةَ كَؤُوْدٌ۔

وَأَخْلِصِ الْعَمَلَ فَإِنَّ النَّاقِدَ بَصِيْرٌ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ۔ کہ اے ابوذر!

کشتی نئی بنا ۔ اس واسطے کہ دریا گہرا ہے۔

اور توشہ پورا لے ۔ اس واسطے کہ سفر دور کا ہے۔

اور بوجھ ہلکا کر ۔ اس واسطے کہ گھاٹی بہت سخت ہے۔

اور عمل خالص کر ۔ اس واسطے کہ پرکھنے والا دانا ہے۔

(منبہات ابن حجر ص ۲۵)

قال الشاعر

کہا شاعر نے

فُرِضَ عَلَى النَّاسِ اَنْ یَتُوْبُوْا

لوگوں پر توبہ کرنی فرض ہے

لٰکِنَّ تَرْكَ الذُّنُوْبِ اَوْجَبْ

لیکن گناہوں کا چھوڑنا بہت ضروری ہے

وَالصَّبْرُ فِی النَّائِبَاتِ صَعْبٌ

اور مصیبتوں میں صبر کرنا سخت ہے

لٰکِنَّ فَوْتَ الثَّوَابِ اَصْعَبْ

لیکن ثواب کا فوت کرنا بہت ہی سخت ہے

وَالدَّهْرُ فِیْ صَرْفِهٖ عَجِیْبٌ

اور زمانہ کی گردش عجیب ہے

لٰکِنَّ غَفْلَةَ النَّاسِ اَعْجَبْ

لیکن آدمیوں کی غفلت بہت زیادہ عجیب ہے

وَكُلُّ مَا قَدْ یَجِیْءُ قَرِیْبٌ

اور ہر چیز جو آ رہی ہے نزدیک ہے

وَلٰکِنَّ الْمَوْتَ مِنْ ذَاكَ اَقْرَبْ

لیکن موت ان سب سے زیادہ نزدیک ہے،

(منبہات ابن حجر صـ ۲۵)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
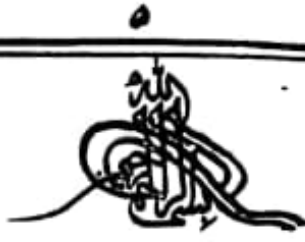
پہلی نظر

کروڑوں بار حمد اس ربِ رحیم کی۔ جس کے فضل وکرم سے۔ اور کروڑوں سلام اس رسولِ کریم پر۔ جس کی نظرِ رحمت سے مجھ عاجز و ناتواں کو خدمتِ دین کی توفیق ملی۔ اور میں نے آج تک اپنی بساط کے مطابق متعدد تبلیغی کتابیں لکھ ڈالیں۔

ماہِ طیبہؔ کی اشاعت ہی بجائے خود ایک ایسا ٹھوس اور مستقل تبلیغی سلسلہ ہے۔ جس سے مسلمانوں کو کافی فائدہ پہنچا۔ اور پہنچ رہا ہے۔ جب سے ماہِ طیبہؔ کا اجراء ہوا ہے۔ مجھے تحریر سے ایک خاص انس پیدا ہوگیا ہے۔ اور تقریر سے زیادہ اب مجھے تحریر کا زیادہ شوق ہے۔ بقولِ شاعر ؏

ہاتھ میں آیا قلم اور شوق کا دفتر کھلا

کتاب "واعظ" کے تینوں حصے اور سچی حکایات کے چاروں حصے میرے اسی شوق کا مفید نتیجہ ہیں۔ خدا کے فضل وکرم اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں میری ان کتابوں کو قبولیتِ تامہ حاصل ہوئی۔ اور عوام و خواص

چھوٹے بڑے، اپنے بیگانے سب ان کتابوں کو شوق سے پڑھتے اور ان سے استفادہ کرتے ہیں۔

واعظ کے تینوں حصے پڑھنے والوں کا اصرار تھا، کہ میں "واعظ" کا چوتھا حصہ بھی لکھوں۔ واعظ کے ان تینوں حصوں میں مختلف عنوانات کے صرف وعظ ہی درج ہیں۔ جو بجائے خود بڑے مفید ہیں۔ لیکن خطیب حضرات کو جمعوں اور عیدین میں وعظ کے ساتھ ساتھ خطبات کی بھی ضرورت رہتی ہے۔ اس لیے میں نے چوتھا حصہ لکھنے کا ارادہ کیا تو خیال آیا۔ کہ اس دفعہ تالیف اس ترتیب سے ہونی چاہیئے۔ کہ اسلامی سال کے بارہ مہینوں کے ہر جمعہ کا ایک وعظ لکھوں۔ اور ساتھ ہی اس جمعہ کا خطبہ بھی لکھوں۔ تاکہ عوام کو ان مواعظ سے فائدہ حاصل ہو۔ اور خطیب حضرات کو وعظ کے ساتھ ساتھ خطبہ پڑھنے کی بھی آسانی میسر ہو۔ چنانچہ یہ کتاب اسی ترتیب سے لکھی گئی ہے۔ میں نے اس میں محرم شریف سے لے کر ذوالحجہ شریف تک کے بارہ مہینوں کے ہر جمعہ کے وعظ اور خطبات لکھ دیئے ہیں۔ ہر مہینے کے چار جمعوں کے حساب سے سال بھر کے ۴۸ وعظ ہوتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ دو وعظ عیدین کے بھی ہیں گویا اس کتاب کے کل وعظ ۵۰ ہیں۔ چونکہ یہ سلسلہ کافی طویل ہے، اس لیے اِسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا پہلا حصہ ہے۔ اس حصّہ میں محرم الحرام۔ صفر المظفر۔ ربیع الاوّل شریف۔ ربیع الثانی۔ جمادی الاوّل اور جمادی الثانی، ان چھ مہینوں کے ۲۴ وعظ درج ہیں۔ اور پھر آخر میں خطبہ نکاح ہے۔ چونکہ دونوں عیدیں اگلے چھ مہینوں میں آتی ہیں۔ اس لیے دونوں عیدوں کے وعظ دوسرے حصہ میں ہیں۔ گویا دوسرے حصہ میں کل ۲۶ وعظ ہیں۔

اس سلسلہ میں ہر جمعہ کے وعظ کے بعد اس جمعہ کا پہلا خطبہ بھی درج ہے۔ ہر جمعہ کا یہ پہلا خطبہ مختلف ہے۔ لیکن دوسرا خطبہ ہر جمعہ کے لیے ایک

ہی ہے۔ چونکہ دوسرا خطبہ ہر جمعہ کے لیے ایک ہی ہے۔ اس لیے اسے ایک ہی مرتبہ صفحہ ۲۳ پر درج کیا گیا ہے۔ خطیب حضرات پہلا خطبہ پڑھنے کے بعد اس دوسرے خطبہ کے لیے اس کتاب کا صفحہ ۲۲ نکال لیا کریں۔

کتاب "واعظ" کی طرح اس کتاب کو بھی میں نے بڑی محنت سے لکھا ہے۔ اور اس کی بھی ہر بات مدلل و باحوالہ ہے۔ زبان بھی اس کی سادہ اور عام فہم ہے اور طرزِ تحریر دلچسپ، اور رنگِ بیان دل کش ہے ؎

نامہ لکھتے وقت کیا جانے قلم کیونکر چلا
اضطرابِ دل نظر آنے لگا تحریر میں

ابو النور محمد بشیر

اِنتباہ

کوئی شخص حضرت سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب کی یہ تالیف خطبات اور اس کے علاوہ ان کی کوئی دوسری کتاب بھی نہ چھاپے۔ ورنہ اس کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے گی۔

فہرست

چوتھے جمعہ کا وعظ

موت

ربیع الاول شریف کا چاند

پہلے جمعہ کا وعظ

سب کا رسول ﷺ

دوسرے جمعہ کا وعظ

ہمارا نبی

تیسرے جمعہ کا وعظ

کُن کی کنجی

چوتھے جمعہ کا وعظ

وصال شریف

ربیع الثانی کا چاند

پہلے جمعہ کا وعظ
استمداد

دوسرے جمعہ کا خطبہ
غرور وتکبر

تیسرے جمعہ کا وعظ
اللہ والے

چوتھے جمعہ کا وعظ

حقیقتِ دنیا

جمادی الاول کا چاند

پہلے جمعہ کا وعظ

خوفِ خدا

دوسرے جمعہ کا خطبہ

آخرت کی کھیتی

تیسرے جمعہ کا وعظ

ذخیرۂ آخرت

چوتھے جمعہ کا وعظ

ہوائے نفس

جمادی الثانی کا چاند

پہلے جمعہ کا وعظ

اللہ

خالقِ کائنات کا خطبہ

اپنے خطبات میں برکت پیدا کرنے کے لیے پہلے ہم خدا تعالیٰ کا ایک خطبہ درج کرتے ہیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ
وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ
فٰعِلُوْنَ ۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ
اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ
فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
رٰعُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ
الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ (پ۱۸ ع۱)

(ترجمہ) بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے۔ جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔ اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیبیوں اور شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں۔ کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔ تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے، وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض

اہم خطبے

اپنے خطبات میں برکت پیدا کرنے کے لیے ہم حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بھی چند اہم خطبے پیش کرتے ہیں۔

خطبہ کس طرح دیتے

زاد المعاد میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر کھڑے ہو کر بھی خطبہ دیا ہے۔ منبر پر سے بھی۔ اور اونٹ کی بیٹھ پر بھی۔ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ کہ آپ جب خطبہ دیتے۔ تو آنکھیں مبارک سرخ ہو جاتیں۔ آواز مبارک بلند ہو جاتی۔ ایسا معلوم ہوتا۔ گویا کسی فوج کو للکار رہے ہیں۔ ہر خطبہ حمد و ثنا سے شروع فرماتے۔ ہر خطبہ میں شہادت، دونوں کلموں کا اعادہ اور اپنے خاص نام (محمد) کا ذکر ضرور فرماتے۔ خطبہ دیتے وقت کبھی عصا پر ٹیک دیتے۔ اور کبھی کمان پر۔

تبوک کا مہتم بالشان خطبہ

مقام تبوک میں آپ نے حسب ذیل مہتم بالشان خطبہ ارشاد فرمایا۔

اَمَّا بَعْدُ

سب سے زیادہ سچی بات کتاب اللہ ہے۔ سب سے بڑا سہارا التقویٰ ہے۔ سب سے عمدہ داستان قرآن ہے۔ سب سے اچھی بات ذکرِ الٰہی ہے۔ سب سے اچھی ملّتِ ابراہیمی ہے۔ سب سے اچھا کام عزیمت کے کام ہیں۔ سب سے بہتر راستہ انبیاء کا راستہ ہے۔ سب سے معزز موت شہادت کی موت ہے بدترین کور بصری ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔ سب سے اچھا کام وہ ہے۔ جو نفع پہنچائے۔ سب سے اچھی راہ وہ ہے۔ جس کی پیروی کی جائے۔ بدترین تاریکی دل کی تاریکی ہے۔ دینے والا ہاتھ

لینے والے سے بہتر ہے۔ جو چیز کم مگر ضرورت بھر ہے۔ اس چیز سے بہتر ہے۔ جو زیادہ ہو۔ مگر غفلت میں ڈالے۔ بدترین توبہ موت کے وقت کی توبہ ہے۔ بدترین ندامت قیامت کے دن کی ندامت ہے۔ بہت لوگ ہیں۔ جو بیٹھ بھیر کر جمعہ کا استقبال کرتے ہیں بہت لوگ ہیں۔ جو خدا کو بھی نہیں یاد کرتے سب سے بڑی خطا جھوٹی زبان ہے۔ سب سے بڑی دولت دل کی دولت ہے۔ سب سے بہتر توشہ تقویٰ ہے۔ سب سے بڑی دانائی خشیت الٰہی ہے۔ دل میں راسخ ہونے والی سب سے اچھی چیز یقین ہے۔ شک کفر کی ایک شاخ ہے۔ میت پر نوحہ جاہلیت کی خصلت ہے۔ مسلمانوں کے مال میں خیانت جہنم کی گرمی ہے۔ شراب گناہ کا سرچشمہ ہے۔ بدترین ذریعہ معاش یتیم کا مال کھانا ہے۔ خوش نصیب وہ ہے۔ جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ عمل کا مدار اس کے خاتمہ پر ہے۔ بدترین خواب جھوٹا خواب ہے۔ مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے۔ مسلمان کا قتل کرنا کفر ہے۔ غیبت کر کے مسلمان کا گوشت کھانا معصیت ہے۔ مسلمان کے مال کی حرمت اس کی جان کی حرمت کے برابر ہے۔ جو معاف کرتا ہے۔ خدا اسے معاف کرے گا۔ جو غصہ پیتا ہے۔ خدا اسے اجر پائے گا۔ جو نافرمانی کرتا ہے۔ خدا اسے عذاب میں ڈالے گا۔

اس کے بعد تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللہ فرمایا۔ اور خطبہ ختم کر دیا۔

سورج گرہن پر خطبہ جس دن حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ اسی دن سورج کو گہن لگا۔ بعض لوگوں نے کہا۔ یہ حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے ہے۔ لیکن آپ نے خطبہ دیا۔ کہ :۔

سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں سے دو نشانیاں ہیں۔ سورج اور چاند کو گہن نہ کسی کی موت کی وجہ سے لگتا ہے۔ نہ زندگی کی وجہ سے۔ جب تم گہن کو دیکھو۔ تو اللہ سے دعا کرو۔ تکبیر کہو۔ نماز پڑھو۔ صدقہ دو۔ اے امت محمدؐ! بخدا اللہ سے زیادہ کسی کو اس بات پر غیرت نہیں آتی۔ کہ اس کا بندہ یا اس کی کوئی بندی زنا کرے۔ واللہ اگر تمہیں سب معلوم ہوتا۔ جو مجھے معلوم ہے۔ تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ (بخاری وغیرہ)

ایک خطبہ عظیمہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک دن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ذیل خطبہ دیا۔

دنیا ہری بھری میٹھی۔ خدا اس میں تمہیں اپنا خلیفہ بنانے والا ہے۔ پھر دیکھے گا۔ کہ تم کیا کرتے ہو۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔ عورتوں سے خبردار رہو۔ خبردار۔ تم میں سے کسی کو لوگوں کا خوف حق بات کہنے سے نہ روکنے پائے۔ قیامت کے دن ہر غدار کے لیے۔ ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ آدمی کئی قسم کے پیدا کئے گئے ہیں۔ ایسے بھی ہیں۔ جو مومن پیدا ہوتے ہیں۔ مومن ہو کر جیتے ہیں۔ اور مومن ہی مرتے ہیں ـــ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو کافر پیدا ہوئے۔ کافر ہو کر جیتے ہیں۔ مگر مومن مرتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جنہیں جلد غصہ آتا ہے۔ اور دیر میں دور ہوتا ہے۔ سب سے اچھے وہ ہیں۔ جو دیر میں غصہ ہوتے ہیں۔ اور جلدی راضی ہو جاتے ہیں۔ اور سب سے بُرے وہ ہیں۔ جو جلد غصہ میں آتے ہیں۔ اور دیر میں راضی ہوتے ہیں۔ سنو! غصہ آدمی کے دل کی چنگاری ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ اور رگیں پھول جاتی ہیں۔ آدمی کو چاہیے۔ کہ جب غصہ آنے لگے تو زمین پر تھوک دے۔

(ترمذی شریف)

مُختصر خطبہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ تو لوگ زیارت کو ٹوٹ پڑے اور شور مچ گیا۔ کہ رسول اللہ آ گئے ہیں۔ میں بھی دیکھنے گیا۔ صورت مبارک دیکھتے ہی دل پکار اٹھا۔ کہ یہ چہرہ جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر سا خطبہ دیا۔ اور فرمایا ـــــ اے لوگو! آپس میں سلام کہنے کو رواج دو بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ جنت میں اطمینان سے داخل ہو جاؤ گے۔

(مسلم شریف)

فَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ قَدْرَ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ

محرم ، صفر ، ربیع الاول ، ربیع الثانی ، جمادی الاول جمادی الثانی
کے
جمعوں میں پڑھنے کے لیے

دوسرا خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ عَلٰى اَنَّ رَبَّنَا بِاَحْسَنِ الْاَحْوَالِ ۔ وَاَنْعَمَ عَلَيْنَا بِنِعَمٍ لَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰى عَلَى الْاِتِّصَالِ وَخَلَقَ لَنَا مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّدَوَّرَ لَنَا الْكَوَاكِبَ كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ كَالسَّابِحِ فِى الْمَآءِ السَّيَّالِ ۔ اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا ضِدَّ لَهٗ وَلَا مِثَالَ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ سَيِّدُ النِّسَآءِ وَالرِّجَالِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ مَا دَامَتِ الْاَيَّامُ وَاللَّيَالُ ۔ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ اِجْتَهِدُوْا فِى الْاَعْمَالِ الْمُصْلِحَةِ وَنَقُّوْا قُلُوْبَكُمْ وَاَبْدَانَكُمْ مِنَ الْاَفْعَالِ الْمُهْلِكَةِ ۔ فَطُوْبٰى لِمَنْ تَابَ مِمَّا مَضٰى فِى السِّنِيْنَ الْمَاضِيَةِ وَاسْتَعَدَّ لِتَحْصِيْلِ الْقُرْبٰى فِى السِّنِيْنَ الْاٰتِيَةِ ۔ عَلَيْكُمْ بِكَثْرَةِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ ۔ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنَامِ فَاِنَّ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ عَشْرًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَحَطَّ عَنْهُ

مِنَ الْخَطِيْئَاتِ عَشْرًا وَّرَفَعَ لَهٗ مِنَ الدَّرَجَاتِ عَشْرًا وَّكَتَبَ لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَشْرًا وَّاَحَلَّهٗ دَارَ السَّلَامِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْخُلُقِ الْعَظِيْمِ۔ وَ الْاِحْسَانِ الْعَلِيْمِ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ وَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ۔ لَاسِيَّمَا عَلَى الْمُتَوَّجِ بِتَاجِ الْعِزِّ وَالْكَرَامَةِ۔ الْفَائِزِ بِاَوَّلِيَّةِ الْخِلَافَةِ وَالْاِمَامَةِ۔ رَفِيْقِ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ فِى الْغَارِ۔ الْمُشَرَّفِ بِخِدْمَتِهٖ وَصُحْبَتِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاَطْرَافِ النَّهَارِ۔ قُدْوَةِ اَرْبَابِ التَّحْقِيْقِ۔ سَيِّدِنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِىْ قُحَافَةَ اَبِىْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ۔ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلٰى صَاحِبِ الْعِزِّ وَالْاِحْتِسَابِ۔ مُزَيِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَابِ سَيِّدِنَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلٰى كَامِلِ الْحَيَاءِ وَالْعِرْفَانِ۔ جَامِعِ اٰيَاتِ الْقُرْاٰنِ۔ سَيِّدِنَا عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلٰى اَسَدِ اللّٰهِ الْغَالِبِ ذِى الْمَعَالِىْ وَالْمَنَاقِبِ سَيِّدِنَا عَلِىِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلَى السِّبْطَيْنِ النَّيِّرَيْنِ۔ اَلْكَوْكَبَيْنِ الْاَزْهَرَيْنِ۔ سَيِّدِنَا الْحَسَنِ وَسَيِّدِنَا الْحُسَيْنِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعَلَى الْعَمَّيْنِ الْمُكَرَّمَيْنِ بَيْنَ النَّاسِ سَيِّدِنَا حَمْزَةَ وَسَيِّدِنَا الْعَبَّاسِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعَلٰى بِضْعَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَيِّدَتِنَا فَاطِمَةَ

الزَّهْرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَعَلٰى سَائِرِ بَنَاتِهِ الطَّاهِرَاتِ وَاَزْوَاجِهِ
الْمُطَهَّرَاتِ . وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ
انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاخْذُلْ
مَنْ خَذَلَ دِيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا
مِمَّنْ لَزِمَ مِلَّتَهٗ وَاتَّبَعَ سُنَّتَهٗ وَاَطَاعَ شَرِيْعَتَهٗ ۔ وَارْزُقْنَا
شَفَاعَتَهٗ . اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِمَشَايِخِنَا وَلِاَحْبَابِنَا
وَلِاَصْحَابِنَا وَلِمَنْ لَهٗ حَقٌّ عَلَيْنَا وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ
وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَا بَدِيْعَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوَاتِ وَرَفِيْعَ
الدَّرَجَاتِ . وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ
الرَّجِيْمِ . اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى
وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۔ اُذْكُرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ ۔ يَذْكُرْكُمْ
وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى وَاَعَزُّ
وَاَجَلُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَقْوٰى وَاَكْبَرُ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب مولف کتاب واعظ کے اسلامی سال کے

بارہ مہینوں کے ہر جمعہ کے وعظ و

خطبات

محرم شریف کے پہلے جمعہ کا وعظ

شہادت

واعظ کے دوسرے حصہ میں جو شہادت کا وعظ درج ہے

یہ وعظ اس سے مختلف ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ عَالِمًا قَدِیْرًا حَیًّا قَیُّوْمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا ؕ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاُكَبِّرُهٗ تَكْبِیْرًا ؕ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ اِلَی النَّاسِ كَآفَّةً بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ؕ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا ؕ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ۔ (پ۱۱ ع۳)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں۔ اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے، اللہ کے راہ میں لڑیں۔ تو ماریں اور مریں

حضرات! یہ محرم شریف کا مہینہ ہے، اور یہ ہمارے اسلامی سنہ کا پہلا مہینہ ہے۔ اس مہینہ کو بڑا شرف حاصل ہے۔ اس مبارک مہینے کی دسویں تاریخ کو حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی تاریخ کو نوح علیہ السلام کی کشتی کنارے لگی۔ اسی تاریخ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ سرد ہوئی۔ اسی تاریخ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی۔ اسی تاریخ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور اسی تاریخ کو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں شہادت پائی۔

اسلامی سنہ میرے بھائیو! ہمارا اسلامی سال ماہِ محرم شریف سے شروع ہوتا ہے۔ اور ذوالحجہ شریف پر ختم ہوتا ہے۔ پہلے یہ عرض کروں۔ کہ اسلامی سنہ محرم سے کیوں شروع ہوتا ہے۔ اور یہ بھی بتاؤں کہ قومی سنہ کی اہمیت و ضرورت کیا ہے؟

حضرات! اسلامی سنہ کے پہلے مہینے محرم شریف میں اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پاک کی یاد ہے۔ تو اسلامی سنہ کے آخری مہینے ذوالحجہ شریف میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگار ہے۔ اسی طرح اسلام نے اپنے فرزندوں میں قربانی و شہادت کی اسپرٹ پیدا کرنے کا ایک ایسا زبردست اہتمام فرما دیا ہے جسے مسلمان کسی حالت میں نہیں بھلا سکتے

ہجرت میرے بھائیو! ہمارے اسلامی سال کی بنیاد واقعہ ہجرت پر رکھی گئی ہے۔ محرم شریف کا چاند طلوع ہوتا ہے۔ تو وہ عظیم الشان واقعہ ہجرت کی یاد تازہ کرتا ہے۔ بھائیو! اس ہجرت ہی سے جملہ کامرانیوں اور فتح مندیوں کے دروازے کھلے تھے۔ اور عزم و حوصلہ و ثبات و استقلال کے شاندار نتائج حاصل ہوئے تھے۔ اسی لیے اقبالؒ نے لکھا ہے کہ ؎

ہجرت آئینِ حیاتِ مسلم است
این ز اسبابِ ثباتِ مسلم است

ہمارا سنہ اسی عظیم الشان واقعہ کی یاد دلاتا ہے۔ یہ ہمارا سنہ دنیا بھر کے سنین سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہمارا یہ سنہ گویا ہماری زندگی کی بنیادی اینٹ ہے۔ خوب یاد رکھئے۔ قومی زندگی کے لیے ایک اہم چیز علیحدہ سنہ اور علیحدہ تاریخ بھی ہے۔ جو قومیں اپنا سنہ نہیں رکھتیں۔ وہ گویا اپنی بنیادی اینٹ نہیں رکھتیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرات! آج دنیائے اسلام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ممنونِ احسان ہے۔ اس ہمارے اسلامی

سنہ کا مقرر حضرت فاروقؓ ہی کے عہد میں ہوا۔ آپ کے عہدِ زریں میں جب ایران و روم وغیرہ ممالک مفتوح ہوئے۔ اور ان ملکوں میں اسلامی علم لہرانے لگا۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان ممالک کے دفاتر کے لیے ایران و روم کی زبانیں تو منظور فرمالیں۔ مگر اس وقت کی متمدن اقوام کے جو سنین رائج تھے۔ ان میں سے کوئی سنہ منظور نہ فرمایا بلکہ سنہ اپنا اسلامی ہجری رکھا۔

سبحان اللہ! کیا حکمت و سیاست تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی۔ کہ اپنے سنہ کو ترک اس لیے نہ فرمایا۔ کہ اگر اس بنیادی اینٹ کو کھو دیا گیا۔ تو مسلمانوں کی دماغی تربیت اور نشوو ارتقا غیروں کی بنیاد پر ہوگی۔ اور خودداری کی روح کچلی جائے گی۔

حضرات! آج جو مسلمانوں کے حالات ہم یکسر بدلے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی تو ہے۔ کہ اپنی امتیازی اور قیمتی چیزوں کو ہم نے غیروں کے قواعد و ضوابط پر قربان کر دیا۔ اور اپنی ممتاز تہذیب کو گنوا کر اغیار کی تہذیب کو اپنا لیا۔

چاندی بھائیو! چاندی دیکھئے کس قدر سفید ہوتی ہے۔ مگر اسے ہاتھ لگائیے تو ہاتھ کالا۔ کپڑوں پر ملئے تو کپڑے کالے ہو جاتے ہیں۔ کچھ اسی طرح کی یہ یورپین سفید تہذیب بھی ہے۔ کہ اسے اپنائیے تو منہ نہ سہی، دل تو کالا ہو ہی جاتا ہے۔

ہاں تو آج دیکھئے کہ کتنے مسلمان ہیں۔ جنہیں اپنا اسلامی سنہ یاد ہو یا اپنا اسلامی مہینہ یاد ہو۔ نہیں یہ جنوری، فروری، ہی زبان زدِ عوام ہیں۔ اور ہر اپ ٹو ڈیٹ کی یہی خواہش ہے۔ کہ میرا اٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا پھرنا اور جاگنا سونا سب انگریزی طرز کا ہو۔ حتیٰ کہ مرنا بھی انگریزی طرز کا ہو۔ اور یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے، کہ مسلمان ہو کر اپنی بنیادی چیزوں سے غفلت اختیار کر کے دوسروں پر مر مٹنا۔ اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب لکھا ہے کہ ؎

مسوں نے کہہ دیا جا تجھ کو انگریزی نہیں آتی

توں نے کہہ دیا چل ہٹ۔ تجھے بندی نہیں آتی
مگر اکبر کہ اب تک مر رہا ہے ان حسینوں پر
قیامت ہے کہ بے غیرت کو شرم اب بھی نہیں آتی

مسلمانو! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے سبق حاصل کرو۔ اور ان کے نقشِ قدم پر چلو۔ اور اپنی بنیاد۔ خود داری اور اپنی تہذیب اغیار پر قربان مت کرو، دوسروں کے پیچھے نہ لگو۔ دوسروں کو پیچھے لگاؤ۔ ؎

اے تماشہ گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشہ ہے روی

ایک غلط خیال آج کل بعض شاعروں نے بھی قوم کو بگاڑ دیا ہے، ایک شاعر کا یہ مصرعہ لوگ یاد کئے پھرتے ہیں۔ کہ ع

"چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی"

یعنی زمانہ کا رخ جدھر ہو۔ اسی طرف چلنا چاہیئے۔ اس مصرعہ کی بنا پر پھر یہ لوگ علماء کو کوسنے لگتے ہیں۔ کہ یہ مولوی تو زمانہ کے ساتھ ساتھ چلنے سے روکتے ہیں۔ بھائیو! اگر شاعر کا یہ مصرعہ ہی مشعلِ راہ ہے۔ تو پھر اسی شاعر کے اس مصرعہ کا کیا کرو گے۔ جس میں اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد جو عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا تھا۔ اس انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ع

"ادھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا"

گویا کمال یہ نہیں۔ کہ جدھر کی ہوا ہو۔ ناؤ کو اسی طرف چھوڑ دیا جائے کمال تو یہ ہے کہ مخالف ہواؤں کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ناؤ کو بھنور اور خطرے سے نکال کر منزل مقصود کی طرف رخ موڑ دیا جائے اور یہی کام حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا۔ اور صورت یہ ہوئی کہ ؎

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

کیا تماشہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا تو یہ کمال بیان کیا جائے۔ اور امت کو یہ درس دیا جائے۔ کہ

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

یعنی بڑے کو وقت کی ہوا کے رحم وکرم پر چھوڑ دو۔ جہاں سے جائے لے جانے دو۔ بلکہ تم خود بھی اسی طرف کے لیے چپو مارنے لگو۔ واہ کیا کہنے اس دانائی کے اور کیا اچھا فلسفہ ہے۔ خدا نہ کرے۔ یہی فلسفہ اگر ڈاکٹر بھی اپنا لیں۔ تو ہیضہ کی وبا کے دنوں ان کا یہ پرچار ہوگا۔ کہ ہوا کا رخ چونکہ ہیضہ کی طرف ہے۔ اس لیے لوگو! گلے سڑے امرود کھانے شروع کر دو۔ لیڑوں والا جو پھل نظر آئے۔ رگڑ ڈالو۔ جلاب اور گولیاں کھانی شروع کر دو۔ اس لیے کہ

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

کیوں صاحب! کیا خیال ہے۔ ایسا ہی کرنا مناسب ہوگا۔ اور دبا ہیضہ کے ساتھ ساتھ چلا جائے گا۔ یا اس کے مخالف کوشش کی جائے گی۔ اور قاطع ہیضہ چیزوں کا استعمال کیا جائے گا؟

تو بھائیو! جو ہوا یا دریا ہمیں منزل مقصود سے دور کر دینے والی ہو۔ ہمیں اس کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے۔ بلکہ اس کے خلاف کوشش کر کے اپنا رخ اپنی منزل کی طرف موڑنا چاہیئے۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔ کہ ہمارا اسلامی سنہ محرم شریف سے شروع ہوتا ہے۔ اور محرم شریف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی یاد ساتھ لے کر آتا ہے۔

جذبہ شہادت

حضرات! خصوصیات اسلام میں سے ایک اس کی خصوصیت یہ بھی ہے۔ کہ اس نے اپنے فرزندوں کے دلوں میں اللہ کی راہ میں کٹ مرنے کا جذبہ پیدا کیا۔ چنانچہ قرآن پاک کی جو آیت کریمہ میں نے پڑھی ہے۔ اس میں اللہ تعالٰے نے یہی فرمایا ہے۔ کہ مسلمانو! تمہاری جانیں

اور مال میں نے جنت کے بدلے خرید لیے۔ یعنی اپنی جانیں اور مال تم میری راہ میں قربان کر ڈالو۔ اور جنت مجھ سے لے لو۔

سبحان اللہ! کیا شان کریم ہے۔ اور کیا ہی کریمانہ سودا ہے۔ کہ جان و مال پہلے ہی اس کے ہیں مگر وہ ہم میں جذبۂ شہادت اور ولولہ جہاد پیدا کرنے کے لیے اپنی ہی چیز خرید کر ہمیں جنت عطا فرما رہا ہے۔ میرے بھائیو! تاریخ گواہ ہے۔ کہ جو جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت مسلمانوں میں پیدا ہوا۔ وہ کسی دوسری قوم میں نظر نہ آیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے مرد تو درکنار۔ مسلمان عورتیں بچے، اور بوڑھے سب کے دلوں میں یہی جذبہ موجیں مارا کرتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جنگ بدر میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کو واصل جہنم کرنے والے انصارِ مدینہ کے نو اور گیارہ سال کے دو لڑکے تھے اور اسی طرح میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھانجوں۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جگر گوشوں یعنی عون و محمد نے اپنی چھوٹی سی عمروں میں جو شان شجاعت دکھائی۔ اسے تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔

یہی وہ جذبۂ شہادت تھا جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو میدان کربلا میں لایا۔ یزید پلید نے احکام شریعت کو پسِ پشت ڈال رکھا تھا۔ نواسہ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ۔ نے حفاظت شریعت کی خاطر اپنی اور اپنے عزیز و اقارب اور احباب کی جانیں اللہ کی راہ میں نچھاور کر دیں۔ یہ جذبۂ پاک جس کے پاک گھرانے کا عطیہ تھا۔ اس نے خود شہادت کا عملی نمونہ کربلا میں دکھا دیا۔ جس سے شہادت کی اصلی شان نظر آگئی۔ اور دنیا کو پتہ چل گیا۔ کہ شہید کسے کہتے ہیں ؎

یہ حسین تیرا ہی کام تھا کہ سب اپنے لعل کیے فدا!
تجھے ان ستاروں نے ڈوب کر شب غم کا چاند بنا دیا

واقعہ شہادت | بھائیو! حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ نے یزید کے فسق و فجور

کے پیشِ نظر اس کی بیعت سے انکار فرما دیا تھا۔ یزید اس بات سے حضرت امام کا دشمن بن گیا۔ اور کوشش کرنے لگا کہ امام پاک اس کی بیعت کرلیں۔ ورنہ انہیں شہید کر دیا جائے مگر حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کا گویا یہ اعلان تھا کہ ؎

ماسوی اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست

یزید نے ڈرایا دھمکایا۔ مگر حضرت امام کا ؎

مدعا یہ تھا دکھا دیں کہ خلافت کیا ہے؟
شانِ تبلیغ ہے کیا فرضِ قیادت کیا ہے؟
حریت کیا ہے؟ وفا کیا ہے اخوت کیا ہے؟
آزمائش ہے اصولوں کی شہادت کیا ہے؟
کبھی یہ شان نہیں ہوتی ہے سرداروں کی
دامنِ دین چھٹے، خوف سے تلواروں کی

اہل کوفہ نے اس موقعہ پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے متعدد خطوط بھیج کر کوفہ پہنچنے کی درخواست کی تو۔ حضرت امام نے ان کی دعوت پر لبیک فرماتے ہوئے کوفہ پہنچنے کا ارادہ فرما لیا۔ اکثر صحابہ اکرام نے روکا اور انجام و عواقب پر نظر دوڑاتے ہوئے بعض صحابہ تو رونے بھی لگے، اور رو رو کر عرض کرنے لگے۔ کہ آپ وہاں تشریف نہ لے جائیں۔ مگر حضرت امام پاک عزمِ راسخ فرما چکے تھے۔ اس سے ٹکرانے کا عزم بالجزم کر چکے تھے۔ آپ نے اپنے اس سفر کی ابتدا اس طرح فرمائی۔ کہ پہلے آپ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم کو کوفہ میں بھیجا۔ تاکہ وہ اہل کوفہ کی وفاداری ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کوفہ میں | اور وہاں کے لوگوں کی مفصل کیفیت لکھ بھیجیں۔ حضرت امام مسلم کوفہ کو روانہ ہوتے ہوئے اپنے دو چھوٹے

بچے بھی ساتھ لیتے گئے۔ حضرت مسلم جب کوفہ پہنچے۔ تو بارہ ہزار سے زیادہ آدمیوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور بظاہر سب نے آپ سے محبت کا اظہار کیا۔ حضرت مسلم نے یہ ساری روئیداد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی۔

امام مسلم کی شہادت

مگر جب یہ خبر یزید کو پہنچی۔ تو اس نے حاکم بصرہ عبد اللہ ابن زیاد کو حاکم کوفہ مقرر کر کے وہاں بھیج دیا ـــ یہ سنگ دل حاکم بڑا ظالم تھا۔ اس نے آتے ہی اہل کوفہ کو کچھ اس طرح ڈرایا دھمکایا۔ اور بہکایا۔ کہ سارے کوفی حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ گئے اور محبت کا دم بھرنے والے وقت پر جواب دے گئے۔ اور آخر کار اس ظالم نے ایک لشکر بھیج دیا۔ جس کے ذمہ یہ کام تھا۔ کہ مسلم کو گرفتار کر لیا جائے یا شہید کر دیا جائے۔ حضرت امام مسلم کو اس صورتِ حال کا پتہ چلا۔ تو مسلح ہو کر اس گروہ ابن زیاد بدنہاد سے مقابلہ فرمانے لگے۔ آپ نے پہلے ہی حملہ میں اکثر یزیدیوں کو فی النار کر دیا۔ ظالموں نے دور سے تیر برسانے شروع کیے۔ اور دور دیوار پر چڑھ چڑھ کر آپ پر حملے کرنا شروع کر دیئے۔ اچانک ایک پتھر آپ کی پیشانی نورانی پر لگا۔ تمام کپڑے خون میں تر ہو گئے۔ اس وقت آپ مکہ معظمہ کی طرف منہ کر کے کہنے لگے۔

اے بھائی حسین ابن علی! کچھ آپ کو مسلمِ خستہ جگر کی بھی خبر ہے کہ اس پر کیا گذری؟ افسوس میرا تو کوفیوں نے یہ حال کیا۔ مگر مجھے آپ کا خیال ہے۔ اب کس قاصد سے کہوں جو آپ کو یہاں آنے سے روکے!

الغرض ظالموں نے آپ کو پکڑ لیا۔ اور ابن زیاد بدنہاد کے پاس لا کر آپ کو شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ شہر کوفہ میں آپ کی تنہائی بزبان حال یہ کہہ رہی تھی کہ ؎

ہائے مسلم یہ جوانی تیری قدر لوگوں نے نہ جانی تیری

تھم کو نہیں بنیں کوئی تیرا | موت اس طرح تھی آئی تیری
تو نہیں اور وہی ہے باقی | خلقِ عالم میں کہانی تیری!

تُو تو دنیا سے گیا سوئے جناں
دونوں لڑکے ہیں نشانی تیری

بچوں کی شہادت

حضرات! ان ظالموں نے پھر حضرت امام مسلم کے دو ننھے بچوں کی تلاش شروع کر دی۔ ابنِ زیاد بدنہاد نے اعلان کر دیا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ مسلم کے دو چھوٹے بچے بھی ساتھ تھے۔ اور وہ یہیں کوفہ میں موجود ہیں۔ جو شخص ان کے سر کاٹ کر لائے گا۔ وہ بہت انعام پائے گا۔ اور جس کے گھر میں وہ روپوش ہوں گے۔ اس کا سر کاٹا جائے گا۔ یہ دونوں صاحبزادے جن کا نام محمد اور ابراہیم تھا۔ قاضی شریح کے ہاں مقیم تھے۔ قاضی شریح نے یہ اعلان سن کر دونوں یتیموں کو بلایا۔ اور ان کو دیکھ کر قاضی شریح رونے لگے۔ بچوں نے جو یہ صورت دیکھی۔ تو پوچھنے لگے۔ قاضی صاحب! سچ کہیے۔ کیا ہم یتیم تو نہیں ہو گئے؟ قاضی شریح نے بتا دیا۔ کہ ہاں بچو! واقعی تم یتیم ہو گئے ہو۔ اب تو دونوں صاحبزادے آپس میں بغلگیر ہو کر رونے لگے۔ قاضی شریح نے رات ہوئی۔ تو اپنے لڑکے سے کہا۔ کہ دروازہ عراقین سے ایک قافلہ مدینہ منورہ جا رہا ہے۔ جاؤ ان دونوں بچوں کو اس قافلے کے ساتھ کر دو۔ پسر قاضی ان کو لے کر وہاں پہنچا۔ تو تقدیر دیکھیے۔ کہ وہ قافلہ جا چکا تھا۔ پسر قاضی نے گرد قافلہ دیکھ کر بچوں کو پیچھے دوڑایا۔ مگر رات کا وقت تھا۔ دونوں صاحبزادے راستہ بھول گئے۔ اور رات بھر ادھر ادھر بھٹکتے رہے۔ صبح ہوئی۔ تو ایک چشمہ دیکھا۔ اور اس کے کنارے بیٹھ گئے۔ اتفاقاً ایک لونڈی وہاں پانی بھرتے آئی اور ان بچوں کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اور خود ہی بولی۔ کہ کیا تم حضرت امام مسلم کے یتیم تو نہیں ہو؟ دونوں یتیموں نے رونا شروع کر دیا۔ وہ لونڈی بھی رونے لگی۔ اور انہیں ساتھ لے کر اپنی مالکہ کے پاس لے آئی۔ یہ مالکہ بڑی نیک اور دوست دار اہل بیعت تھی۔ ان یتیموں

کو پاکر وہ بہت خوش ہوئی ۔ لونڈی کو آزاد کر دیا ۔ اور خود دونوں شاہزادوں کی خدمت میں مصروف ہوگئی ۔ اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر انہیں کھلایا ۔ اور ایک مکان میں علیحدہ ان دونوں مظلوموں کو سلا دیا ۔ رات کو اس عورت کا شوہر حارث جو بڑا بے دین تھا اور جو ابن زیاد کے اعلان پر انہیں بچوں کی تلاش میں تھا ۔ گھر آیا اور کھانا کھا کر سو گیا ۔ آدھی رات کے وقت اچانک بڑے بھائی نے چیخ مار کر چھوٹے بھائی کو جگایا ۔ اور کہا بھائی! اب یہ سونے کا وقت نہیں ۔ ابھی میں نے خواب میں نانا جان حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہشت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ پھرتے دیکھا ہے ۔ اور ہمارا باپ بھی وہاں موجود ہے ۔ اور ہم دونوں بھائی بھی حاضر ہیں ۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ہم دونوں پر پڑی ۔ تو آپ نے ہمارے باپ سے فرمایا ۔

کہ اے مسلم! تم خود چلے آئے ۔ اور ان دونوں کو ظالموں میں کیوں چھوڑ آئے ؟

میرے باپ نے عرض کیا

یا رسول اللہ! وہ دونوں بھی میرے پیچھے آتے ہیں ۔ اور کل تک حاضر ہو جائیں گے ۔

پس اے بھائی! یقین کامل ہے ۔ کہ ہم دونوں بھی شربتِ شہادت پینے ہی والے ہیں ۔ اور ظالم ہمیں بھی مار ڈالیں گے ۔ یہ کہہ کر دونوں بھائی رونے لگے اس آواز سے حارث کی آنکھ کھل گئی ۔ عورت سے پوچھا ۔ کہ یہ کون ہیں؟ عورت ڈر گئی ۔ اور کچھ جواب نہ دیا ۔ آخر اس بے دین نے خود ہی چراغ جلایا اور جہاں وہ یتیم رو رہے تھے ۔ وہاں آیا پوچھا تم کون ہو ۔ انہوں نے سچ سچ بتا دیا کہ ہم فرزندانِ مسلم ہیں ۔ تو اس ظالم نے دونوں کے گیسوئے مبارک پکڑے اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتا ہوا گھر سے باہر لایا ۔ ؎

پکڑ کے لایا جو مسلم کے وہ پسر دونوں

تو ان کے حال پہ روئے شجر اور حجر دونوں

حارث کی بی بی نے یہ ماجرا دیکھا۔ تو ؎

کہا یہ بی بی نے اس کی کہ کیا یہ کرتا ہے!
یہ بے وطن ہیں غریب اور بے پدر دونوں
نہ سر پہ باپ کا سایہ نہ ماں یہاں ان کی
نہ کیجو قتل کہ ہیں بے دل و جگر دونوں

مگر حارث بے دین کا یہ جواب تھا۔ کہ ؎

ہاتھ آئے ہیں میرے نہ ان کو چھوڑوں گا
مجھے دلائیں گے حاکم سے سیم و زر دونوں

اس کے بعد اس ظالم نے دونوں شہزادوں کی زلفیں پکڑ کے گھسیٹنا شروع کیا، تو دونوں یتیموں نے فرمایا ؎

کہ اے شقی یہ ستم ہم پہ کب روا ہے تجھے
کہ ہم غریب ہیں کوفے میں بے پدر دونوں

مگر اس ظالم نے ایک نہ سنی اور ؎

لب فرات جو دونوں کو لایا وہ ناری
تو اشک آنکھوں میں دیکھ اس کو لائے بھر دونوں

اور بھائیو! کیا بتاؤں ؎

بھویں چڑھا کے جو لی اس نے ہاتھ میں تلوار
جھکائے خوف سے دونوں نے اپنے سر دونوں
جو آب تیغ کو دیکھا تو خوف کے مارے
برنگ موج لپٹے تھے ہمدگر دونوں
شقی نے دونوں کے سر تیغ تیز سے کاٹے
وہ ایک گھاٹ سے اترے بچشم تر دونوں

لیا فرات نے دونوں کو کھول کر آغوش
کہ بحر حسن و لطافت کے تھے گہر دونوں
حباب وار وہ پانی پہ جاتے تھے جس دم
تو ان کے حال پہ روتے تھے بحر و بر دونوں

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

باقی واقعہ اگلے جمعہ کو بیان کروں گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَا تَصِلُ اِلٰى دَرْكِ حَقِيْقَتِهٖ الْاَفْهَامُ وَلَا تُدْرِكُ كُنْهَهُ الْعُقُوْلُ وَ الْاَوْهَامُ نَحْمَدُهٗ حَمْدًا كَثِيْرًا عَلٰى حِلْمِهٖ بَعْدَ عِلْمِهٖ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْعَلَّامُ وَنَشْكُرُهٗ عَلٰى عَفْوِهٖ بَعْدَ قُدْرَتِهٖ وَهُوَ شَدِيْدُ الْاِنْتِقَامِ نَشْهَدُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ بَيَّنَ لَنَا الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ اَمَّا بَعْدُ اِخْوَانِىْ! وَخُلَّانِىْ اُشْكُرُوْا

اللّٰهَ عَلٰی نَعْمَائِهٖ وَاَحْمَدُهٗ عَلٰی اٰلَائِهٖ فَاِنْ
تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامِ
اَحْسَنَ عَلَيْكُمْ حَيْثُ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْعَدَمِ اِلَی
الْوُجُوْدِ. وَهُوَ صَاحِبُ الْكَرَمِ وَالْوُجُوْدِ وَرَبَّكُمْ
حِيْنَ كُنْتُمْ اَجِنَّةً فِی الْاَرْحَامِ خَلَقَكُمْ مِنْ نُطْفَةٍ
ثُمَّ جَعَلَكُمْ عَلَقَةً وَّمُضْغَةً وَصَوَّرَكُمْ بِاَحْسَنِ
صُوْرَةٍ. وَكَسَاكُمُ اللَّحْمَ وَالْعِظَامَ وَاَدَارَ عَلَيْكُمْ
زَمَانًا وَقَسَّمَهٗ عَلَی السِّنِيْنَ وَالشُّهُوْرِ وَالْاَيَّامِ وَ
وَضَعَ لَكُمْ فِيْهِ شُهُوْرًا مُتَبَرَّكَةً وَّاَيَّامًا مُتَشَرَّفَةً
بَدَاَ بِالْمُحَرَّمِ وَخَتَمَ بِذِی الْحِجَّةِ الْحَرَامِ.
فَمَا لَكُمْ لَا تَتَذَكَّرُوْنَ تَرْغَبُوْنَ عَنِ الْحَسَنَاتِ.
وَتَنْهَمِكُوْنَ فِی اللَّذَّاتِ وَتَرْتَكِبُوْنَ الْخَطَايَا الْجِسَامَ.
وَلَا تَعْتَبِرُوْنَ بِمَنْ مَضٰی مِنْ اٰبَائِكُمْ وَاَجْدَادِكُمْ
اَيْنَ اَحْبَابُكُمْ وَاَقْرَانُكُمْ. اَيْنَ جُلَسَاؤُكُمْ وَاَحِبَّاؤُكُمْ
اَيْنَ سَلَاطِيْنُكُمْ وَخَوَاقِيْنُكُمْ اَفْنَاهُمْ كَرُّ اللَّيَالِیْ وَمَرُّ
الْاَيَّامِ. وَسَيَمُرُّ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ تَكُوْنُوْنَ فِيْهِ كَمَا
كَانُوْا. وَيَتَحَسَّرُوْنَ كَمَا تَحَسَّرُوْا وَمَا يُفِيْدُكُمْ

الْحَسْرَةَ عِنْدَ ذٰلِكَ اِلَّا الْآلَامَ۔ فَعَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْاِجْتِنَابِ عَنْ كُلِّ خَطِيْئَةٍ وَّمَعْصِيَةٍ لَاسِيَّمَا فِي الْاَيَّامِ الْعِظَامِ هٰذِهٖ سَنَةٌ جَدِيْدَةٌ قَدِ اسْتَقْبَلْتُكُمْ فَطُوْبٰى لِمَنْ وَدَّعَ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ بِحُسْنِ الْاَعْمَالِ وَ اسْتَقْبَلَ هٰذِهِ السَّنَةَ بِكَرَائِمِ الْاَفْعَالِ ۔ وَ تَجَنَّبَ عَنِ الْمَعَاصِيْ وَالْاٰثَامِ وَعَلَيْكُمْ بِهٰذَا الشَّهْرِ الْحَرَامِ شَهْرِ الْمُحَرَّمِ ذِي الْعِزَّةِ وَالْاِحْتِرَامِ شَهْرٌ نَجَّى اللّٰهُ فِيْهِ سَيِّدَنَا مُوْسٰى عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَاَغْرَقَ فِرْعَوْنَ فِي الْبَحْرِ وَاَلْقَاهُ فِي الظَّلَامِ۔ فِيْهِ يَوْمُ عَاشُوْرَا۔ وَمَا اَدْرَاكُمْ مَا يَوْمُ عَاشُوْرَا يَوْمٌ فَضِيْلٌ۔ وَفَضْلُهٗ جَمِيْلٌ مَّنْ وَسَّعَ فِيْهِ فِيْ عِيَالِهٖ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ تَمَامَ السَّنَةِ ۔ كَمَا اَخْبَرَ بِهٖ سَيِّدُ الْاَنَامِ۔ يَوْمٌ صَامَ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ اَصْحَابَهٗ بِالصِّيَامِ يَوْمٌ رُزِقَ فِيْهِ سَيِّدُنَا الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِيِّ ابْنُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَمُتَبَنَّاهُ۔ غَايَةَ مُتَمَنَّاهُ وَظُلِمَ

عَلَيْهِ ظُلْمًا تَقْشَعِرُّ مِنْهُ الْاَسْمَاعُ ۔ حُبِسَ الْمَاءُ
عَنْهُ اَيَّامًا عَدِيْدَةً ۔ وَحُشِرَ فِيْ كُرْبَةٍ شَدِيْدَةٍ
وَذٰلِكَ فِيْ مَوْضِعٍ يُسَمّٰى مَوْضِعَ كَرْبٍ وَّبَلَاءٍ
صُبَّ فِيْهِ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ غَمٍّ وَّهَمٍّ وَّبَلَاءٍ ۔ حَتّٰى شَرِبَ
شَرَابَ الشَّهَادَةِ مَعَ اِخْوَانِهٖ وَاَنْصَارِهٖ وَصَارَ
مِنَ الشُّهَدَاءِ الْكِرَامِ فَرَحِمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْصَارِهٖ
وَنَقَمَ عَلٰى ظَالِمِيْهِ وَاَعْدَائِهٖ ۔ فَلَازِمُوْا عَلَيْكُمْ
اِسْتِقْبَالَ هٰذَا الْيَوْمِ بِالْحَسَنَاتِ ۔ وَالتَّوْبَةِ
عَنِ الْخَطِيْئَاتِ ۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْحَمُكُمْ رَبُّكُمْ
وَيُدْخِلُكُمْ دَارَ السَّلَامِ ۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ
فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ
الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۔ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ قَدِيْمٌ مَلِكٌ
بَرٌّ رَّءُوْفٌ الرَّحِيْمُ ۔

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھئے

ماہ محرم شریف دوسرے جمعہ کا وعظ

روانگی امام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى

رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَصْحَابِهٖ

اَجْمَعِيْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

حضرات! پچھلے جمعہ میں میں نے شہادت کا بیان شروع کیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں حضرت امام مسلم اور ان کے صاحبزادوں کی شہادت تک کا بیان کر چکا ہوں۔ اب اس کے بعد کا واقعہ سنیئے۔ [illegible] الٰہی کا کرشمہ دیکھئے کہ ادھر حضرت امام مسلم شہید ہوئے۔

اور اُدھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے کوفہ پہنچنے کے ارادہ سے چل پڑے۔ آپ کے ہمراہ کل ۸۲۔ افراد تھے۔ جو آپ کے عزیز و اقارب تھے۔
راستے میں آپ نے امام مسلم کی شہادت کی خبر سن لی۔ آپ کو بڑا رنج ہوا۔ اور کوفیوں کی بے وفائی پر افسوس فرمایا۔

کوفہ دو منزل باقی رہ گیا۔ تو حربن ریاحی معہ ایک ہزار سوار کے سامنے آیا۔ اور ابن زیاد کے حکم سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ مجھے اس کا یہ حکم ہے۔ کہ جہاں امام حسین ملیں۔ انہیں گرفتار کر لینا۔ لیکن میرے دل میں چونکہ آپ کی عزت ہے۔ اس لیے میرا مشورہ یہ ہے۔ کہ آپ واپس چلے جائیں۔ حضرت امام رات کو وہاں سے چل دیئے مگر جب صبح ہوئی۔ تو ایک ہولناک میدان میں پہنچ گئے۔ پتہ لیا۔ تو اس جگہ کا نام کربلا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم راضی برضاء الٰہی ہیں۔ ہمارا مقتل یہی جگہ ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے۔ جہاں میرا اور میرے بچوں کا خون بہایا جائے گا۔

اس زمین سے نہیں جائے گا حسین ابن علی
کھول ڈالیں جو رہی ہو کوئی محمل باقی!
سب مرے سامنے اس دشت میں ہو دیں گے شہید
میں ہوں مرنے کے لیے بے جگر و دل باقی!

ابن زیاد نے اپنا عظیم لشکر یہاں بھیج دیا۔ جس نے آکر حضرت امام کو گھیر لیا۔ اور آپ پر نہر فرات کا پانی بند کر دیا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! ساقی کوثر کے نواسے اور ان کے بچوں پر ظالموں نے پانی بند کر کے انہیں بے حد ستایا اور پھر اس مسافر قلیل الجماعت حسین (رضی اللہ عنہ) کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور مجبور کیا۔ کہ یا حضرت امام حسین یزید کی بیعت کر لیں۔ یا شہید ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔ مگر مسلمانو! حضرت امام رضی اللہ عنہ جو عزم و استقلال کے پیکر تھے۔ اس ظالم کی بیعت کیسے کر لیتے؟ آپ نے اللہ کی راہ میں قربان ہو جانا منظور فرمایا۔ لیکن ظالم کی بیعت کو ہرگز منظور نہ فرمایا۔

دوست واحباب میں

بھائیو! امام مظلوم نے جب دیکھا۔ کہ یہ ظالم میرے قتل کے درپے ہیں۔ تو اپنے تمام ساتھیوں کو بلا کر فرمایا۔ کہ اے لوگو! میں آج تم کو بخوشی اجازت دیتا ہوں۔ کہ تم سے جو جہاں جانا چاہے۔ جہاں چاہے۔ بلا تکلف چلا جائے۔ میرے لیے اپنی جان نہ گنوائے۔ میں تم سب پر راضی ہوں۔ اور خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ یہ سن کر تمام رفقاء واعزہ رونے لگے۔ اور عرض کرنے لگے۔ کہ ؎

یہ قدم چھوڑ کے افسوس کدھر جائیں گے ہم
آپ سے پہلے تو اس دشت میں مرجائیں گے ہم

شبِ شہادت

اس رات جس کی صبح کو شہادت نے اپنا رنگ دکھانا تھا۔ حضرت امام ساری رات اللہ کی یاد میں محو رہے۔ شوقِ شہادت میں مسرور نہ اپنے سر کی خبر۔ نہ خنجر قاتل کا خیال۔ تجلیاتِ حق میں مخمور تھے۔ کہ آپ نے اپنے نانا جان کو دیکھا۔ جو فرشتوں کے انبوہ میں بصد شان کربلا میں تشریف لائے۔ اور نواسے کو سینہ سے لگا کر چوما اور فرمایا۔

اے فرزند! اعداء تیرے قتل پر آمادہ ہیں۔ یہ لوگ قیامت کے روز میری شفاعت سے محروم رہیں گے۔ بیٹا! دامنِ صبر ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ عنقریب تم درجہ شہادت پاکر، اور میرے پاس آکر جامِ کوثر سے اپنی پیاس بجھاؤ گے"۔ اور پھر دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنِ صَبْرًا وَّ اَجْرًا۔ اے خدا! حسین کو صبر واجر عطا فرما"

صبح ہوئی، تو سرِ اقدس پر عمامہ رسول پہن کر اور حسنِ مجتبیٰ کا پٹکا کمر میں باندھ کر۔ اللہ ذوالفقارِ حیدرِ کرار ہاتھ میں لے کر خیمہ اطہر میں تشریف لائے۔ اور تلقین صبر و شکر فرما کر فرمایا ؎

شاہ خیمے میں جا کر پکارے آج رخصت ہے میری جہاں سے،
میرا اللہ سر پر تمہارے آج رخصت ہے میری جہاں سے

میں نے تم سب کو چھوڑا خدا پر ہجر میں میرے ہونا نہ مضطر
تیغ دشمن ہے اور ہے مرا سر آج رخصت ہے میری جہاں سے
شاق دل پہ ہے سب کی جدائی موت اس دشت میں کھینچ لائی
بولے زینب سے جاتا ہے بھائی آج رخصت ہے میری جہاں سے

خیمۂ اطہر میں سب رونے لگے۔ مگر آپ تلقین صبر وشکر فرماتے رہے۔ اور پھر باہر میدان میں تشریف لائے۔ اتمام حجت کے لیے تقریر فرمائی۔ لیکن یزیدیوں نے ظلم وستم سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور لڑنے کا اعلان کر دیا اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔ حضرت امام کے ساتھی بڑی شجاعت سے لڑنے لگے۔ اور یزیدیوں کو واصل جہنم کرتے ہوئے شہید ہونے لگے۔ اور جب تمام ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ تو آپ کے عزیز میدان میں آ کر شہادت کا جام نوش کرنے لگے۔ حضرت زینب کے دو چھوٹے بچوں حضرت عون و محمد نے بھی میدان کا رخ کیا۔ اور وہ بھی شہادت پا گئے۔

حضرت قاسم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت قاسم ابن الحسن رضی اللہ عنہ اپنے مقدس چچا کے پاس آئے۔ اور میدان میں جانے کی اجازت لے کر میدان میں آئے۔ تو لشکر اعداء میں کھلبلی مچ گئی۔ آپ نے شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے۔ کہ دشمن بھی عش عش کر اٹھے۔ ارزق نامی بڑے زبردست پہلوان کے چار بیٹوں، اور خود ارزق کو فی النار کیا۔ اور اسی طرح کئی دشمنوں کو جہنم رسید کرتے ہوئے ایک ظالم کے نیزہ سے زخمی ہو گئے۔ تو مقدس چچا کو آواز دی۔ یا عماہ ادرکنی حضرت حسین یہ دردناک آواز سن کر دوڑے اور پیارے بھتیجے کو اٹھا کر خیمے میں لائے۔ سر ان کا اپنے زانو پر رکھا۔ اور ان کے چہرے کا گرد و غبار اپنے دامن سے پونچھتے جاتے تھے۔ کہ اچانک حضرت قاسم بہشت کی جانب روانہ ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ہائے جنت کو تم بھی سدھارے میرے بھائی کے فرزند قاسم

داغِ فرقت ہے دل پہ ہمارے میرے بھائی کے فرزند قاسم
کاش تم ساتھ میرے نہ آتے ہو کے رخصت نہ میدان کو جاتے
ہو کے پیاسے نہ گردن کٹاتے میرے بھائی کے فرزند قاسم
یاد کس کس کی دل سے بھلاؤں ہائے کس کس کی لاشیں اٹھاؤں!
کس کو اپنی کہانی سناؤں میرے بھائی کے فرزند قاسم

اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی شہادت کا جام نوش فرمایا۔

حضرت علی اکبر

اور پھر حضرت امام حسین کے بڑے صاحبزادے حضرت علی اکبر اجازت کے لیے اپنی ماں کے پاس حاضر ہوئے۔ بھائیو! ذرا اندازہ لگاتا۔ کہ اس وقت ماں کے دل پر کیا گذری ہوگی۔ اللہ اکبر! کیا ہی دردناک مناظر ہیں۔ بیٹا شہادت پانے کے لیے اجازت چاہ رہا ہے۔ اور ماں ہے ساں بولی ہے

علی اکبر میری محنت کی طرف دھیان کرو
اماں واری مری بستی کو نہ ویران کرو
چھوڑ کر ماں کو نہ تم کوچ کا سامان کرو
پھر فدا ہو جیو پہلے مجھے قربان کرو
میرے جیتے نہ قدم گھر سے نکالو بیٹا!
اپنی مادر کا جنازہ تو اٹھا لو بیٹا!

حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ تو فرمایا!

اسے اجازت دے دو۔ ماں باپ سے اجازت لے کر علی اکبر میدان میں تشریف لائے۔ اور سینکڑوں یزیدیوں کو فی النار کر کے آخر آپ نے بھی جام شہادت نوش فرمالیا۔

حضرات! اس قدر شدید مصائب و آلام۔ مگر اللہ رے صبرِ حسین! کہ

جس نے سب کچھ کھو کے پھر بھی کچھ نہ کھویا وہ حسین
جو جوان بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسین ہے

مرتبہ اسلام کا جس نے دو بالا کر دیا
خون نے جس کے دو عالم میں اجالا کر دیا

بھائیو! اس کے بعد حضرت کے چھوٹے صاحبزادے حضرت علی اصغر جو شیر خوار صاحبزادے تھے۔ وہ بھی ظالموں نے شہید کر دیئے۔ اور پھر خود

امام پاک رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان میں تشریف لائے۔ اور دشمن پر شیر کی طرح حملہ آور ہوئے دشمن کا لشکر بہت کثیر تھا۔ چاروں طرف سے ظالموں نے تیروں کی بارش شروع کر دی۔ حضرت کا جسم انور زخموں کی وجہ سے چھلنی ہو چکا تھا۔ پورے چوراسی زخم آ چکے تھے۔ ساتھ ہی شدت کی پیاس بھی تھی۔ ادھر نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسہ کی خاطر حوض کوثر پر جام کوثر لیے تشریف فرما تھے۔ حضرت امام پاک جب پشت زین سے نیچے زمین پر تشریف لائے۔ تو اول وقت ظہر کا تھا۔ اور جمعہ کا دن تھا۔ گویا گھوڑے سے خم ہونا رکوع کی صورت، اور پشت زین سے مائل بزمین ہونا سجدہ کی حقیقت تھی۔ غرض اس ہیئت سے آپ نے نمازِ ظہر ادا کر لی۔ جب آپ زمین پر تشریف لائے۔ تو شمر ملعون بڑھ کر خنجر چلانے لگا۔ جب گردن اطہر پر خنجر چلنے لگا۔ تو حضرت امام پاک کی یہ دعا تھی کہ ؎

یارب تو نانا جان کی امت کو بخش دے
سلطانِ دو جہان کی امت کو بخش دے
یہ سب مصیبتیں تھیں شفاعت کے واسطے
بندے نے گھر لٹایا ہے امت کے واسطے

آخر اس ملعون نے سر اطہر کو تنِ انور سے جدا کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

واپسی

میرے بھائیو! اس قیامت کے بعد یزیدیوں نے جب اہل بیت عظام کو اسیر کر کے معہ سرہائے شہداء عبید اللہ ابن زیادہ کی طرف روانہ

کیا گیا۔ تو واپسی کے وقت جب امام پاک کی بہن حضرت زینب اپنے پیارے بھائی کی نعش پاک کے پاس پہنچی۔ تو عجیب طرح کا صدمۂ قیامت خیز تھا۔ شاعر لکھتا ہے۔ کہ ؎

بولیں زینب یہ مقتل میں آ کر کربلا سے میں جاتی ہوں بھائی
ہجر میں تیرے ہوں سخت مضطر کربلا سے میں جاتی ہوں بھائی
خون میں آلودہ تیرا بدن ہے اور میسر نہ گور و کفن ہے
ہائے کیسا یہ رنج و محن ہے کربلا سے میں جاتی ہوں بھائی
کوئی سر پر ہمارے نہیں ہے، ہے جو عابد و زار و حزیں ہے
سخت کلثوم اندوہگیں ہے کربلا سے میں جاتی ہوں بھائی
ہائے کس کو تسکین دوں گی جا کے صغریٰ سے کیا میں کہوں گی
ہجر میں کیسے زندہ رہوں گی کربلا سے میں جاتی ہوں بھائی

حضرات! دیکھا آپ نے آیت کریمہ کے مطابق یَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ کی تفسیر۔ کہ اعداء دین کو فی النار کر کے خود بھی جام شہادت نوش فرما گئے۔ اور حسب وعدۂ ایزدی جنت کے مالک بن گئے

بھائیو! اگر ہمیں بھی جنت کی خواہش ہے۔ تو اسوۂ حسین کو اپناؤ۔ اور شریعت کے خلاف کوئی کام نہ کرو۔ امام پاک کا نام لینے والوں پر لازم ہے کہ وہ مطیع و متقی اور شریعت کے پابند نہیں۔ اس لیئے کہ امام پاک نے کربلا میں یہی درس دیا ہے۔ ؎

سر بسجدہ رہنے والے سر چڑھے نیزے پہ آج
ہے سر میدان یہ معراج شہیدان حسین
پاس ملت۔ صبر و تقویٰ، طاقت و صوم و صلوٰۃ
کربلا میں تھا یہ دل کش ساز و سامان حسین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بَسَطَ الْاَرْضَ بِلَا مَدَدٍ وَّرَفَعَ السَّمَاءَ بِغَیْرِ عَمَدٍ۔ وَدَوَّرَہٗ وَخَلَقَ الْخَلْقَ بِلُطْفِہٖ وَکَرَمِہٖ بِاَحْسَنِ الصُّوَرِ صُوَّرَہٗ۔ ھُوَ الَّذِیْ کَرَّمَ وُلْدَ اٰدَمَ عَلٰی مَا سِوَاہُ وَفَضَّلَ نَبِیَّنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ عَلٰی سَائِرِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَجَعَلَ اٰدَمَ وَمَنْ دُوْنَہٗ تَحْتَ لِوَاہُ وَکَمَّلَہٗ۔ نَحْمَدُہٗ حَمْدًا کَثِیْرًا عَلٰی اَنْ جَعَلَنَا مِنْ اُمَّۃِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ الَّذِیْ عَظَّمَہٗ وَبَجَّلَہٗ۔ لَمْ یَتْرُکْ کَمَالًا اِلَّا اَعْطَاہُ وَنَشْکُرُ عَلٰی اَنْ جَعَلَنَا مِنْ سَالِکِی الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ الطَّرِیْقِ الْمُسْتَقِیْمِ رَدَّ مَا سِوَاہُ وَتَقَبَّلَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا ضِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ

وَرَسُوْلُهُ الْمَبْعُوْثُ اِلٰى كَافَّةِ الْخَلْقِ فَمَا اَحْسَنَهٗ وَمَا اَكْمَلَهٗ۔

اَمَّا بَعْدُ

عِبَادَ اللّٰهِ اِنَّ الدُّنْيَا دَارُ فَنَاءٍ لَا تَبْقٰى فِيْهَا بَقِيَّةٌ دَارُ الْمِحَنِ وَالْفِتَنِ دَارُ الْاَكْدَارِ وَالْحُزْنِ دَارٌ غَدَرَتْ بِالْحُسَيْنِ وَالْحَسَنِ۔ دَارٌ زَيَّنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِاِمْتِحَانِ عِبَادِهٖ۔ فَمَنْ تَرَكَهَا كَرَّمَهٗ وَمَنْ طَلَبَهَا ذَلَّلَهٗ۔ سُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانُهٗ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ۔ وَهَدَاهُ اِلٰى سَبِيْلِ الْهِدَايَةِ وَسَهَّلَهٗ۔ وَوَكَّلَ بِكُلٍّ مِنَ الْاُنَاسِيِّ مِنْ عِبَادِهِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ۔ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ وَيَكْتُبُوْنَ مَا يَفْعَلُوْنَ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ۔ وَاَرْسَلَ اِلٰى خَلْقِهٖ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَجَعَلَ مِنْ سَادَاتِهِمْ

خَاتَمِ الرُّسُلِ خَتَمَ بِهِ الرِّسَالَةَ وَسُجِّلَهٗ۔
وَبَيَّنَ الْحَرَامَ وَ الْحَلَالَ وَزَجَرَ عَنِ الْمَعَاصِيْ
وَعَنْ صُحْبَةِ الْعَاصِيْ نَهْرَهٗ۔ فَيَا اَيُّهَا الْعَاقِلُ
عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِى السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَ
صَرْفِ عُمُرِكَ فِى الْعِبَادَةِ۔ وَالْزِمْ عَلَيْكَ طَاعَةَ
الْمَوْلٰى وَاَسْكِنْ فِيْ قَلْبِكَ مُحَبَّتَهٗ وَعَلَيْكَ
بِالْتِزَامِ اَدَاءِ الصَّلَوَاتِ مَعَ الْجَمَاعَاتِ فَمَنْ
شَذَّ عَنِ الْجَمَاعَةِ شَذَّ فِى الضَّلَالَةِ اَمَا تَعْلَمُ
اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَطَّلِعُ عَلٰى مَعَاصِىْ عِبَادِهٖ وَ
لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ ثُمَّ لَا يَفْضَحُهُمْ
وَيَسْتُرُ عُيُوْبَهُمْ وَاِنْ تَابُوْا يَغْفِرُ ذُنُوْبَهُمْ فَمَا
اَجْهَلَ الْخَلْقَ وَمَا اَغْفَلَهٗ اَمَا تَعْلَمُ اِنَّ اللّٰهَ
تَعَالٰى يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ وَمَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ
قَادِرٌ عَلَى الْحَشْرِ وَالنُّشُوْرِ وَيُحْضَرُ فِى الْمَحْضَرِ
الْعَامِّ وَيُنَاقِشُ كُلًّا مِّنَ الْخَوَاصِ وَالْعَوَامِ۔

وَيَسْأَلُهُ عَنْ مَالٍ فِي مَا اكْتَسَبَهُ. وَعَنْ عُمُرٍ فِي مَا أَفْنَاهُ. وَعَنْ وَقْتٍ مَاضَيَّعَهُ. فَهَلْ تَقْدِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ الْوَقْتِ عَلَى الْجَوَابِ. أَوْ تَنْفَعُ لَكَ الرِّسَالَةُ وَالْكِتَابُ. أَقُوْلُ قَوْلِي هٰذَا وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللّٰهِ إِنَّهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَفْعَلُهُ هٰذَا تَذْكِرَةٌ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَذَكَّرَ. فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ. وَنَفَعَنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ. إِنَّهُ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

مُحرّم شریف کے تیسرے جُمعہ کا وعظ

کلمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اُولِی الصِّدْقِ وَالصَّفَا۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ

اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (پ ۱ ع ۴)

"پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے . تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

حضرات! یہ مہینہ مبارک بڑا افضل و شرف کا مہینہ ہے . میں پچھلے جمعہ میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ اسی مہینے کی دسویں تاریخ کو حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی بھائیو! آج میں اس توبہ مبارکہ کا بیان کروں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے جو لغزش واقع ہوئی تھی اس کی معافی کے لیے حضرت آدم و حوا علیہما السلام دو سو سال گریہ فرماتے رہے اور چالیس روز تک نہ کچھ کھایا نہ کچھ پیا اور تین سو سال تک شرم و حیا سے اپنا سر انور آسمان کی طرف نہ اٹھایا اور اس قدر روتے رہے۔ کہ اگر ساری دنیا کے آنسو جمع کیے جائیں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (دیکھئے روح البیان ص۹۷ جلد ۱)

مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔ ؎

گر خدا خواہد کہ ما یاری کند ۔ میل ما را جانب زاری کند

یعنی خدا جب ہماری مدد کرنا چاہتا ہے۔ تو ہمارا میلان زاری کی طرف کر دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ ندامت کے ساتھ رونے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور بندہ فائز المرام ہو جاتا ہے۔ بھائیو! اللہ کی مغفرت طلب کرنے کے لیے اپنے گناہوں پر نادم ہو کر رویا کرو۔ اگر رونا نہ آئے۔ تو دعا مانگتے ہوئے رونے کی شکل ہی بنایا کرو۔ اس سے اللہ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے۔ دیکھئے! بیٹا اپنے باپ سے ایک پیسہ لینا چاہتا ہے۔ تو رونی شکل بنا کر جب کہتا ہے۔ ابا جی! پیسہ! تو ابا جان کی محبت پدری جوش میں آجاتی ہے۔ اور بجائے پیسہ کے ایک آنہ اسے مل جاتا ہے۔ بلاتشبیہ بندہ جب گڑگڑا کر اور رو کر، یا رونی شکل بنا کر اپنے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور بندہ فائز المرام ہو جاتا ہے۔

دعائیہ کلمہ

بھائیو! حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش معاف فرمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو دعائیہ کلمات آدم علیہ السلام کو سکھائے۔ اور جس دعائیہ کلمہ سے سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی وہ دعائیہ کلمات ایک روایت کے مطابق یہ تھے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (پ ع)، "اے ہمارے رب! ہم نے اپنا آپ برا کیا، تو اگر تو ہمیں نہ بخشے، اور ہم پر رحم نہ کرے۔ تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔

یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کا اعتراف فرما کر عرض کیا کہ الٰہی! جو کچھ بھی ہوا۔ ہمیں سے ہوا۔ اور اب ہم تجھ سے رحمت و مغفرت کی درخواست کرتے ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ کہ تیری رحمت و مغفرت کے بغیر نقصان ہی نقصان ہے سبحان اللہ! یہ اعتراف اللہ تعالیٰ کو پسند آگیا۔ اور اس کی رحمت جوش میں آگئی۔ اور ارشاد ہوا۔ کہ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ اور وہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔

نکتہ | میرے بھائیو! حضرت آدم علیہ السلام کے یہ کلمات سراسر تواضع و اعتراف

پر مشتمل ہیں۔ اور اسی تواضع و اعتراف نے حضرت آدم علیہ السلام کو کامیاب کر دیا۔ مگر شیطان ملعون سے جب گناہ سرزد ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے برخلاف اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ تو اس ملعون کے کلمات بھی سنئے اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا۔ کہ

مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ

"کس چیز نے تجھے روکا۔ کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب تجھے میں نے حکم دیا"۔

تو شیطان ملعون نے بجائے ندامت و اعتراف کے اپنے جواب میں یہ کہا۔ کہ

فَبِمَا اَغْوَيْتَنِیْ

"قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا"

اکس قدر شوخی و بیباکی ہے۔ کہ اپنی غلطی کی نسبت اللہ کی طرف کردی۔ اور کہنے لگا۔ کہ اس میں میرا کیا قصور۔ تو ہی نے مجھے گمراہ کیا ہے۔ بھائیو! یہی گستاخی و بیباکی، اسے لے بیٹھی۔ اور خدا کا جلال جوش میں آگیا۔ اور فرمایا۔

فَاخْرُجْ فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ

نکل جا تو مردود ہے

بھائیو! آج کل بھی بعض شوخ مزاج اور بے باک افراد گناہ کر کے بڑی بے باکی سے کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ صاحب! اس میں ہمارا کیا قصور! خدا ہی کو منظور ایسا تھا۔ گویا یہ برا کام اللہ نے کرایا ہے۔ توبہ! توبہ! برے کام کا خالق تو بے شک اللہ ہے۔ مگر کاسب و فاعل بندہ خود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بدی و نیکی پیدا فرما کر بندے کو نیکی بدی کے ارتکاب کا اختیار دے دیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ تبلیغ بھی فرما دی ہے۔ کہ بدی کا ارتکاب کرو گے۔ تو میں ناراض ہوں گا اور نیکی کرو گے تو خوش ہونگا۔

مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۔ اب جس کا جی چاہے۔ ایمان لائے۔ اور جس کا جی چاہے۔ کفر کرے"۔ یہ اختیار ایمان یا ارتکاب کفر بندے کا اپنا فعل ہے۔ اگر وہ ایمان اختیار کرے گا۔ تو اجر پائے گا۔ اور کفر کرے گا۔ تو سزا پائے گا۔ انسان

مجبور محض نہیں۔ اور اگر ایسا ہی ہے۔ تو قاتل عدالت میں بھی یہ بات کیوں نہیں کہتا کہ صاحب اس میں میرا قصور کیا۔ اللہ ہی کو منظور ایسا تھا۔ اور چور اور ڈاکو بھی یہ موقف کیوں اختیار نہیں کرتے۔ کہ صاحب! ہم سے پرسش کیسی؟ ایسا ہونا اللہ ہی کو منظور تھا نہیں! نہیں!! سب جانتے ہیں۔ کہ قاتل و ڈاکو نے جو کچھ بھی کیا۔ اپنی مرضی سے اور اپنے اختیار سے۔ لہذا یہ مجرم اور قابل سزا ہیں۔ بھائیو! اسی طرح بے نمازی۔ بے روزہ خائن راشی اور سمگلر وغیرہ سب مجرم ہیں۔ کہ ان برائیوں کا انہوں نے اپنے اختیار سے ارتکاب کیا۔

ہاں تو بھائیو! حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کی نسبت اپنی طرف کی۔ اور وہ کامیاب ہو گئے۔ اور شیطان ملعون نے اپنے گناہ کی نسبت اللہ کی طرف کی۔ تو وہ مردود ہو گیا۔ لہذا آج ہمیں بھی اپنی غلطیوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اللہ سے مغفرت طلب کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں نوازے

رحمت میرے بھائیو! خوب یاد رکھو۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو اپنے غضب پر مقدم رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی پر غضب وجلال فرمایا ہے۔ تو اسی وقت جب کہ کوئی اس کے سامنے اکڑا۔ اور اگر کوئی گنہگار اس کے سامنے جھک جائے۔ تو اللہ اس قدر رؤف ورحیم ہے۔ کہ بندے کو عاجزی سے جھکا ہوا دیکھ کر اعلان فرما دیتا ہے۔ کہ اے میرے فرشتو! یہ دیکھو میرا بندہ کس قدر ندامت کے ساتھ میرے آگے جھکا ہوا ہے۔ اب میں شرم فرماتا ہوں۔ کہ اسے نہ بخشوں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کوئی حد ہے اس کی رحمت کی بھی؟ کہ گناہ بندہ کرتا ہے۔ اور شرم خدا فرماتا ہے۔ ؎

کرم بین و لطف خداوندگار
گناہ بندہ کرد است او شرمسار

دوسری روائیت میرے بزرگو! حضرت آدم علیہ السلام کو معاف فرمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو کلمات سکھائے۔ ایک روایت یہ ہے۔ کہ وہ یہ تھے

اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِيْ۔
"میں محمدؐ کے وسیلہ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں"

بھائیو! یہ حدیث پاک طبرانی شریف میں موجود ہے۔ پوری حدیث سنئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش واقع ہوئی۔ تو آپ نے اپنا سر انور اوپر اٹھایا۔ تو آپ نے عرض کیا۔ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِيْ۔ الٰہی میں محمدؐ کے وسیلہ سے معافی چاہتا ہوں۔ خدا نے فرمایا۔ محمدؐ کون؟ آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ الٰہی جب تو نے مجھے پیدا کیا۔ تو میں نے اپنا سر اٹھا کر تیرے عرش کو دیکھا۔ تو اس میں یہ لکھا ہوا نظر آیا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تو میں نے یقین کر لیا۔ کہ محمدؐ کوئی تیری بڑی معظم اور محبوب ہستی ہے۔ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھ رکھا ہے۔ خدا نے فرمایا:-

يَا اٰدَمُ اِنَّهٗ اٰخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَاِنَّ اُمَّتَهٗ اٰخِرُ الْاُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَاهُ يَا اٰدَمُ مَا خَلَقْتُكَ۔ (طبرانی شریف)

اے آدم! وہ تیری اولاد میں سے سب نبیوں سے آخری نبی ہے۔ اور اس کی امت تیری اولاد میں سے سب امتوں سے آخری امت ہے۔ اور اگر وہ نہ ہوتا۔ تو اے آدم تو بھی نہ ہوتا۔"

یہ تھے وہ کلمات جن میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مغفرت طلب کی گئی۔ تو اللہ تعالےٰ کی رحمت جوش میں آئی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش معاف ہو گئی۔ سبحان اللہ! کیا شان پاک ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کہ آپ ہی کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ بھی کیا۔ اور آپ ہی کی طفیل حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش بھی معاف ہوئی ؎

اگر نام محمدؐ را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

ؐ: صلی اللہ علیہ وسلم

اور ایک اردو شاعر لکھتا ہے ؎

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا بگڑی کو بھی لیتا ہے بنا نام محمد

ہاں تو آیت کریمہ میں جو یہ ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کچھ کلمات سکھائے۔ جن سے آپ کی توبہ قبول ہوتی، وہ یہی کلمات ہیں۔ چنانچہ خود حضور علیہ السلام کی حدیث پاک سے یہ حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اور صاحب روح البیان نے صد جلد ا پر، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج شریف کے صد۳ جلد ۲ پر یہی حدیث درج کر کے تصریح فرمائی ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش انہیں کلمات مبارکہ سے معاف ہوئی۔

وسیلہ

بھائیو! جب خود ہمارے جدّ امجد حضرت آدم علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ تو ما و شما کون ہیں۔ جو اس وسیلہ جلیلہ سے بے نیاز ہو جائیں۔ گویا آدمیت یہی ہے کہ حضور کا وسیلہ اختیار کیا جائے۔

؎ چھت پہ چڑھ جانا ہے مشکل اس کا زینہ چھوڑ کر
رحمت حق پانا مشکل ہے مدینہ چھوڑ کر

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

****

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر!

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلَیْنَا الْکِتَابَ وَجَعَلَ لَنَا طُرُقَ الْهِدَایَةِ وَالْاَسْبَابِ. نَحْمَدُهٗ عَلٰی اَنْ جَعَلَ النُّطْفَةَ عَلَقَةً وَّخَلَقَ الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

فَخَلَقَ الْمُضْغَةَ عِظَامًا وَّجَعَلَ اَصْلَهَا التُّرَابُ

سُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانَهٗ خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ

ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلَهٗ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ مِنْهُمُ

الْعُصَاةُ وَمِنْهُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ. نَشْكُرُهٗ عَلٰى

اَنْ اَرْسَلَ اِلَيْنَا نَبِيًّا وَّجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

شَفِيْعًا لِاَهْلِ الْكَبَآئِرِ فِى الْاٰخِرَةِ. وَ انْتَخَبَهٗ

حَقَّ الْاِنْتِخَابِ. وَنَشْهَدُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهُ الْعَزِيْزُ الْوَهَّابُ. وَنَشْهَدُ

اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الْمُؤَيَّدُ بِالْحُجَجِ

الْقَاطِعَةِ. وَالْبَرَاهِيْنِ السَّاطِعَةِ وَفَصْلِ الْخِطَابِ.

اَمَّا بَعْدُ

اَيُّهَا النَّاسُ انْظُرُوْا اِلٰى بَدَآئِعِ صُنْعَةِ رَبِّكُمْ

وَعَجَآئِبِ حِكْمَةِ مَوْلَاكُمْ كَيْفَ خَلَقَكُمْ مِنْ

ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى. ثُمَّ جَعَلَ شُعُوْبًا وَقَبَآئِلَ شَتّٰى

وَبَعَثَ اِلَيْكُمْ رُسُلًا وَّاَنْبِيَآءَ وَاجْتَبٰى مِنْكُمْ

الْاَصْفِيَآءِ وَالْاَحْبَابِ. وَسَهَّلَ لَكُمْ طَرِيْقَ النَّجَاةِ

وَالْفَلَاحِ. وَيَسَّرَ سَبِيْلَ الْهِدَايَةِ لِلنُّفُوْسِ وَ

الْاَرْوَاحِ. وَبَيَّنَ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ. وَاَوْضَحَ

مُشْتَبِهَاتِ الْاَحْكَامِ. وَحَدَّ لَكُمْ حُدُوْدًا فَمَنْ

تَعَدّٰى حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مِنْ اَهْلِ الْعَذَابِ

فَيَا اَيُّهَا الشُّيُوْخُ سَيَاْتِيْكُمْ هَادِمُ اللَّذَّاتِ. وَ

مُفَرِّقُ الْجَمَاعَاتِ. فَقَدْ ذَهَبَ الشَّبَابُ.

فَاتْرُكُوا اللَّهْوَ وَاللَّعِبَ. وَانْحَرِفُوْا عَنِ الْمَسَرَّةِ

وَالطَّرَبِ. لِتَنَالُوْا حُسْنَ مَاٰبٍ مَا هٰذِهِ الْغَفْلَةُ

وَقَدْ اَتَاكُمُ النَّذِيْرُ. مَا هٰذِهِ الْغِشَاوَةُ وَقَدْ

اَخْبَرَ بِمَوْتِكُمُ الْخَبِيْرُ. وَهُوَ الشَّيْبُ بَعْدَ الشَّبَابِ

اُتْرُكُوا الدُّنْيَا الدَّنِيَّةَ فَاِنَّهَا جِيْفَةٌ وَطُلَّابُهَا

كِلَابٌ زُيِّنَ لَكُمْ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ

وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ

وَالْفِضَّةِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. وَاللّٰهُ

عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ. وَيَا أَهْلَ الشَّبَابِ ذَهَبَ
اَوَانُ الصِّبَاءِ. وَفَاتَ اَوَانُ الْمُسَامَحَةِ وَالْغَنَاءِ
وَجَاءَتْ وَقْتُ التَّكْلِيفِ. وَامْتِثَالِ اَوَامِرِ
الْمَلِكِ الْوَهَّابِ. فَإِنْ كُنْتُمْ تَقْصُرُوْنَ عَنِ
الطَّاعَةِ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ فَفِيْ اَيِّ زَمَانٍ تُطِيْعُوْنَ.
وَاِنْ تَصْرِفُوْا هٰذَا الْوَقْتَ فِي اللَّهْوِ وَاللَّعِبِ
فَفِيْ اَيِّ وَقْتٍ تَتَيَقَّظُوْنَ. اِغْتَنِمُوْا اَرْبَعًا قَبْلَ
اَرْبَعٍ. اَلْحَيَاتَ قَبْلَ الْمَوْتِ. وَالصِّحَّةَ قَبْلَ الْمَرَضِ
وَالْغِنَاءَ قَبْلَ الْفَقْرِ. وَقَبْلَ الْمَشِيْبِ الشَّبَابِ.
عَلَيْكُمْ بِقِلَّةِ الطَّعَامِ. وَقِلَّةِ الْمَنَامِ وَقِلَّةِ الْكَلَامِ
وَهِجْرَانِ الْمَعَاصِيْ وَالْاٰثَامِ. وَافْشُوا السَّلَامَ
وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامِ. وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ
وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَحَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا فَاِنَّ
اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ. اُتْرُكُوا الذُّنُوْبَ بِاَسْرِهَا
وَتُوْبُوْا مِنَ الصَّغَائِرِ وَالْكَبَائِرِ بِكُلِّهَا. فَاِنَّ

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ
يَدِهٖ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ. وَالْمُهَاجِرُ
مَنْ هَاجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ. وَتَذَكَّرَ
حِسَابَ يَوْمِ الْحِسَابِ. اَللّٰهُمَّ يَا مَالِكَ
الرِّقَابِ وَيَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ. نَحْنُ الْعُصَاةُ
الْمُجْرِمُوْنَ. ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا
فَلَا تُنَاقِشْنَا فِي الْحِسَابِ. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ
فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ. وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ
وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ. اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ مَلِكٌ بَرٌّ
رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ؕ

****

تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر

دُوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے
وہاں سے پڑھئے

محرم شریف کے چوتھے جمعہ کا وعظ

خلیل اللہ علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَلِكِ الْجَلِيْلِ الَّذِیْ اَطْفٰی نَارَ اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدِ ﷺ الْجَمِيْلِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
الَّذِيْنَ فَازُوْا بِالْاَجْرِ الْجَزِيْلِ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ (پ ۱۷ ع ۵)

بولے ان کو جلادو۔ اور اپنے خداؤں کی مدد کرو۔ اگر تمہیں کرنا ہے۔

حضرات! پچھلے جمعوں میں آپ سن چکے۔ کہ اس مہینہ کو بڑا شرف حاصل ہے۔ اسی مہینہ مبارک میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر آتش نمرود سرد ہوئی تھی۔ آج میں یہ ایمان افروز واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

بت پرستی حضرت ابراہیم علیہ السلام جب پیدا ہوئے۔ تو نمرود کا دور اور بت پرستی کا بڑا زور تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بت پرستوں سے فرمایا:۔

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ۔

"یہ مورتیں کیا ہیں جن کے آگے تم آسن مارے ہو"

یعنی تمہاری یہ حرکت ہے۔ کہ بتوں کے آگے جھکے رہتے ہو۔ یہ تو پرستش کے لائق نہیں ــــ بت پرست بولے:۔

وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِيْنَ ۔

"ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے پایا۔"

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے جواب دیا۔

لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

"بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو۔"

آپ نے فرمایا۔ تم اور تمہارے باپ دادا سب گمراہ ہیں۔ حق بات یہی ہے جو میں کہتا ہوں۔ کہ تمہارا اور زمین، آسمان، سب کا رب وہ ہے۔ جس نے ان سب کو پیدا فرمایا۔ پھر آپ نے اللہ کی قسم کھا کر فرمایا۔

لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ

"میں تمہارے بتوں سے سمجھ لوں گا۔"

چنانچہ ایک دن بت پرست جبکہ اپنے سالانہ میلہ پر باہر جنگل میں گئے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بت خانہ میں تشریف لے گئے اور اپنے تیشہ سے سارے بت توڑ پھوڑ ڈالے

حضرات! دیکھئے! بت خانہ میں ایک جانا بت پرستوں کا ہوتا ہے۔ اور ایک تشریف لے جانا نبی کا ہوتا ہے۔ بت پرست جاتے ہیں۔ تو بت کے آگے جھک جاتے ہیں۔ نبی تشریف لے جاتا ہے۔ تو بتوں کو جھکا دیتا ہے۔ ؎

وہ گئے تو سجدے میں خود گر گئے　　یہ گئے تو سجدہ بت کرنے لگے

ہمسری کے مدعی خود غور کر!　　ہو نہیں سکتا تو مثل ان کی بشر

یہ بات سمجھنے کی ہے۔ کہ کہاں وہ ارفع واعلیٰ نفوس۔ اور کہاں ہم پست و ادنیٰ مخلوق

شعر　　چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یہ جرأت اور زور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام ہی کا تھا۔ کہ بت خانے میں تشریف لے جا کر ان کے مصنوعی خداؤں کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ کسی کا سر نہیں ہے۔ تو کسی کا دھڑ غائب ہے۔ کسی کی ناک اڑ گئی ہے۔ تو کسی کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔

بت پرستوں کے مصنوعی خداؤں کا یہ حشر بت پرستوں کے لیے حشر انگیز ثابت ہوا۔ میلے سے جب وہ واپس آئے۔ اور اپنے بت خانے میں جا کر اپنے معبودوں کی انہیں یہ حالت نظر آئی۔ تو حیران رہ گئے۔ اور بولے، یہ کام کس نے کیا؟ پھر یہ خبر نمرود تک پہنچی۔ تو اس کی تحقیق سرکاری طور پر ہونے لگی۔ لوگوں نے بتایا کہ

سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ

"ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں"

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے اپنے دربار میں بلایا۔ سبحان اللہ! اللہ کا خلیل تشریف لایا۔ بہ شان و شوکت تشریف لایا۔ بہ رعب و جلال تشریف لایا اور تشریف لا کر فرمایا۔ کیوں کیا کہتے ہو؟ نمرودی بولے۔

ءَأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ

"کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم"

آپ نے جواب میں فرمایا:۔

بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ۔

"بلکہ ان کے بڑے نے کیا ہوگا۔ تو ان سے پوچھو اگر بولتے ہیں۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارے بت توڑ کر سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا تھا۔ اور اپنا تیشہ اس کے کندھے پر رکھ دیا تھا۔ تاکہ دیکھنے والے کو یوں معلوم ہو۔ جیسے یہ سارا کارنامہ اسی کا ہے۔ حضرت نے یہی بات فرمائی۔ کہ یہ تمہارا بڑا بت جو ہے۔ اس کے کندھے پر تیشہ ہے اس صورت میں تو ایسا قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ کام اسی کا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم خود انہیں سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔ کہ تمہارا یہ حشر کس نے کیا ہے۔ حضرت کا مقصد یہی تھا۔ کہ یہ لوگ خود غور کریں

کہ جو بول نہیں سکتے وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے خود ہی یہ بات کہی۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاۤءِ يَنْطِقُوْنَ

"تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں"

اس موقعہ پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ جلال میں آ گئے۔ اور فرمایا۔

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

"تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں۔"

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

حضرات! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی اور بتوں پر "تف" فرمائی ہے۔ یہاں "دون اللہ" سے مراد یہی بت ہیں۔ مگر بعض لوگ "من دون اللہ" میں انبیاء و اولیاء کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ ورنہ حضرت خلیل علیہ السلام نے "من دون اللہ" پر "تف" فرمائی ہے۔ تو غور فرمایئے کہ اگر "من دون اللہ" سے مراد صرف بت ہی نہ لیے جائیں اور اس میں انبیاء و اولیاء بھی شامل کر لیے جائیں۔ تو یہ بات کس قدر قابلِ اعتراض بن جاتی ہے۔ مگر شروع ہی سے ایسے لوگ بھی چلے آ رہے ہیں۔ جو ان آیات کو جو مشرکین و بتوں کے حق میں نازل ہوئیں ہیں۔ مسلمانوں پر چسپاں کر کے انہیں مشرک قرار دے دیتے ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ انْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ بخاری ص

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کو ساری مخلوق میں شریر ترین سمجھتے تھے۔ جو ان آیات کو جو کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہیں مسلمانوں پر چسپاں کر دیتے ہیں۔

معلوم ہوا۔ کہ بتوں اور بت پرستوں کے حق میں نازل شدہ آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کر کے انہیں شرک قرار دے دینا یہ بہت بڑی شرارت ہے۔ اور اس سے بچنا چاہیے۔

شرک

بھائیو! ہر مسلمان شرک سے متنفر ہے۔ اور مسلمانوں کو خواہ مخواہ مشرک بنانا بہت بڑی زیادتی ہے۔ ذرا غور تو فرمایئے۔ کہ یا رسول اللہ کہنے والے۔

گیارھویں شریف دینے والے ۔ محفل میلاد کا انعقاد کرنے والے ۔ جلوس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نکالنے والے ۔ مزارات پر حاضری دینے والے ۔ بزرگانِ دین کا عرس منعقد کرنے والے ۔ اور دیگر امور مستحسنہ کے عاملین اگر سب مشرک ہی ہیں ۔ تو اس کا یہ معنی ہوا ۔ کہ بجز چند ایک منکرین کے ساری دنیا ہی مشرک ہے ۔ اور

جنّت جنت وہ جنت جس کی وسعت اس قدر زیادہ ہے ۔ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۔ پ۴ ع ۵

"اور ایسی جنت جس کی چوڑان میں سب زمین و آسمان آ جائیں ۔"

تو غور کیجئے ۔ کہ اس قدر وسیع جنت جس میں زمین اور سارے آسمان بھی آ جائیں کیا وہ ان چند لوگوں سے بھری جا سکے گی ۔ جن سے ان کی چھوٹی چھوٹی مسجدیں بھی بھری نہیں جا سکتیں ۔ اور رمضان شریف کے جمعوں میں بھی نصف سے زیادہ خالی رہ جاتی ہیں ۔ بھائیو ! جنت میں رونق اسی وقت لگے گی ۔ جب کہ یہی سواد اعظم جسے خواہ مخواہ مشرک کہا جاتا ہے ۔ جنت میں گیا ۔ اور اگر انہی نے جنت میں نہیں جانا ۔ اور انہوں نے جانا ہے ، تو پھر خدا نے اتنی بڑی جنت کیوں بنا ڈالی ۔ ایک دو کمرے ہی کافی تھے ۔

ہاں تو بھائیو ! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس لاجواب جواب سے بت پرست مبہوت ہو گئے ۔ تو وہ اور تو کچھ نہ کہہ سکے ۔ ہاں یوں کہنے لگے ۔

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۔

" ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے ۔"

آتش کدہ چنانچہ نمرود کے حکم سے ایک بہت بڑا آتش کدہ تیار کیا گیا ۔ جس میں مہینہ بھر تک قسم قسم کی لکڑیاں جمع کیں ۔ اور ایک عظیم آگ جلائی ۔ جس کی تپش سے ہوا میں اڑنے والے پرندے جل جاتے تھے ۔ اور ایک گوپھن تیار کر کے کھڑی کی ، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باندھ کر اس آگ میں پھینکا ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان انور پر اس وقت یہ کلمہ جاری تھا ۔

ادھر آپ آگ میں پھینکے گئے ۔ اور ادھر اللہ نے آگ کو حکم دیا ۔

یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰۤی اِبْرَاهِیْمَ

"اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر ۔"

چنانچہ وہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر باغ و بہار بن گئی ۔ اس نے بجز آپ کی بندش کے اور کچھ نہ جلایا ۔ اس کی گرمی زائل ہوگئی ۔ اور روشنی باقی رہ گئی ۔ اور آپ کے لیے وہ آتش کدہ سلامتی کا گھر بن گیا ۔

ایک روائیت ایک روایت میں آتا ہے ۔ کہ نمرود کی لڑکی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی ۔ اس نے جب حضرت خلیل اللہ پر آگ کو باغ و بہار بنتے دیکھا ۔ تو بے ساختہ پکار اٹھی ؎

الویں بابل کوڑے میرے کوڑا شور مچایا
سچا رب خلیل اللہ دا جس ایہہ باغ لگایا

یعنی میرا باپ جھوٹا ہے ۔ سچا رب وہ ہے ۔ جس نے اس آگ کو باغ و بہار میں بدل دیا ۔ اور پھر وہ مسلمان ہوگئی ۔

نور و نار یہاں ایک پر لطف شعر یاد آگیا ۔ شاعر لکھتا ہے ۔ ؎

جلے فرقت میں ہم اور وصل میں پروانۂ محفل
کوئی نزدیک جل جاتا ہے کوئی دور جلتا ہے

یعنی ہم جدائی کی آگ میں جل گئے ۔ اور پروانہ وصل میں جل گیا کوئی دور رہ کر جل گیا ۔ اور کوئی نزدیک ہی جل گیا ؎

سپرد آتش نمرود ہو کر ایک انسان نے
یہ ثابت کر کے چھوڑا نار میں کب نور جلتا ہے

یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے آگ میں تشریف لے جا کر یہ بات ظاہر کر دی کہ جو نور ہوتا ہے ۔ اسے نار جلا نہیں سکتی ۔

بھائیو! ہم نبی کو نور مانتے ہیں۔ اور اس معنی میں ہم نور والے ہیں۔ نوری ہیں۔ انشاء اللہ ہم بھی نار سے محفوظ رہیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

اس کے بعد دوسری آذان اور پھر

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ وَجَعَلَهٗ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ۔ فَجَعَلَ النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقَ الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَجَعَلَ الْمُضْغَةَ عِظَامًا وَّشَكَّلَهَا بِالشَّكْلِ الْحَسِیْنِ۔ وَفَضَّلَهٗ عَلٰی سَآئِرِ مَخْلُوْقَاتِهٖ وَشَرَّفَهٗ بِكَرِیْمِ خِطَابِهٖ فَتَبَارَكَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔ نَحْمَدُهٗ حَمْدًا كَثِیْرًا وَّنَشْكُرُهٗ شُكْرًا جَمِیْلًا۔ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَتُوْبُ اِلَیْهِ تَوْبَةً تُنَجِّیْنَا مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ

وَاَصْحَابِہٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اَمَّا بَعْدُ

اَخَوَانِیْ وَخِلَّانِیْ اُشْکُرُوا اللّٰهَ عَلٰی نَعْمَائِہٖ وَ اَحْمَدُوْهُ عَلَی اٰلَائِہٖ۔ وَلَا تُشْرِکُوْا شَیْئًا فَلَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَ تَوَکَّلُوْا عَلَیْہِ فِیْ کُلِّ الْاُمُوْرِ وَلَا تُضَیِّعُوا الْاَعْمَارَ فِیْ طَلَبِ الْاَرْزَاقِ فَاِنَّہٗ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنِ۔ اَمَا قَرَعَ سَمْعَکُمْ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا کُلٌّ فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ وَلَازِمُوا الطَّاعَةَ وَاتَّقُوْهُ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ فَمَنِ اتَّقٰی نَجٰی وَ مَنْ خَالَفَہٗ طَغٰی۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ وَاعْلَمُوْا اِنَّ التَّقْوٰی مِلَاکُ الْحَسَنَاتِ۔ وَرَاْسُ الطَّاعَاتِ وَهُوَ الْمُنْجِیْ

مِنَ الْبَلِيَّاتِ ، فِي الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔ وَعَلَيْكُمْ بِالْتِزَامِ عَمُدِ الْاِسْلَامِ وَاَرْكَانِ الدِّيْنِ لَا سِيَّمَا الصَّلٰوةُ الَّتِيْ هِيَ اَرْبَعُ الْبِضَاعَاتِ وَاَفْضَلُ الطَّاعَاتِ فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ فَمَنْ اَقَامَهَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّيْنَ وَمَنْ هَدَمَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّيْنَ ۔ وَلَازِمُوْا اَدَاءَهَا بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّهَا سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ فَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَاسْتَحْقَقْتُمُ الْعَذَابَ الْمُهِيْنَ ۔ وَاِيَّاكُمْ ثُمَّ اِيَّاكُمْ اَنْ تَتَكَاسَلُوْا فِيْهَا فَمَنْ تَكَاسَلَ فِيْهَا وَلَمْ يُحَافِظْهَا حُشِرَ مَعَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُوْنَ وَرُءُوْسَاءِ الشَّيَاطِيْنِ

وَتَذَكَّرُوا يَوْمَ السَّاعَةِ الْحَاقَّةِ. وَمَا اَدْرَاكَ
مَا الْحَاقَّةُ. يَوْمٌ عَظِيْمٌ كَرْبُهٗ شَدِيْدٌ هَوْلُهٗ.
تَفْتَضِحُ فِيْهِ الْعُصَاةُ وَالْمُجْرِمُوْنَ. وَيَنْدَمُ فِيْهِ
الْبَاعِدُوْنَ الْمُتَخَلِّفُوْنَ يَوْمٌ يُحَاسَبُ فِيْهِ عَلٰى كُلِّ
نَقِيْرٍ وَّقِطْمِيْرٍ. وَيُنَاقَشُ فِيْهِ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ
كَبِيْرٍ فَكَمْ مِنْ شَابٍّ يُنَادِيْ وَاشَبَابَاهُ. وَكَمْ
مِنِ امْرَأَةٍ تُنَادِيْ وَافَضِيْحَتَاهُ وَكَمْ مِنْ
شَيْبٍ يُنَادِيْ وَامَشِيْخَتَاهُ. يَوْمُ الذِّلَّةِ وَ
الْمَسْكَنَةِ. يَوْمُ الْفَضِيْحَةِ وَالْغُرْبَةِ يَوْمُ ازْدِحَامِ
الْخَلَائِقِ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ اَجْمَعِيْنَ. فَمَا حَالُكَ
اِذَا احْضَرْتَ عِنْدَ الْمَلِكِ الْمُقْتَدِرِ. وَعُرِضَ
عَلَيْكَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُسْتَطَرٍ. فِيْ دَفَاتِرِ
الْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ. فَاللّٰهَ اللّٰهَ. عِبَادَ اللّٰهِ اتَّقُوا
اللّٰهَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْغَافِلِيْنَ. مَاهٰذِهِ الْجُرْأَةُ
عَلَى الْمَعَاصِيْ. وَمَاهٰذِهِ الْغَفْلَةُ بِالْاِرْتِكَابِ

الْمَنَاهِيْ أَلَكُمْ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ أَمْ أَنْتُمْ فِي الدُّنْيَا

مِنَ الْخَالِدِيْنَ. قُوْلُوْا مِنْ صَمِيْمِ الْفُؤَادِ. اَللّٰهُمَّ يَا

رَحْمٰنُ يَا جَوَادُ نَحْنُ عِبَادُكَ [illegible] الْعُصَاةُ الْمُجْرِمُوْنَ

بِذُنُوْبِنَا مُعْتَرِفُوْنَ. وَعَمَّا اكْتَسَبْنَا نَادِمُوْنَ.

فَاصْفَحْ عَنَّا وَارْحَمْنَا وَاعْفُ عَنَّا وَلَا تَجْعَلْنَا

مَعَ الظَّالِمِيْنَ. وَأَدْخِلْنَا فِي الْجَنَّةِ بِرَحْمَتِكَ

وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ

فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ

وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ. إِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ قَدِيْمٌ مَلِكٌ

بَرٌّ رَّءُوْفٌ الرَّحِيْمُ ۞

تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے

وہاں سے پڑھیئے

ماہِ صفر کے پہلے جمعہ کا وعظ

عذابِ سیلاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَقَدْ اَتٰی عَلَیْہِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ فَسَوّٰاہُ وَعَدَّلَہٗ وَعَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ فَضَّلَہٗ وَجَعَلَہٗ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ ثُمَّ ھَدَاہُ السَّبِیْلَ وَنَصَبَ لَہُ الدَّلِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا۔ اَمَّا الْکَافِرُوْنَ فَاَعْتَدَ لَھُمْ سَلَاسِلَ اَغْلَالًا وَّسَعِیْرًا یُعَذَّبُوْنَ بِاَصْنَافِ الْعَذَابِ وَیُنَادُوْنَ وَیْلًا وَّیَدْعُوْنَ ثُبُوْرًا۔ وَاَمَّا الشَّاکِرُوْنَ نَعَّمَھُمْ وَکَرَّمَھُمْ اِنَّ ھٰذَا لَکُمْ جَزَآءً وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ اَرْسَلَہٗ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ فَازُوْا فَوْزًا عَظِیْمًا۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ۔

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ط (پ ۹ ع ۶)

"تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان۔ اور ٹڈی۔ اور جوئیں۔ اور مینڈک۔ اور خون جدا جدا نشانیاں۔ تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔"

حضرات! اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے ہمیشہ اپنے پیغمبر بھیجتا رہا۔ اور یہ برگزیدہ ہستیاں (علیہم السلام)، اللہ کے بندوں کو دعوتِ حق دیتی رہیں۔ جو لوگ ان پاک لوگوں کی مبارک آوازوں پر لبیک کہتے رہے۔ وہ دین و دنیا میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور جن لوگوں نے سرکشی و بغاوت اختیار کی۔ اور اللہ کے پیغمبروں (علیہم السلام) کا کہا نہ مانا۔ انہوں نے اپنی عاقبت بھی برباد کر لی۔ اور اس دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے۔ اور "خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ" کے مصداق بن گئے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت تک کے واسطے اللہ کے پیغمبر و رسول اور ہمارے ہادی ہیں۔ اور ہمیں اپنے دونوں جہان سنوارنے کے لیے ان کی اتباع ضروری ہے۔

بھائیو! میں نے جو آیت پڑھی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے نافرمانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور ہماری عبرت کے لیے ان ہولناک دنیوی عذابوں کا بیان فرمایا ہے۔ جو ان نافرمانوں پر نافرمانی رسول کے باعث نازل ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ اور فرعون کی جھوٹی خدائی کے پول کھول کر ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔ مگر فرعونیوں نے اپنی فرعونیت میں اگر اللہ کے پیغمبر کی بات نہ مانی۔ اور اپنے کفر پر اڑے رہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ فرعونیوں نے جب اپنی فرعونیت اور اپنا کفر نہ چھوڑا تو ہم نے ان پر متعدد قسم کے عذاب نازل کیے فرمایا:۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ "ہم نے پانی کا طوفان ان پر بھیج دیا۔"

سیلاب

حضرات! مفسرین کرام علیہم الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان ظالموں پر ایک ایسا ابر چھا گیا۔ جس کی بدولت چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ اور بارش بڑے زور سے ہونے لگی۔ اس قدر بارش ہوئی۔ کہ جس قدر فرعونی تھے۔ سب کے گھر پانی سے بھر گئے۔ یہاں تک کہ فرعونی اس پانی میں گردنوں تک ڈوب گئے۔ ان میں سے جو بیٹھنا چاہتا تھا۔ وہ ڈوب جاتا تھا۔ نہ ہل سکتے تھے۔ نہ کوئی کام کر سکتے تھے۔ سات روز تک متواتر بارش ہوتی رہی۔ اور اس قدر تواتر اور کثرت کے ساتھ بارش ہونے کی وجہ سے وہ بیچارے تنگ آ گئے۔ اور عاجز آ گئے۔

خدا کی شان

خدا کی شان دیکھئے۔ کہ فرعونیوں کے گھروں میں تو اس قدر پانی جمع ہو گیا۔ مگر جو لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے۔ مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے لکھا ہے۔ کہ ان کے گھروں میں پانی نہ آیا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ جب کہ اللہ تعالےٰ قادر ہے۔ اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ آپ نے کئی بار دیکھا ہوگا۔ کہ ایک طرف آسمان پر سے پانی بھی برس رہا ہے۔ اور دوسری طرف دھوپ بھی نظر آ رہی ہے۔ اسی ایک زمین پر کہیں اس قدر سردی پڑ رہی ہے۔ کہ پانی جم رہا ہے اور دوسری طرف اس قدر گرمی ہے کہ پانی ابل رہا ہے۔ وہ خدا جو چاہے کرے اس کی قدرت سے یہ چیز بھی باہر نہیں کہ ایک ہی وقت میں بارش ہونے سے کچھ گھر پانی میں ڈوب جائیں۔ اور کچھ گھر پانی سے خشک رہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت ایسا ہی ہوا۔ کہ فرعونی تو سیلاب میں ڈوب رہے ہیں۔ اور بنی اسرائیل اس عذاب سے محفوظ ہیں۔

بھائیو! اس سیلاب میں فرعونی جب گھر گئے۔ تو انہیں خدا یاد آیا۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ مشکل کے وقت خدا یاد آ جاتا ہے۔

روس

چنانچہ دیکھ لیجئے۔ روس ہستی باری تعالیٰ کا منکر ہے۔ اور اپنی وسیع سلطنت اور سائنس میں ترقی کے زعم میں خدا تعالےٰ کی

ہستی کا وہ مذاق اڑاتا ہے۔ (معاذ اللہ) چنانچہ پچھلے دنوں جب روس نے چاند کی طرف اپنا راکٹ چھوڑا تھا۔ تو ایک روسی سائنسدان کا یہ مضمون اخبارات میں آیا تھا۔ کہ ہم نے راکٹ میں ایک آدمی کو بٹھا کر کافی دور اوپر تک خلا میں کوشش کی کہ جنت یا خدا نظر آئے۔ مگر ہمیں تو نہ جنت نظر آئی۔ اور نہ خدا۔ گویا آج کل سائنس ہر اس چیز کو مانتی ہے۔ جو نظر آجائے۔ حالانکہ یہ کلیہ خود سائنس ہی کی رو سے غلط ہے۔ کیونکہ یہ بات سائنس ہی کہتی ہے۔ کہ پانی کے ایک قطرے میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں جراثیم یعنی جاندار کیڑے ہوتے ہیں۔ بھائیو! خدا لگتی کہنا۔ کہ پانی پیتے وقت کبھی کسی کو یہ کیڑے نظر آتے ہیں؟ نہ یہ تو یہ اگر نظر آنے لگیں۔ تو پانی ہی کوئی نہ پی سکے۔ مگر ماننے والے پانی بھی پیتے ہیں، اور پانی میں کیڑوں کا وجود بھی مانتے ہیں۔ کیونکہ صاحب! اگر پانی کے ایک قطرے میں لاکھوں کیڑے موجود ہوتے ہیں تو آپ کو نظر کیوں نہیں آتے؟ اور اگر کوئی اس کا جواب یہ دے۔ کہ یہ کیڑے اس قدر چھوٹے اور کمتر ہوتے ہیں۔ کہ بغیر خورد بین کے نظر نہیں آسکتے۔ جن کے پاس خوردبین کی آنکھ ہے۔ انہوں نے انہیں دیکھا ہے۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ جنت و دوزخ اس قدر بلند و بالا اور عظمت کی چیزیں ہیں کہ جن کے پاس نبوت کی آنکھ ہے۔ انہوں نے ان کو دیکھا ہے۔ اور جنت و دوزخ کا خالق اللہ تعالیٰ اس قدر بزرگ و برتر ہے۔ کہ بغیر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دوربین چشمانِ مبارک کے اور کسی نے نہیں دیکھا۔ اور حضور کی چشمانِ مبارک نے شبِ معراج اللہ تعالٰے کو دیکھا ہے۔ تو بھائیو! جو لوگ ڈاکٹروں کی زبان پر اور خوردبین کے مشاہدہ پر ایمان لا کر بن دیکھے لاکھوں کیڑوں کا وجود مان رہے ہیں۔ وہ اللہ پر ایمان لانے والوں پر کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں۔ مسلمان انبیاء کرام علیہم السلام کی سچی زبانوں پر، اور ان کی دوربین چشمانِ مبارک کے مشاہدوں پر ایمان لا کر بن دیکھے جنت و دوزخ اور ہستی باری کا وجود تسلیم کرتے ہیں۔ اور مانتے ہیں۔ کہ یقیناً خدا تعالیٰ کی ہستی موجود ہے۔ اور اسی کی قدرت کاملہ سے جنت و دوزخ کا بھی وجود ہے۔ اور ساری

کائنات کا وہی خالق ہے۔

بھائیو! ہستی باری تعالیٰ کا اقرار ایک فطری امر ہے، جو لوگ بظاہر ملحد اور ہستی باری کے منکر ہی ہیں۔ دل ان کا بھی اپنے اس خیال پر مطمئن نہیں ہے۔ انسان ملحدانہ زندگی تو اختیار کر سکتا ہے۔ مگر وہ دل میں ملحد نہیں ہو سکتا۔ ایک دانا کا قول ہے۔ کہ ملحد رات کو خدا پر آدھا یقین کرتا ہے۔ اور جہاز میں خطرے کے وقت پورا۔ حکماء کا قول ہے۔ کہ دنیا بھر میں کسی ایسے ملحد کا وجود نہیں۔ جس کو یہ کامل یقین ہو کہ خدا نہیں ہے۔

ہاں تو مصیبت کے وقت خدا ضرور یاد آتا ہے۔ اور بڑے بڑے منکر بھی فطری طور پر خدا کا اقرار کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ یہی روس جو منکر خدا ہے۔ ہٹلر کے زمانہ جنگ میں جب جرمنی افواج اس کی طرف بڑھنے لگیں۔ اور اس کی سرحدیں پھاندنے لگیں۔ تو اسی روس نے مسجدوں اور گرجوں کے دروازے کھول دیئے تھے۔ اور اپنی رعایا سے کہا تھا کہ خدا سے دعا مانگو۔ کہ روس کو فتح حاصل ہو۔

روس سے قبل فرعون بھی گذر چکا ہے۔ جس کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ کہ میں تمہارا رب ہوں۔" دنیا کے تھوڑے سے حصہ پر حکومت وسلطنت پا کر وہ اس قدر مغرور ہو گیا تھا۔ کہ خود خدا بن بیٹھا۔

لطیفہ کہتے ہیں۔ ایک قبرستان میں ایک قبر پر لکھا تھا۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں۔ جس کے قبضہ میں ہوا تھی۔" لوگ اس شبہ میں پڑ جاتے تھے۔ کہ شاید یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔ مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہ ایک لوہار کا بیٹا ہے۔ جس کے پاس دھونکنی ہوتی ہے۔" کچھ اسی طرح کا معاملہ، ان لوگوں کا بھی ہے۔ جو معمولی سا اقتدار پا کر خدا بننے لگتے ہیں۔ چنانچہ فرعون نے بھی خدائی کا دعویٰ کر لیا تھا۔ مگر جب دریا میں ڈوبنے لگا تو اس وقت اسے بھی خدا یاد آیا۔ اور لگا کہنے کہ میں خدا پر ایمان لایا۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ملعون! اب اس وقت عذاب میں مبتلا ہو کر ایمان لانے کا کیا فائدہ!

چنانچہ اس کے اس بے وقت ایمان کو قبول نہ فرمایا گیا۔

مطلب میرا یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی ایک فطری امر ہے اور حقیقت ہے۔ مصیبت کے وقت خدا یاد آنے لگتا ہے۔

لطیفہ چنانچہ ایک امیر آدمی جو خدا کی ہستی کا اس شدت کے ساتھ منکر تھا۔ کہ اس نے اپنے کمرہ میں ایک بورڈ پر لکھوا رکھا تھا:۔

GOD IS NO WHERE.

یعنی خدا کہیں نہیں"۔۔۔۔۔ ایک مرتبہ وہ سخت بیمار ہوا تو ایک دوست اس کی عیادت کو آیا۔ جس کے ہمراہ ایک بچہ بھی تھا۔ دوست تو مصروفِ عیادت ہو گیا۔ اور بچہ کمرہ کی تصویروں سے دل بہلانے لگا۔ اچانک اس بچہ کی نظر اس بورڈ پر پڑی۔ جس کو اس نے اپنے انداز اور بلند آواز میں اس طرح پڑھا۔

GOD IS NOW HERE.

یعنی "خدا اب یہاں ہے۔" اس بیمار ملحد نے جب یہ الفاظ اصل عبارت نامعلوم تغیر کے ساتھ سنے۔ تو ان کے حقیقی مفہوم سے متاثر ہو کر اپنی بدعقیدگی سے فوراً تائب ہو گیا۔ اور خدا نے بھی اسے صحت عطا فرما دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال کا جواب

یہاں ایک بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی سنا دوں۔ جو حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے کیمیائے سعادت میں لکھی ہے۔ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے کہا۔ الٰہی! جو لوگ تیرے منکر اور نافرمان ہیں۔ یہ بیمار ہوتے ہیں۔ تو انہیں تو صحت کیوں دے دیتا ہے۔ انہیں ہرگز اٹھنے ہی نہ دیا کر۔

سبحان اللہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طبع مبارک بھی کس قدر جلالت مآب تھی۔ آپ نے چاہا۔ کہ خدا تعالیٰ کسی بے دین کو بیمار کرے۔ تو پھر اسے اچھا نہ کرے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا جواب بھی سنئے فرمایا! اے کلیم! یہ خطرہ کہ مجرم ہاتھ

سے چھوٹ گیا۔ تو شاید پھر پکڑا جائے، یا نہ! تو ایسے ہو۔ جس کے ہاتھ سے مجرم چھوٹ کر پھر پکڑا نہ جا سکے۔ مگر میری گرفت میں آکر کچھ عرصہ کے لیے ڈھیل پانے والے مجھ سے بچ کر جا کہاں سکتے ہیں۔ میں انہیں جب چاہوں۔ جہاں چاہوں، پھر پکڑ سکتا ہوں۔ ؎

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمہ پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی !!

بھائیو! سمجھے کچھ آپ؟ دنیوی سلطنتوں کا مجرم بن کر آدمی ایک سلطنت سے بھاگ کر دوسری سلطنت میں جا کر بچ سکتا ہے۔ مگر خدا کا مجرم ہو کر اس کی سلطنت سے بھاگ کر کوئی کہاں جائے گا۔ جہاں پہنچو وہیں خدا موجود۔

لطیفہ ۱۹۵۰ء میں جب ہولناک سیلاب آیا ہے۔ ان دنوں لوگ بارش سے کچھ ایسا ڈر گئے تھے۔ کہ جہاں آسمان پر ابر چھایا دل ڈرنے لگا۔ مجھے یاد ہے۔ کہ ایک شخص نے مجھے کہا۔ کہ مجھے اس علاقہ میں رہتے ہوئے بڑا ڈر معلوم ہوتا ہے، میرا ارادہ ہے۔ کہ میں راولپنڈی یا کوئٹہ کی طرف یعنی کسی پہاڑی علاقہ میں جا رہا ہوں۔ کیونکہ پہاڑی علاقوں میں سیلاب نہیں آتا۔ میں نے اس سے کہا۔ مگر اتنا یاد رہے۔ کہ میدانی علاقوں میں اگر سیلاب آتے ہیں۔ تو پہاڑی علاقوں میں زلزلے آتے ہیں۔ کوئٹہ کا تباہ کن زلزلہ یاد کر لو۔ اب وہ شخص اور بھی ڈرا۔ اور کہنے لگا۔ کہ پھر کہاں جاؤں؟ ایک شخص نے کہا۔ تم مکہ شریف چلے جاؤ۔ میں نے کہا۔ ملک الموت کا تو ہیڈ کوارٹر ہی وہ شہر ہے۔ تو کیا اسی کے پاس پہنچنے کا ارادہ ہے؟ وہ بولا۔ تو پھر کیا کروں؟ میں نے کہا۔ کرنا کیا ہے۔ اور جانا کہاں ہے۔ جہاں بھی ہو وہیں رہو۔ اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ ان عذابوں سے بچنے کے لیے فرار ہو کر کہاں جایا جا سکتا ہے۔ اس کی تو صورت یہ ہے۔ کہ یہ عذاب نازل کرنے والی ہستی کے آگے جھک کر اس سے معافی مانگی جائے۔

ہاں تو بھائیو! میں کہہ رہا تھا۔ کہ مصیبت کے وقت خدا ضرور یاد آتا ہے۔ دیکھ لو آج کسی کو بخار بھی آجائے۔ تو اگرچہ ساری عمر اس کے کبھی اللہ کا نام نہ لیا ہو۔ مگر غیر ارادی طور پر بھی اس کے منہ سے اور نہیں۔ تو "ہائے اللہ" کا لفظ تو نکل ہی جاتا ہے۔ گویا ہستی باری تعالیٰ ایک ایسی حقیقت اور فطری چیز ہے۔ کہ ہر شخص کو کسی رنگ میں اس کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے۔ ؎

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا!
آتش پہ مغوں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے نہ بن آیا تیرا!

ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔ کہ فرعونی جب عذاب الٰہی سیلاب میں گھر گئے۔ تو انہیں خدا یاد آیا۔ اور کسی طرح کوشش کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ پ۹ ع۶

بے شک اگر تم ہم پر سے عذاب اٹھا دو گے تو
ہم تم پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔"

پیغمبر کی شان

بھائیو! سنا آپ نے؟ کہ ان لوگوں نے اللہ کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا عرض کیا؟ یوں کہا لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ۔ "اگر ہم پر سے عذاب تم اٹھا دو گے۔" گویا ان فرعونیوں کو بھی یہ یقین تھا۔ کہ اللہ کا پیغمبر اگر چاہے تو عذاب ہم سے اٹھا سکتا ہے۔ کہاں یہ خیال کہ "اللہ کے پیغمبر کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" اور کہاں یہ خیال کہ اللہ کا پیغمبر اگر چاہے۔ تو اتنا بڑا عذاب بھی اٹھا سکتا ہے۔"

میرے بھائیو! اب تم خود ہی فیصلہ کر لو۔ کہ "بھلا خیال کہ اللہ کے پیغمبر کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کیا کوئی اسلامی خیال ہے؟ ایسے خیال والوں سے تو وہی اچھے

جنہوں نے اللہ کے پیغمبر کی یہ شان سمجھی۔ کہ یہ چاہے تو عذاب بھی اٹھا سکتا ہے۔
بھائیو! عذاب کے اٹھا دینے کی نسبت اگر اللہ کے پیغمبر کی طرف یا بقول بعض غیر اللہ کی طرف شرک ہوتی تو اندازہ کیجئے۔ کہ اللہ کے اتنے بڑے جلیل القدر اور جلالت مآب پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کیا اس شرکیہ کلمہ کو سن کر خاموش رہتے؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اور بھی غضب وجلال میں آجاتے۔ اور یوں فرماتے۔ کہ اے بے دینو! تم اب کیا مجھے خدائی کاموں میں شریک قرار دینے لگے ہو۔ جاؤ دور ہو جاؤ۔ تم اس لائق نہیں ہو۔ کہ تم پر سے عذاب اٹھایا جائے۔ بلکہ تم اس لائق ہو۔ کہ تمہیں اور بھی زیادہ سزا دی جائے۔
حضرات! ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ جب انہوں نے یہ عرض کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا جب تم یہ وعدہ کرتے ہو۔ کہ میں اگر تم پر سے عذاب اٹھالوں۔ تو تم ایمان لے آؤ گے۔ تو لو میں دعا کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بَالِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (پ ۹ ع ۶) "پھر جب ہم نے ان سے عذاب اٹھالیا ایک مدت کے لیے جس تک انہیں پہنچنا ہے۔ تبھی وہ پھر جاتے۔"

مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے لکھا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جب یہ سیلاب ان سے اٹھا لیا گیا۔ تو وہی پانی ان کے لیے رحمت کی شکل میں تبدیل ہو کر زمین کی سرسبزی و شادابی کا موجب بن گیا۔ کھیتیاں خوب ہوئیں۔ درخت خوب پھلے۔ اس طرح کی سرسبزی، پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ فرعونیوں نے جب یہ صورت دیکھی تو اپنی مصیبت کو بھول گئے۔ اور اپنے عہد و پیمان کو فراموش کر بیٹھے۔ اور کہنے لگے۔ کہ یہ پانی تو ہمارے لیے رحمت تھا۔ ہمیں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی کیا ضرورت؟ چنانچہ

وہ مغرور اپنے کئے ہوئے وعدہ سے پھر گئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے، جو کرنا ہے کرلو۔

اس کے بعد کا واقعہ اگلے جمعہ سناؤں گا انشاء اللہ العزیز

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اس کے بعد دوسری اذان اور

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْجَلِيْلِ الْاَكْبَرِ لَا رَآدَّ لِمَا قَضَاهُ وَ لَا دَافِعَ لِمَا قَدَّرَ نَحْمَدُهٗ عَلٰى اَنْ كَمَّلَنَا خَلْقًا وَفَضَّلَنَا خُلُقًا مِّنْ نُّطْفَةٍ خَلَقْنَا فَقَدَّرَنَا ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَنَا وَبِاَحْسَنِ الصُّوَرِ صَوَّرَ۔ وَ نَشْكُرُهٗ عَلٰى اَنْ بَعَثَ اِلَيْنَا نَبِيَّنَا هُوَ سَيِّدُ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ فَاَخْرَجَنَا مِنْ شَفَا حُفْرَةِ الْهَالِكِيْنَ وَطَهَّرَ۔ نَشْهَدُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ صَاحِبُ الْقُوٰى وَالْقَدَرِ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَاحِبُ الْجَاهِ وَالْقَدْرِ۔ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَدَارَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ۔ اَمَّا بَعْدُ مَعَاشِرَ الْحَاضِرِيْنَ تَيَقَّظُوْا مِنْ سِنَةِ الْغَفْلَةِ وَاعْتَبِرُوْا بِمَجِيْءِ الشَّهْرِ بَعْدَ الشَّهْرِ - قَدِ انْقَضٰى شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَجَآءَ شَهْرُ صَفَرَ۔ وَهَلْ هٰذَا اِلَّا عَلَامَاتُ الرَّحِيْلِ وَالسَّفَرِ۔ اَفَلَا تَتَدَبَّرُوْنَ اَنَّ الدُّنْيَا زَائِلَةٌ وَّالْاٰخِرَةَ دَائِمَةٌ وَالْحَيٰوةَ ذَاهِبَةٌ وَّالْمَوْتَةَ اٰتِيَةٌ وَّكُلٌّ مَنْ فِيْهَا عَلٰى جَنَاحِ السَّفَرِ۔ فَطُوْبٰى لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْ دُنْيَاهُ لِاٰخِرَتِهٖ۔ وَمِنْ حَيَاتِهٖ لِمَوْتِهٖ وَمِنْ شَبَابِهٖ لِهَرَمِهٖ وَمِنْ صِحَّتِهٖ لِسُقْمِهٖ وَبُشْرٰى لَهٗ يَوْمَ الْحَشْرِ۔ اَيُّهَا الشَّابُّ هٰذَا اَوَانُ تَحْصِيْلِ الْحَسَنَاتِ . وَاكْتِسَابِ الطَّاعَاتِ . وَاَطَاعَةِ الْعَلِيِّ الْاَكْبَرِ۔ فَاِذَا ذَهَبَ شَبَابُكُمْ تَتَحَسَّرُ تُمْ عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَتَمَنَّيْتُمْ لَيْتَ الشَّبَابُ يَعُوْدُ

وَهُوَ لَا يَعُودُ إِلَى الْوَقْتِ الْمُقَدَّرِ ۔ وَاحْذَرُوا مِنْ فِتْنَةِ شَبَابِكُمْ فَإِنَّهُ مِنْ مَصَائِدِ الشَّيْطٰنِ وَمَكَائِدِهٖ ۔ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَضْمَنْ لِي اثْنَيْنِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ وَمَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ فَإِيَّاكُمْ ثُمَّ إِيَّاكُمْ أَنْ تَنْهَمِكُوا فِي اللَّذَّاتِ ۔ وَتَتَّبِعُوا الشَّهَوَاتِ وَتَرْتَكِبُوا الْفَحْشَاءَ وَالْمُنْكَرَ ۔ وَيَا أَيُّهَا الشُّيُوخُ ذَهَبَ الشَّبَابُ وَجَاءَ الْمَشِيبُ الْخَبِيرُ بِقُرْبِ الْأَجَلِ الْمُقَرَّرِ ۔ فَتَوَجَّهُوا بِطِيبِ نُفُوسِكُمْ إِلٰى مَوْلَاكُمْ وَاسْتَغْفِرُوهُ بِالصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ وَ السَّحَرِ وَعَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَ الْعَلَانِيَةِ وَاطْلُبُوا رِضَاءَهٗ فِي كُلِّ سَاعَةٍ ۔ فَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ۔ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَصُومُوا رَمَضَانَ وَحُجُّوا قَبْلَ أَنْ يُحَجَّ الْبَيْتُ وَقَبْلَ أَنْ تُفَاجِئَكُمُ الدَّوَاهِيْ هِيَ أَدْهٰى وَأَمَرُّ ۔ وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوَكُّلِ فِي كُلِّ الْأُمُورِ عَلَى اللّٰهِ

تبارك وتعالى فعنده أم الكتاب مكتوب
فيه ما كان وما يكون إلى الأجل المقدر.
لا تتحرك ذرة إلا بإذنه ولا تصيب مصيبة
إلا بأمره. خلق كل شيء بقدر، فاقتدوا
بسيرة نبيكم واسلكوا سبيل من سلك
من خياركم لتنالوا الحظ الأوفر، فمن اقتدى
نبيه وصحبه اهتدى ومن خالفهم طغى.
وصار سبيء القمر حفظنا الله وإياكم من
الإثم والعدوان. وتجاوز عن ذنوبنا وذنوبكم
ورحمنا ورحمكم يوم العرض الأكبر.
بارك الله لنا ولكم في القرآن العظيم و
إياكم بالآيات والذكر الحكيم. إنه
تعالى جواد قديم ملك بر رؤف رحيم

تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

ماہ صفر کے دوسرے جمعہ کا وعظ

غفلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِی الْمَجْدِ وَالْعُلٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْمُصْطَفٰی۔ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بَرَرَةِ التُّقٰی۔

اَمَّا بَعْدُ

حضرات! پچھلے جمعہ میں میں نے حضرت موسٰی علیہ السلام کا ذکر پاک شروع کیا تھا۔ اور بتایا تھا۔ کہ فرعونیوں نے جب حضرت موسٰی علیہ السلام کی تبلیغ سے فائدہ نہ اٹھایا اور وہ کفر سے باز نہ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سیلاب کا عذاب نازل کیا۔ اور جب وہ سیلاب حضرت موسٰی علیہ السلام کی دعا سے اٹھا لیا گیا۔ اور اس پانی سے فرعونیوں کی کھیتیاں سرسبز ہوگئیں۔ تو وہ لوگ بجائے اس کے کہ اپنے وعدے کے مطابق حضرت موسٰی علیہ السلام پر ایمان لے آتے اپنے وعدے سے پھر گئے۔ اور موسٰی علیہ السلام سے کہنے لگے۔ کہ ہم آپ پر ایمان ہرگز نہ لائیں گے۔ جو کرنا ہے کر لو۔

بھائیو! یہ کس قدر غفلت ہے۔ کہ عذاب دیکھ کر توبہ کر لینا۔ اور نیک بننے کے وعدے کر لینا۔ اور عذاب ٹل جائے تو پھر، ع

وہی ہے چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے

چنانچہ ۱۹۶۷ء میں رمضان شریف کے مہینہ میں جو زلزلہ آیا تھا۔ اس کے متعلق راولپنڈی کی ایک خبر اخبارات میں آئی تھی۔ کہ لوگوں نے ڈر کر بلیک کرنا

چھوڑ دیا ہے ۔ کم تولنا ۔ اور چیزوں میں ملاوٹ کرنا چھوڑ دیا ہے ۔ اور دودھ میں پانی ڈالنا چھوڑ دیا ہے ۔ مگر یہ سب باتیں وقتی طور پر تھیں ۔ زلزلہ آیا گذر گیا ۔ اور دلوں پر خوفِ خدا وقتی طور پر طاری ہوا ۔ اور پھر وہی حال ۔ کیوں صاحب ! یہ کس قدر غفلت اور ناعاقبت اندیشی ہے ۔ عذاب کے وقت جن باتوں سے توبہ کی جاتی ہے ۔ مزہ تو جب ہے ۔ کہ عذاب ٹل جانے کے بعد بھی اس بات پر قائم رہا جائے ۔ اور خدا تعالیٰ کی گرفت سے ہر وقت ڈرا جائے ۔

خدا کا خوف

حضرات ! یہ حقیقت ہے ۔ کہ دلوں میں اگر خدا کا خوف ہو تو کبھی کوئی بلیک نہ کرے ۔ رشوت نہ لے ۔ خیانت نہ کرے کم نہ تولے ۔ اور غبن نہ کرے ۔ بھائیو ! دنیا اس طور سے کماؤ ۔ کہ دین برباد نہ ہونے پائے ۔

علماء کی تبلیغ

آج کل علماء کرام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ترقی نہیں کرنے دیتے ۔ دنیا نہیں کمانے دیتے ۔ بس یہی تبلیغ کرتے رہتے ہیں ۔ کہ نماز پڑھو ۔ روزہ رکھو ۔ یہ کھاؤ اور یہ نہ کھاؤ ۔ یہ حرام ہے ۔ یہ ناجائز ۔

بھائیو ! علماء کرام تمہیں دنیا کمانے سے ہرگز نہیں روکتے ۔ وہ تو تمہیں دین کی حفاظت کا درس دیتے ہیں ۔ دیکھئے ! ایک شخص کی جیب میں کچھ اشرفیاں رکھی ہوں ۔ اور وہ جیب میں پتھر بھرنے لگے ۔ اور اس حد تک بھرلے ۔ کہ جیب پھٹ جائے ۔ اور اشرفیاں گرنے لگیں ۔ تو کوئی شخص اگر اسے پتھر بھرنے سے روکے تو یقیناً وہ اس کا خیر خواہ ہے ، وہ نہیں چاہتا ۔ کہ ان پتھروں کے بوجھ سے اس کی اشرفیاں جیب سے گر جائیں ۔ اسی طرح میرے بھائیو ۔ بلیک و رشوت اور خیانت کرنے والوں نے گویا دنیا کے پتھر اس صورت میں بھرنے شروع کر رکھے ہیں ۔ کہ دینی جیب پھٹ کر ایمانی اشرفیاں گرنے لگی ہیں ۔ تو علماء کرام کی تبلیغ یہ ہے ۔ کہ نادانو ! ان دنیوی پتھروں کے لالچ میں اپنی اپنی اشرفیوں کو کیوں گنوا رہے ہو ۔ بھائیو ! سچ بتانا ۔ کہ یہ علماء کرام کی خیر خواہی ہے ۔ یا بدخواہی ؟

افسوس کہ آج کل اشرفیوں کی قدر باقی نہ رہی۔ اور پتھروں کی پوجا ہو رہی ہے پتھر پڑیں ایسی عقل پر۔

بھائیو! علماء کرام تمہارے خیر خواہ ہیں۔ ان کی باتیں چاہے تمہیں کڑوی معلوم ہوں۔ لیکن ہیں مفید۔ دوائی کڑوی بھی ہو تو فائدہ کے لیے پینی ضروری چاہئے

حکایت حضرت ! مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک گھوڑا سوار کہیں جا رہا تھا۔ کہ راستہ میں اس نے ایک آدمی کو دیکھا۔ جو بے خبر سو رہا تھا۔ منہ اس کا کھلا ہوا تھا۔ گھوڑے سوار نے دیکھا۔ کہ ایک چھوٹا سا سانپ دوڑتا ہوا آیا۔ اور وہ اس سوئے ہوئے آدمی کے منہ میں بل سمجھ کر گھس گیا۔ سوئے ہوئے آدمی کو کوئی خبر نہ تھی کہ میرے اندر سانپ چلا گیا ہے۔

گھوڑے سوار نے یہ ماجرا دیکھا۔ تو وہ فوراً گھوڑے سے اترا۔ اور سے

چند مکے غافل و ناداں کے ا
خوب گدی پر لگائے تان کے

سوئے ہوئے نے جو مکے کھائے، تو گھبرا کر اٹھا۔ گھوڑے سوار نے اسے اور بھی مارنا شروع کیا۔ وہ اس بلائے ناگہانی کو دیکھ کر بھاگا۔ تو یہ اس کے پیچھے دوڑا سے

واں سے بھاگا کھا کے مکے شور بخت
متصل ہی سیب کے تھے کچھ درخت
اس جگہ ٹھیرا وہ جاکر اس نے بھے!
اس کو فرصت سانس لینے کی نہ دی
یہ کہا اس کو کہ اب اے نیک پے
خیر اپنی گر تجھے منظور ہے ! !
جس قدر یہ سیب ہیں تو سب ہی کھا

ورنہ کرتا ہوں میں سر تن سے جدا
چند کے اور گدھے پہ رسید
جب کیے تو رو پڑا وہ نارشید
کھاتے کھاتے سیب جب وہ تھک گیا
اور نہ منہ سے لقمہ چل سکا
یہ کہا اس نے کہ اچھا دوڑ اب
دم نہ لیجو ایک ساعت تا بہ شب
یہ کہا اس نے بعجز و انکسار!
رحم کر مجھ پر کہ اب حالت ہے زار
فہم میں آتی نہیں کچھ میرے بات
تھی عداوت کب سے تجھ کو میرے ساتھ
اس طرح دیتا ہے کیوں مجھ کو عذاب
پر دیا سن کے نہ اس نے کچھ جواب
جب کبھی وہ ٹھہرتا تھا لحظہ بھر
یہ لگاتا درّہ اس کی پشت پر
الغرض آخر کو پٹ کے زور سے
قے لگا کرنے نہایت زور سے
قے جو آئی دفعتہً یکبارگی
سانپ بھی آیا نکل یکبارگی
دیکھ کر آنکھیں کھلیں نادان کی
تب وہ سمجھا نیت اس کی نیک تھی

بھائیو! سمجھے آپ! کہ اس گھوڑے سوار کی یہ ساری مار پیٹ اس آدمی کے لیے باعث رحمت ہی تھی۔ وہ آدمی تو یہی سمجھتا رہا۔ کہ یہ میرا دشمن ہے

مگر وہ دشمن نہ تھا۔ خیر خواہ تھا۔ اسی طرح بھائیو! علماء کرام تمہارے دشمن نہیں۔ خیر خواہ ہیں۔ ان کی سختیوں کو برا مت سمجھو۔ مولانا روم نے یہ حکایت لکھ کر یہ سبق دیا ہے کہ ؎

باپ اور استاد گر سختی کریں
اور سخت و سست بھی تجھ کو کہیں
گو بری لگتی ہے یہ سختی اس آن
حق میں اپنے اس کو تو اکسیر جان

ہاں تو فرعونیوں نے جب دیکھا کہ یہ پانی تو ہمارے لیے رحمت ثابت ہوا ہے۔ اور ہماری کھیتیاں خوب ہری بھری ہو گئی ہیں۔ تو وہ اپنے عہد سے پھر گئے۔ اور بکنے لگے۔ اے موسیٰ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جو کرنا ہے کر لو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی جلال میں آگئے۔ اور ان کے لیے پھر بددعا فرما دی۔ اور ایک مہینہ عافیت سے گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر ٹڈی دل کا عذاب بھیج دیا۔

ٹڈی دل کا عذاب

ان ٹڈیوں نے فرعونیوں کی ساری کھیتیاں، درختوں کے پھل، حتیٰ کہ فرعونیوں کے مکانات کے دروازے اور چھتیں بھی کھالیں۔ بھائیو! اللہ کا عذاب آجائے تو پھر اسے کون ٹال سکتا ہے ٹڈی بظاہر ایک معمولی سا جانور ہے۔ مگر جب اس کا بے پناہ لشکر فضا میں چھا جاتا ہے۔ تو سورج کو بھی چھپا لیتا ہے۔ ہزاروں ۔ لاکھوں ۔ اور کروڑوں کی تعداد میں آجاتی ہیں۔ اور سب کچھ کھا جاتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان سائنس میں بے پناہ ترقی پا لینے کے باوجود بھی بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ جب یہ عذاب فرعونیوں پر چھا گیا۔ اور ان کا سب کچھ کھا گیا۔ تو اب پھر وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور لگے گڑگڑانے، اور التجا کرتے۔ کہ اے موسیٰ! ہمیں اس عذاب سے بچائیے۔

بارگاہِ رسالت میرے بھائیو! دیکھ لو — فرعونیوں کا بھی یقین یہی تھا کہ بلا اگر ٹلے گی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے حضور حاضر ہونے سے۔ اور یہ ان کی حاضری ان کی غلطی یا شرک نہ تھی۔ اگر شرک ہوتی تو رب کا جلالت مآب پیغمبر موسیٰ (علیہ السلام) خاموش رہتا؟ حاشا وکلاّ ہرگز نہیں۔ مگر بھائیو! حقیقت ہی یہ ہے کہ خدا سے کچھ پانے کے لیے اس کے بھیجے ہوئے رسول ہی کے پاس جانا پڑتا ہے اور رب کے رسول کے پاس جانا غیر خدا کے پاس جانا نہیں ہے۔ اس لیے کہ رب کی جملہ عطائیں اس کے رسول ہی کے ہاتھوں ہوتی ہیں۔

ہاں تو فرعونیوں پر جب ٹڈی دل کا عذاب آگیا۔ اور وہ سب کچھ کھا گئیں۔ تو پھر یہ گھبرائے۔ اور ناچار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ یا حضرت ایک بار اور کرم فرمایئے۔ اور ٹڈی دل کا عذاب بھی دور کر دیجئے۔ اب ہم پختہ عہد کرتے ہیں۔ کہ اگر اس دفعہ ہم عذاب سے بچ گئے۔ تو آپ پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی یہ درخواست پھر منظور کر لی۔ اور ان پر سے یہ عذاب بھی ٹل جانے کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ٹڈی دل کا عذاب بھی دور فرمایا۔

دوستو! یہ فرعونی کچھ ایسی غفلت و ناعاقبت اندیشی کا شکار ہوئے۔ کہ عذاب ٹل جانے کے بعد پھر اپنے عہد سے پھر گئے۔ اور کہنے لگے۔ اے موسیٰ! ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بدعہدوں کی یہ روش دیکھ کر ان کے لیے پھر بددعا فرما دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر۔

جوئیں جوؤں کا عذاب نازل فرما دیا۔ یہ جوئیں فرعونیوں کے جسموں میں گھس کر ان کے جسموں کو کاٹتیں۔ اور ان کے کھانے میں بھر جاتیں اور گھن کی شکل میں ان کی گیہوں کی بوریوں میں پھیل کر ان کی گیہوں کو تباہ کرتے

لگیں۔ اگر کوئی دس بوری گندم چکی پر لے جاتا تو تین سیر واپس لاتا۔ اور فرعونیوں کے جسموں پر اس کثرت سے چلنے لگیں۔ کہ ان کے بال بھویں۔ پلکیں چاٹ کر جسم پر چیچک کے داغ کر دیئے۔ اور انہیں سونا دشوار کر دیا۔

بھائیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ اور غفلت کی نیند سے بیدار ہونا چاہیے۔ اللہ بڑی قوت کا مالک ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے وہ چاہے تو اپنی ذلیل ترین مخلوق سے انسان کو ہلاک کر ڈالے۔ فرعونی بڑے غرور و نخوت میں تھے۔ مگر ان جوؤں نے ان کا ناک میں دم کر دیا۔ اور یہ عاجز آ گئے۔

فرعونیوں پر جوؤں کا عذاب نازل ہوا۔ اور وہ عاجز آ گئے۔ تو ایک بار پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ اے موسیٰ! ایک بار ہمیں اور مہلت دیجئے۔ ہم پکا وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اب ہم ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر ان کے لیے دعا کی۔ اور ان سے یہ عذاب بھی ٹل گیا مگر حضرات! کافروں کی ڈھٹائی دیکھئے کہ وہ پھر بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہے، اور کہنے لگے۔ کہ ہم کوئی ایمان و یمان نہ لائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بد دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مینڈکوں کا عذاب نازل فرما دیا۔ اور

مینڈک حال یہ ہوا۔ کہ ان میں سے جو آدمی بیٹھتا تھا۔ اس کی گود مینڈکوں سے بھر جاتی۔ بات کرنے کے لیے منہ کھولتا۔ تو مینڈک کود کر منہ میں پہنچ جاتا۔ ہانڈیوں میں مینڈک۔ کھانوں میں مینڈک اور چولھوں میں مینڈک بھر جاتے تھے۔ اور آگ بجھ جاتی تھی۔ لیٹتے تو مینڈک اوپر سوار ہو جاتے۔ اس مصیبت سے فرعونی رو پڑے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس روتے ہوئے پھر پہنچے۔ اور کہنے لگے۔ اے اللہ کے پیغمبر! ہمیں اپنے اللہ کے عذاب سے بچائیے، ایک مرتبہ اور مہلت دے اور یقین فرما۔ کہ اب ہم کبھی اپنے عہد سے نہ پھریں گے۔

بھائیو! ان کم بختوں کی بار بار کی عہد شکنی دیکھئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر (علیہ السلام) کی مہربانی دیکھئے۔ کہ ہر بار کرم ہی فرماتے ہیں۔ اور مہلت دیئے جاتے ہیں۔ مگر تابہ کے؟ آخر ایک دن پھر ہلاکت کا بھی آہی جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی التجا ایک مرتبہ پھر قبول فرمالی۔ اور دعا کر کے مینڈکوں کا عذاب بھی ان سے دور فرمادیا۔ میرے بھائیو! اب تو حد ہی ہوگئی۔ کہ ان کافروں نے اپنے عہد کا پھر بھی خیال نہ کیا۔ اور وہ ظالم پھر اپنے عہد سے پھر گئے۔

خون ہی خون

حضرات! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ پھر دعا فرمائی۔ تو ایک اور ہولناک عذاب ان پر نازل ہوا اور وہ یہ کہ تمام کنوؤں کا پانی نہروں کا اور چشموں کا پانی۔ دریائے نیل کا پانی۔ غرض ہر پانی ان کے لیے تازہ خون بن گیا۔ اور وہ اس نئی مصیبت سے بہت ہی پریشان ہوئے۔ جو پانی بھی اٹھاتے۔ ان کے لیے خون بن جاتا۔ اور قدرت خدا کا کرشمہ دیکھئے۔ کہ بنی اسرائیل کے لیے پانی پانی ہی تھا۔ مگر فرعونیوں کے لیے ہر پانی خون بن گیا تھا۔ آخر تنگ آکر فرعونیوں نے - - - - بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر ایک ہی برتن سے پانی لینے کا ارادہ کیا۔ تو جب بنی اسرائیل نکالتے تو پانی نکلتا اور جب فرعونی نکالتے تو اسی برتن سے خون نکلتا۔ یہاں تک کہ فرعونی عورتیں پیاس سے تنگ آکر بنی اسرائیل کی عورتوں کے پاس آئیں۔ اور ان سے پانی مانگا تو وہ پانی کے برتن میں آتے ہی خون بن گیا۔ تو فرعونی عورت کہنے لگی۔ کہ تو اپنے منہ میں لے کر میرے منہ میں کلی کردے۔ جب تک وہ پانی بنی اسرائیل کی عورت کے منہ میں رہا۔ پانی تھا۔ اور جب فرعونی عورت کے منہ میں پہنچا تو خون بن گیا فرعون خود پیاس سے لاچار ہوا۔ تو اس نے تر درختوں کی رطوبت چوسی۔ وہ رطوبت منہ میں پہنچتے ہی خون بن گئی۔

حضرات! فرعونیوں کے لیے جب ہر پانی خون بن گیا۔ تو وہ لوگ پھر ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور ایک مرتبہ پھر انہوں نے

عہد کیا۔ کہ ایک مرتبہ اور مہلت دیجئے۔ ہم آپ پر ضرور ایمان لائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر دعا کی۔ اور یہ عذاب بھی ٹل گیا مگر برا ہو فرعونیوں کی غفلت وضد کا اور ان کے کفر کا کہ وہ لوگ پھر اپنے عہد سے پھر گئے۔ اور کہنے لگے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی جلال میں آ گئے۔ اور ان کے ایمان سے مایوس ہو کر یہ بددعا فرما دی۔ کہ

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ۔ (پ ۱۱ ع ۱۴)

"اے رب ہمارے ان کے مال برباد کر دے۔ اور ان کے دل سخت کر دے۔ کہ ایمان نہ لائیں۔ جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں"

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول ہو گئی۔ اور خدا نے حکم دیا۔ کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات شہر سے نکل جائیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سب بنی اسرائیل کو عورتوں بچوں سمیت لے کر راتوں رات ہی نکل گئے۔ فرعونیوں کو پتہ چلا۔ تو وہ ان کا تعاقب کرنے کے لیے فرعون کی سرکردگی میں نکلے۔ فرعونیوں کی تعداد بنی اسرائیل سے دوگنی تھی۔ صبح ہوتے ہی فرعون کے لشکر نے بنی اسرائیل کو پا لیا۔

بنی اسرائیل نے دیکھا کہ پیچھے فرعون معہ لشکر کے آ رہا ہے۔ اور آگے بھی دریا آ گیا ہے۔ تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک دریا پر مارا۔ تو دریا پھٹ گیا۔ اور اس میں بارہ راستے ظاہر ہو گئے اور بنی اسرائیل ان راستوں سے دریا سے پار ہو گئے۔ اور جب فرعون مع لشکر کے کنارے پر پہنچا۔ تو وہ بھی ان راستوں کو دیکھ کر اس راہ پر چل پڑے۔ جب فرعون اور اس کا لشکر ان بارہ راستوں میں داخل ہو گیا۔ تو خدا نے دریا کو حکم دیا کہ وہ مل جائے۔ اور ان سب کو غرق کر دے۔ چنانچہ دریا فوراً مل گیا۔ اور فرعون اپنے عظیم لشکر سمیت دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہو گیا۔

بھائیو! حد سے زیادہ کفر و سرکشی کا انجام بے حد ہولناک ہوتا ہے۔ اور اس دنیا میں بھی ہلاکت و بربادی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور آخرت میں بھی ابدی عذاب میں رہنا پڑتا ہے۔ اس لیے ہم سب کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد ان ارشادات پر عمل کریں۔ تاکہ ہر قسم کے عذاب سے ہم بچ جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اس کے بعد دوسری اذان اور

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْجَلِيْلِ۔ اَلَّذِيْ بَعَثَ عَلَيْنَا رُسُلًا وَّاَنْبِيَاءَ وَاَوْضَحَ لَنَا السَّبِيْلَ۔ نَحْمَدُهٗ حَمْدًا كَثِيْرًا وَّنَشْكُرُهٗ شُكْرًا جَمِيْلًا عَلٰى اَنْ جَعَلَنَا مِنْ اُمَّةِ حَبِيْبِهٖ وَصَفِيِّهٖ وَخَيْرِ خَلْقِهِ الْمَوْصُوْفِ بِالْكَرَامَةِ وَالتَّبْجِيْلِ۔ اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ تَفَرَّدَ بِوَحْدَانِيَّتِهٖ وَتَنَزَّهَ عَنِ النَّظِيْرِ وَالْمَثِيْلِ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُخْتَصُّ بِفَصْلِ الْخِطَابِ

وَفَضْلِ التَّنْزِيْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ
وَصَحْبِهٖ وَسَلَكَ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔

اَمَّا بَعْدُ

يَا ابْنَ اٰدَمَ يَا غَرِيْبَ الدُّنْيَا عَابِرَ سَبِيْلٍ كُنْ
فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ كَعَابِرِ سَبِيْلٍ اِلٰى مَتٰى
هٰذَا التَّوَانِيْ اِلٰى مَتٰى هٰذَا التَّعْلِيْلُ مَا يَمْضِيْ
زَمَانٌ اِلَّا وَيَنْقُصُ فِيْهِ عُمُرُكَ وَيَقْرُبُ مِنْكَ
اَجَلُكَ وَمَا بَقِيَ مِنَ الْعُمُرِ اِلَّا قَلِيْلٌ۔ اَمَا تَعْلَمُ
اَنَّ الدُّنْيَا كَاَحْلَامِ نَوْمٍ اَوْ ظِلٍّ زَائِلٍ۔ اَوْ
سَنَادٍ مَائِلٍ۔ اَوْ سَمٍّ قَاتِلٍ كَمْ قَتَلَتْ مِنْ
قَبِيْلٍ اَمَا تَعْلَمُ مَا سَيَمُرُّ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰفَاتِ
وَالسَّكَرَاتِ عِنْدَ الرَّحِيْلِ ۔ كَيْفَ بِكَ اِذَا
اَحَاطَتْكَ سَكَرَاتُ الْمَوْتِ۔ وَوَصَلَتْ اِلَيْكَ
شَدَائِدُ الْفَوْتِ ۔ وَحَضَرَتْكَ الْمَلٰٓئِكَةُ
الْمُنَادُوْنَ بِالرَّحِيْلِ ۔ فَاِذَا ارْتَحَلْتَ عَجَّلَ فِيْ

تُكَفِّنُكَ وَتَدْفِنُكَ كُلُّ حَبِيْبٍ وَّخَلِيْلٍ
وَّاَنْتَ تُنَادِيْهِمْ اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِيْ اِلٰى دَارِ الْوَحْشَةِ
دَارِ الْغُرْبَةِ. اَيْنَ تَتْرُكُوْنَنِيْ فِيْ بَيْتِ الْحَسْرَةِ وَّ
الظُّلْمَةِ۔ وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ وَيَهْتَمُّوْنَ بِالتَّعْجِيْلِ
فَاِذَا اَقْبَرَكَ الْاَصْحَابُ وَوَلّٰى عَنْكَ الْاَحْبَابُ
اَتَاكَ مَلَكَانِ اَسْوَدَانِ اَزْرَقَانِ فَظَّانِ غَيْظَانِ
فَيَسْاَلَانِكَ عَنْ دِيْنِكَ وَعَنْ نَبِيِّكَ وَعَنْ
رَبِّكَ الْجَلِيْلِ فَاِنْ اَجَبْتَهُمْ بِالصَّوَابِ. ظَفِرْتَ
بِالثَّوَابِ وَاِنْ زَلَّتْ لِسَانُكَ عَذَّبُوْكَ
بِالْعَذَابِ الْوَبِيْلِ فَالْعَجَبُ مِنْكَ كُلَّ
الْعَجَبِ يَا مِسْكِيْنُ اَنْتَ مَعَ ذٰلِكَ مُنْهَمِكٌ
فِي اللَّذَّاتِ وَمُصِرٌّ عَلَى السَّيِّئَاتِ وَالْقَلْبُ
مِنْكَ عَلِيْلٌ. فَاِنَّ وَرَاءَكَ عُقُوْبَاتٍ وَّ
مَصَائِبَ وَنَارٌ لَهَا دَوِيٌّ وَّشَعِيْلٌ. نَارٌ
تَنْزِعُ اللَّحْمَ وَتَخْرِقُ الْجَسَدَ كُلَّمَا

فَضِجَتْ جُلُوْدُ اَهْلِ النَّارِ. بُدِّلُوْا جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ الْوَبِيْلَ. فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَكْثُرُ الْبُكَآءُ وَالنَّحِيْبُ. تَعُمُّهُمُ النَّارُ وَاللَّهِيْبُ وَيَكُوْنُ الْعَزِيْزُ فِي الدُّنْيَا كَالْعَبِيْدِ الذَّلِيْلِ. فَحِيْنَئِذٍ تَتَأَسَّفُ كُلَّ الْاَسَفِ. وَلَا يَنْفَعُ مِنْكَ الْاَسَفُ. وَدَمْعُكَ عَلٰى خَدَّيْكَ يَسِيْلُ تَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا. وَقُوْلُوْا مِنْ خَالِصِ الْفُؤَادِ يَا اَللّٰهُ يَا سَتَّارُ يَا جَمِيْلُ اِغْفِرْ لَنَا وَعَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا وَنَجِّنَا مِنْ كُلِّ كَرْبٍ وَّتَعَبٍ وَّهَمٍّ ثَقِيْلٍ. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ. اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ مَلِكٌ قَدِيْمٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

ماہ صفر کے تیسرے جمعہ کا وعظ

ہدایت و ضلالت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرٰتٍ ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ (پ ۲۲ ع ۱۴)

"تو وہ کیا جس کی نگاہ میں اس کا برا کام آراستہ کیا گیا۔ کہ اس نے بھلا سمجھا۔ ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا۔ اس لیے اللہ گمراہ کرتا ہے، جسے چاہے۔ اور راہ دیتا ہے۔ جس کو چاہے تو تمہاری جان ان پر حسرتوں میں نہ جائے۔ اور اللہ کو معلوم ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔"

حضرات ! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت و ضلالت کا ذکر فرمایا ہے ۔ اس دنیا میں بڑے بڑے بد عقیدہ و بد عمل لوگ بھی ہیں ۔ جو اپنی برائیوں کو برا نہیں بلکہ اچھا سمجھتے ہیں ۔ اور باوجود بد عقیدگی و بد عملی کے وہ لوگ عیش و عشرت میں نظر آتے ہیں ۔ بظاہر انہیں کوئی تکلیف نظر نہیں آتی ۔ اور ایمان والے اس دنیا میں رنج و کلفت اور کئی قسم کی پریشانیوں میں بھی نظر آتے ہیں ۔ اس صورت حال سے ایک شبہ پیدا ہو سکتا تھا ۔ کہ شاید ان لوگوں کی بد عقیدگی و بد عملی اللہ کو پسند ہے (معاذ اللہ) اور وہ ایمان والوں سے اچھے ہیں ۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اس شبہ کا ازالہ فرمایا ہے ۔ اور فرمایا ہے ۔ کہ یہ بد عقیدہ و بد عمل افراد جو اپنی برائیوں کو اچھا سمجھتے ہیں ۔ ایمان والوں کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں ؟ وہ لوگ تو خدا کے راندے ہوئے اور پنجۂ شیطان میں گرفتار ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے سب برے کاموں کو جانتا ہے ۔

گناہ

بھائیو ! گناہ ایک ایسی چیز ہے ۔ جس سے دین و ایمان کے برباد ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے ۔ جس وقت بندہ خدا کی بے فرمانی کرتا ہے ۔ تو اس کی تاثیر سے اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے پھر اگر وہ تائب ہو کر وہ گناہ بخشوا لے ۔ تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے ۔ ورنہ نہیں ۔ اس کے بعد پھر اگر وہ کوئی اور گناہ کرے ۔ تو وہ نقطہ اور بھی پھیل جاتا ہے ۔ حتیٰ کہ ہوتے ہوتے اس کا سارا ہی دل سیاہ ہو جاتا ہے ۔[1] پھر اسے کوئی بھی گناہ گناہ معلوم نہیں ہوتا ۔ بے خوف ہو کر گناہوں کی دنیا میں رہنے لگتا ہے ۔ اور بڑے بڑے گناہوں کو بھی وہ ہیچ سمجھتا ہے ۔ بلکہ پھر وہ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۔ کے مطابق اپنے برے عمل کو اچھا سمجھنے لگتا ہے ۔ چنانچہ اس دور میں دیکھ لیجئے ۔ لوگ اپنی بد عملیوں کو ثقافت و آرٹ کا نام دے کر اس کی تشہیر کرتے ہیں ۔ اور اپنی خلاف شرع

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶

حرکات پر خوش ہوتے ہیں ۔ بھائیو! تم ان کی ان بدعملیوں اور پھر ان کی دُنیوی خوشحالی کو دیکھ کر یہ مت سمجھو ۔ کہ وہ عند اللہ بھی اچھے ہیں ۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں ایسے لوگ گمراہ ہی ہیں ۔ اور گناہوں کے متواتر ارتکاب کے باعث اس درجہ تک پہنچ گئے ہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہدایت کے دروازے بند کر ڈالے ہیں اور گویا انہیں فرمایا گیا ہے ۔ کہ گمراہ ہوتے ہو تو ہو جاؤ ۔ پھر ہم بھی تمہیں ہدایت نہ دیں گے ۔ اور جو لوگ ایسے نہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان پر خوش ہے ۔ اور ان کے لیے ہدایت کے دروازے کھلے ہیں ۔

مومن کی شان

حضرات! مومن کی یہ شان ہے ۔ کہ وہ برائی و بھلائی میں خوب تمیز کرتا ہے ۔ اور برائی سے دور بھاگتا ہے ۔ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ صحت ایمان کی کیا علامت ہے ۔ تو ارشاد فرمایا ۔ اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَآءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ ۔ جب تمہاری نیکی تمہیں خوش کرے ۔ اور تمہاری برائی تمہیں غمگین کر دے ۔ تو تم سچے مومن ہو ۔" اس حدیث پاک کے مطابق مومن وہ ہے ۔ کہ بُرا کام اسے کانٹے کی طرح کھٹکے ۔ نیکی کر کے وہ خوش ہو اور اگر کوئی بُرائی واقع ہو جائے ۔ تو پریشان ہو جائے ۔ اور یہ پریشانی اس کے لیے توبہ کا باعث بن جاتی ہے ۔ اور کافروں اور بدکاروں کو اگرچہ وہ کیسے ہی بُرے ۔ سے بُرے کام کرتے چلے جائیں کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا ۔ اور وہ سمجھتے ہی نہیں ۔ کہ ہم بُرا کام کر رہے ہیں ۔ اور اس عدم شعور سے وہ لوگ توبہ کر لینے سے محروم رہ کر اپنی عاقبت برباد کر لیتے ہیں ۔

میرے بزرگو! اور عزیزو! آج کل بدعقیدگی بھی عام ہے ۔ اور دیکھ لیجئے بعض بے ادب و گستاخ اپنے اقوال اور اپنی تحریرات کو جو سراسر ادب و ایمان کے منافی ہیں ۔ عین ایمان بتاتے ہیں ۔ اور نہیں سمجھتے ۔ کہ یہ جو کچھ ہم نے کہا یا لکھا ۔ دین و ایمان کے منافی ہے ۔ اور یہ بھی قدرت کی طرف سے ایک سزا ہے ۔ کہ نہ یہ بدعقیدگی کو بدعقیدگی سمجھیں ۔ اور نہ توبہ کر کے عذاب اخروی سے بچ سکیں ۔

مواخذہ حضرات! بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ صاحب! فلاں کام اگر بُرا ہے۔ تو کرنے والے کو کچھ ہوتا کیوں نہیں، وہ پکڑا کیوں نہیں جاتا۔ اور وہ مزے میں کیوں ہے۔ بھائیو! جو بُرا کام ہے بُرا ہی ہے اور یہ کچھ ضروری نہیں۔ کہ اگر گناہ آج کیا ہو۔ تو مواخذہ بھی آج ہی ہو جائے۔ دیکھئے۔ اگر کوئی شخص کچی روٹی بارہ بجے کھائے۔ تو یہ ضروری نہیں کہ اسے پیٹ درد بھی اسی وقت شروع ہو جائے۔ حالانکہ کچی روٹی کھانے سے پیٹ میں درد ہونے لگتی ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ درد اسی وقت شروع نہیں ہوئی۔ تو شام تک ہونے لگے۔ یا دوسرے روز ہونے لگے۔ بد عقیدہ و بد عمل افراد اگر اس دنیا میں نہیں۔ تو قیامت کو تو یقیناً پکڑے ہی جائیں گے۔ اور اس دنیا میں بھی بعض اوقات اعمالِ بد کا اثر نظر آنے لگتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہر بات میں حکمت ہے۔ کبھی ہاتھ در ہاتھ سزا مل جاتی ہے۔ کبھی دیر سے گرفتاری ہوتی ہے۔ فرعون نے چار سو سال تک خدائی کا دعویٰ کیا۔ لیکن سر میں کبھی درد بھی نہیں ہوا۔ اور پکڑا گیا۔ تو اس طرح کہ بیڑہ ہی غرق ہو گیا ــــ مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

تو مشو مغرور بر حلمِ خدا
دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

بھائیو! اس دنیا میں کافر و بد عمل لوگ اگر خوشحال بھی نظر آئیں۔ اور مومن اگر مصائب و آلام میں بھی نظر آئیں۔ تو یہ ایسی بات نہیں، کہ اس سے بد دل ہوا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو کچھ ایسا ہی خیال پیدا ہوا تھا۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ کفار و مشرکین اللہ کے دشمن تو عیش و آرام میں ہیں۔ اور ہم تنگی و مشقت میں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِى الْبِلَادِ ۔ پ۴ ع ۱۱)

اے سننے والے کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا تجھے دھوکا نہ دے۔ ۱۲

یعنی یہ کافر جو عیش وعشرت اور بڑی خوشحالی میں شہروں میں پھرتے نظر آتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ انجام ان لوگوں کا خراب ہے۔ لہٰذا مومنوں کو راضی برضاء الٰہی رہنا چاہیئے۔ اور جو کچھ انہیں رنج وغم پونچے اسے خزانہ جنت سمجھیں۔
بھائیو! ہمارے بزرگوں کے حالات میں ایسے ایسے بھی واقعات نظر آتے ہیں۔ کہ جس روز ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی تھی وہ سمجھتے۔ کہ آج اللہ ہم سے خفا ہے۔ کیونکہ آج کوئی نعمت اس نے نہیں بھیجی۔ ؎

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاکِ تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو تیغ آزمائی

فرعون کو ساری عمر سر درد بھی نہیں ہوا۔ اور اس میں بھید یہ تھا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں نالہ و فریاد نہ کرے۔ اور مستحق ثواب وبخشش نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ کہ وہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو تو پورا پورا اجر عقبیٰ میں ملے گا۔ لیکن کفار کو صرف دنیا ہی میں مل جاتا ہے۔ اسی واسطے وہ دنیا میں خوشحال نظر آتے ہیں۔ اسی لیے فرعون کو عمر بھر سر درد بھی نہیں ہوا۔ ؎

در ہمہ عمرش ندید او دردِ سر　　تا ننالد با خدا آں بدگہر
داد او را جملہ ملکِ ایں جہاں　　تا نخواند مر خدا را در نہاں

قیدخانہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ۔

یعنی دنیا مومنوں کے لیے قیدخانہ اور کافروں کے واسطے بہشت ہے۔
مولانا رومی علیہ الرحمۃ اس حدیث کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ ؎

ہست دنیا جنت آں کفار را　　اہلِ فسق وظلم آں اشرار را
بہر مومن ہست زنداں ایں مقام　　نیست زنداں جائے عیش واحتشام

اور ایک اور بزرگ نے تو عجیب بات ارشاد فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں۔

۵ چو مرغ اندر قفس مومن بدنیاست　　وے کافر دریں چو مرغ صحراست
کہ مرغ اندر قفس البتہ قید است　　بصحرا شکل آزادی ہویداست
ازیں اکثر مصائب مومناں راست　　بہ اکثر کافراں راحت ازینجاست
وے یک نکتہ دیگر ہم دریں است　　کہ راحت در قفس ہم مومناں راست
کسے گر در قفس پرورد مرغے　　برو تیمار واجب شد ہمیں راست
خورو نوش زا یحتاج ہر شئے　　مہیا مے کند ہر چیز مے خواست
خلاف آنکہ در صحرا است آزاد　　ہم صیاد و فکر دانہ او راست
چو گوید کلمۂ توحید از صدق　　معاً در قید ایماں امن او راست
پس اینجا اند کے غوغا است درکار
کہ فرق قیدی و آزاد پیداست

فرماتے ہیں۔ کہ حدیث پاک میں جو دنیا کو مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت فرمایا گیا ہے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے۔ کہ جو جانور پنجرے میں قید ہے۔ وہ جنگلی جانور کی طرح آزاد نہیں ہوتا۔ اسی طرح مومن مصائب و آلام کی قید میں ہے۔ اور کافر جنگلی جانور کی طرح آزاد اور خوش ہیں۔ اور دوسرا ایک نکتہ یہ بھی ہے۔ کہ اس قید میں بھی مومنوں کے لیے ایک خاص راحت ہے۔ اور وہ یہ کہ جو شخص کسی جانور کو پنجرے میں پالتا ہے۔ تو وہ اس کی ہر طرح خبر رکھتا ہے۔ اس کے کھانے پینے وغیرہ کی ہر ضرورت کا وہ کفیل ہوتا ہے۔ برخلاف اس آزاد جانور کے جو جنگلوں میں اڑتا پھرتا ہے۔ کہ اسے اپنے دانہ کی فکر الگ رہتی ہے۔ اور شکاری سے بچنے کی فکر الگ۔

اسی طرح مومن جب کلمہ پڑھ لیتا ہے۔ تو معاً ایمان کے پنجرے میں بند ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی اس کی طرف خاص توجہ ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی محافظت فرماتا ہے۔ برخلاف کافر کے کہ وہ آزاد ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نظر خاص کا کبھی مورد نہیں بنتا۔ سبحان اللہ کیا اچھا نکتہ بیان فرمایا ہے۔

سرائے

بھائیو! جو دانا ہیں۔ وہ اس دنیا کو محض ایک سرائے سمجھتے ہیں اور یہاں کی زندگانی مثل مسافروں کے جانتے ہیں۔ ؎

کیا ہے دنیا اک سرائے نابکار

جس میں رہتے ہیں مسافر بے شمار

پس اے بھائیو! اس دنیا میں مثل مسافروں کی رہو۔ اور اپنی عاقبت کی فکر کرو

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اس کے بعد دوسری اذان اور

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى حِلْمِهٖ بَعْدَ عِلْمِهٖ۔ وَعَلٰى عَفْوِهٖ بَعْدَ قُدْرَتِهٖ۔ يَطَّلِعُ عَلَى الْعُصَاةِ وَهُمْ فِىْ مَعَاصِيْهِمْ فَيَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَلَيَسْتُرُ عُيُوْبَهُمْ وَهُوَ كَثِيْرُ الْغُفْرَانِ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔ وَهَدَاهُ بِاَرْسَالِ الْاَنْبِيَآءِ وَالرُّسُلِ ذَوِى الْعَزْمِ وَالشَّانِ۔ اَحْمَدُهٗ عَلٰى اَنْ بَعَثَ عَلَيْنَا سَيِّدَ الْاَنْبِيَآءِ خَاتَمَ الرُّسُلِ وَاَنْزَلَ عَلَيْنَا الْقُرْاٰنَ۔ وَوَعَدَنَا بِالْمُبَشِّرَاتِ وَالْكَرَامَاتِ وَدُخُوْلِ الْجِنَانِ۔ وَنَشْكُرُهٗ شُكْرًا عَلٰى اَنْ رَفَعَ

السَّمَاءَ بِغَيْرِ عِمَادٍ وَبَسَطَ الْأَرْضَ وَوَضَعَ
الْمِيزَانَ. أَشْهَدُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَحْدَهُ لَا
ضِدَّ لَهُ وَلَا نِدَّ لَهُ وَهُوَ الْكَرِيمُ الْمَنَّانُ.
وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
لَوْلَاهُ لَمَّا كَانَ مَا يَكُونُ وَمَا كَانَ. صَلَّى اللّٰهُ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ مَا دَارَ الْقَمَرَانِ.

أَمَّا بَعْدُ

فَيَا أَيُّهَا الثَّقَلَانِ. مِنْ بَنِي الْإِنْسِ وَالْجَانِّ
اُنْظُرُوْا إِلٰى هٰذَا الزَّمَانِ. زَمَانِ شَرٍّ وَّطُغْيَانٍ
نَشْكُوا الْغَلَاءَ وَضِيْقَ الْمَعَاشِ وَالْهَوَانِ. وَ
لَا نَلْتَفِتُ إِلٰى مَا يَصْدُرُ مِنَّا مِنَ الذُّنُوْبِ وَ
الْعِصْيَانِ. قَدِ انْتَهَتْ أَشْرَاطُ السَّاعَةِ إِلٰى
نِهَايَتِهَا. وَلَمْ تَبْقَ عَلَامَةٌ مِّنْ عَلَامَاتِ
الْقِيَامَةِ إِلَّا بَلَغَتْ أَقْصَاهَا كَمَا أَخْبَرَ بِهَا
سَيِّدُ الْإِنْسِ وَالْجَانِّ. اُتُّخِذَتِ الْأَمَانَةُ مَغْنَمًا

وَالزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَلُبِسَ الْحَرِيْرُ. وَكَثُرَ الشِّرِّيْرُ. وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهٗ. وَبَرَّ صَدِيْقَهٗ وَجَفَا أَبَاهُ وَأُمَّهٗ. وَقُطِعَتِ الْأَرْحَامُ. وَظُلِمَتِ الْأَيْتَامُ. وَبَلَغَتِ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ الْعَالَةُ رِعَاءُ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَلَّتِ الدِّيَانَةُ وَرُفِعَتِ الْأَمَانَةُ وَقُبِضَ الْعِلْمُ بِمَوْتِ الْعُلَمَاءِ. وَالْتُمِسَ الْعِلْمُ عِنْدَ الْأَصَاغِرِ وَالْجُهَلَاءِ. وَارْتَفَعَ الصِّدْقُ وَكَثُرَ الْكِذْبُ. وَانْهَمَكْنَا فِي الذُّنُوْبِ وَالطُّغْيَانِ. تَدَابَرْنَا وَتَحَاسَدْنَا وَتَبَاغَضْنَا وَتَنَافَسْنَا وَكَثُرَ فِيْنَا الرِّيَاءُ وَأَكْلُ الرِّبَا وَارْتِكَابُ الزِّنَا وَسَمِعَ الْمَزَامِيْرَ وَالْغِنَا وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ بِالسِّرِّ وَالْإِعْلَانِ. فَوَاللّٰهِ حُرْمَةُ سَيِّدِ بَنِيْ عَدْنَانَ. لَغَضِبَ عَلَيْنَا الرَّحْمٰنُ. وَخَسَفَ بِنَا الْمَكَانُ. وَنَزَلَ بِنَا الْقَذْفُ وَالْمَسْخُ

وَالْخَسْفُ وَالزَّلَازِلُ وَالْهَوَانُ۔ وَلَوْلَا مَشَايِخُ رُكَّعٌ۔ صِبْيَانٌ رُضَّعٌ وَبَهَائِمُ رُتَّعٌ۔ لَعُوقِبْنَا بِاِحْرَاقِ النِّيْرَانِ۔ فَعَلَيْكُمْ بِالتَّوْبَةِ وَالْاِنَابَةِ۔ وَالتَّضَرُّعِ اِلَى اللّٰهِ بِصِدْقِ الطَّوِيَّةِ۔ لَعَلَّ اللّٰهُ يَرْحَمُنَا وَيَغْفِرُ ذُنُوْبَنَا وَيُدْخِلُنَا دَارَ الْجِنَانِ۔ وَلَا تَغْتَرُّوْا بِحِلْمِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَاِنَّهٗ تَعَالٰى شَدِيْدُ الْبَطْشِ قَوِيُّ الْاَخْذِ لَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ دُوْنَ شَيْءٍ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَانٍ۔ وَلَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَتِهٖ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الْمَنَّانُ۔ بَارَكَ اللّٰهُ وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ۔ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ مَلِكٌ قَدِيْمٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

ماہ صفر کے چوتھے جمعہ کا وعظ

موت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الَّذِیْ هُوَ سَیِّدُ الْکَائِنَاتِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ هُمْ فَازُوْا اَعْلَی الدَّرَجَاتِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ پ۴ ع۱۰

"ہر جان کو موت چکھنی ہے۔"

حضرات! اس سرائے فانی دنیا میں جو بھی آیا۔ اسے ایک دن یہاں سے جانا بھی ہے۔ یہ کوچ کا مقام ہے۔ یہاں نہ کوئی ہمیشہ رہا۔ اور نہ رہے گا۔ شاعر لکھتا ہے۔ ؎

کسی کا کندہ نگینہ پہ نام ہوتا ہے
کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرا ہے یہ دنیا کہ اس میں شام و سحر
کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں موت کا ذکر فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ہر جان کو موت چکھنی ہے۔ کوئی امیر، غریب، ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ سب نے ایک دن مرنا ہے۔ ایک عربی شاعر لکھتا ہے۔ ؎

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ کُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا

موت ایک ایسا جام ہے جو سب نے پینا ہے۔

وَالْمَوْتُ بَابٌ کُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

اور ایک ایسا دروازہ ہے جس سے سب نے گزرنا ہے۔

بھائیو! یہ انسان معدوم سے موجود کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے لباس زندگی پہنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ اور جس نے یہاں بھیجا ہے۔ وہی ارشاد فرما رہا ہے۔ کہ تم ہمیشہ کے لیے نہیں بھیجے گئے۔ ایک روز تمہیں واپس بھی آنا پڑے گا۔ مگر آہ! اس غافل انسان نے یہاں کچھ ایسا دل لگا لیا ہے۔ کہ گویا اس نے ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ مسلمانو! یہ بہت بڑی غفلت ہے۔ کہ ایک یقینی امر کی طرف بالکل ہی دھیان نہ دیا جائے۔ آج اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے۔ تو جس طرح اس کو اپنے ہلاک ہونے کا گمان ہوتا ہے اسی طرح اسے صحت کا بھی گمان ہوتا ہے۔ یونہی کوئی شخص کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو۔ تو جہاں اسے سزا پانے کا گمان ہوتا ہے۔ وہاں ساتھ ہی رہائی کا احتمال بھی ہوتا ہے۔ غرض ہر امر میں دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی فکر رہتی ہے۔ اور اسی طرف خیال لگا رہتا ہے۔ لیکن موت ایک ایسی یقینی بات ہے۔ کہ کسی شخص کو بھی تو اس میں یہ احتمال نہیں۔ کہ میں اس سے محفوظ رہوں گا۔ نہ اس سے کوئی کافر بچے گا۔ اور نہ ہی مسلمان نہ نیک نہ بد۔ توحید و رسالت اور عاقبت جیسی سچی باتوں میں منکرین نے اختلاف کر لیا۔ مگر موت کے متعلق کسی سے انکار نہ ہو سکا۔ پھر غور کیجئے۔ کہ اس قدر یقینی اور متفق علیہ مسئلہ کو ہم نے ایسا بھلا دیا ہے۔ کہ یاد دلانے پر بھی موت یاد نہیں آتی۔

قبرستان میں

دیکھئے! ہم کسی کا جنازہ پڑھنے قبرستان میں جاتے ہیں۔ تو ہنستے کھیلتے جاتے ہیں۔ اور وہاں پہنچ کر بھی بجائے موت یاد کرنے کے منڈی کے بھاؤ کی باتیں یا رشتوں ناطوں کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ اور پھر ہنستے کھیلتے ہی واپس آجاتے ہیں۔ حالانکہ وہاں جا کر ہمیں اپنا مرنا بھی یاد کرنا چاہیئے۔ ایک شاعر لکھتا ہے۔ ؎

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
کیا زمیں طوس اور کیا سرزمینِ روس ہے
گر میسّر ہو تو کیا عشرت سے گذرے زندگی
گانوں کی آواز بھی ہے اور صدائے کوس ہے

یعنی مجھے ایک بار ہوس و ہوا نے اس بات پر ابھارا۔ کہ تمہارے پاس مال و دولت ہے۔ اور عیش و عشرت کے سب سامان ہیں۔ چھوڑو مولویوں کے وعظوں اور ان بزرگوں کی نصیحتوں کو۔ اور چلو رقص و سرود کی محفلوں میں اور عیش و عشرت کی مجلسوں میں۔ شاعر کہتا ہے۔ کہ میں ہوس و ہوا کی تحریک پر اٹھنے لگا تو ؎

ناگہاں عبرت پکاری اٹھ دکھا لاؤں تجھے
اک تماشہ، جب تو قید آز کا محبوس ہے

عبرت نے میرے کان پکڑ لیے۔ اور کہا۔ کہ تم ہوس و ہوا کے قیدی بن گئے ہو۔ چلو پہلے میرے ساتھ میں تجھے ایک تماشہ دکھلاؤں۔ چنانچہ میں عبرت کے ساتھ ہو لیا۔ تو ؎

لے گئی یکبارگی گورِ غریباں کی طرف
جس جگہ جانِ تمنا ہر طرح مایوس ہے

عبرت مجھے ایک قبرستان میں لے گئی۔ اور ؎

مرقدیں دو تین دکھلا کر مجھے کہنے لگی یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

دیکھو یہ بہت بڑا بادشاہ سکندر اس قبر میں لیٹا ہے۔ یہ دارا بادشاہ کی قبر ہے۔ اور یہ بادشاہ کیکاؤس کی قبر ہے۔ یہ اتنے بڑے بڑے جابر بادشاہ آج موت کے ہاتھوں اس طرح کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہیں۔ عیش و عشرت کی مجلسوں میں جانے سے پہلے اپنا یہ آخری ٹھکانا بھی یاد کر لو۔

شاعر کے دل کی یہ حالت ہو گئی۔ کہ حرص و ہوا کی ساری باتیں دل سے نکل گئیں۔ بھائیو! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ موت کو زیادہ یاد کرو۔ (دیکھئے مشکوٰۃ شریف ص۱۳۲) اور فرمایا۔ موت سے

زندگی کو غنیمت سمجھو

پہلے زندگی کو غنیمت سمجھو (صفحہ مذکور) اور قبل اس کے کہ زبان بند ہو جائے۔ اور آنکھیں بند ہو جائیں۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ اپنے گناہوں پر استغفار کریں۔ اور آنسو بہائیں۔ کیونکہ اس زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ ؎

بعذر آوری خواہش امروز کن \
که فردا نماند مجال سخن ا

کنونت که چشمے است اشکے ببار \
زباں در دہان است عذرے بیار

نہ پیوستہ باشد رواں در بدن \
نہ ہموارہ گردد زباں در دہن

مگر ضائع بہ افسوس حیف

کہ فرصت عزیز است والوقت سیف

یعنی آج موقعہ ہے۔ کہ اے انسان تو خدا کے سامنے اپنی زلات و گناہ کے لیے عذر خواہی کرے۔ اور معافی چاہے۔ کیونکہ کل کو تو بولنے کی طاقت ہی نہ ہو گی۔ اب وقت ہے۔ کہ تو خدا کی بارگاہ میں رو رو کر اپنی آنکھوں سے عیبوں اور نافرمانیوں کی سیاہی دل سے دور کرے۔ اور دھوئے۔ اے غافل ذرا ہوش کر۔ کہ یہ تیری جان ہمیشہ کے لیے تیرے بدن میں ہرگز نہیں ہے۔

Scanned by CamScanner

نہ ہی تیرے منہ میں تیری اس زبان کو ہمیشہ کے لیے طاقت گویائی حاصل ہے۔ اپنی خدا داد عمر کو یونہی دنیا کے دھندوں میں صرف نہ کر دے اسے غنیمت جان۔ اور نیکیاں حاصل کر لے۔ پھر یہ موقعہ ہاتھ نہ آئے گا۔

غفلت

میرے بھائیو! آج ہم بڑی غفلت میں پڑے ہیں۔ دنیائے فانی میں مست ہو کر عاقبت کو بھول چکے ہیں۔ خوب یاد رکھیے۔ کہ جس قدر لوگ اس دنیا میں حظِ نفس حاصل کرتے ہیں۔ اس کے عوض میں اتنی ہی قیامت کے دن ذلت اٹھائیں گے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے۔ کہ جیسے کوئی عمدہ نفیس اور خوب چکنا کھانا۔ جو معدہ کے خلاف ہو مزے لے لے کر یہاں تک کھائے۔ کہ اس کا معدہ خراب ہو جائے۔ تو اسے قے ہو جاتی ہے۔ اور رسوائی حاصل ہوتی ہے۔ اور جیسے کھانا عمدہ ہوتا ہے اتنی ہی اس کی قے گندی اور بدبودار ہوتی ہے۔ اسی طرح اس دنیا کی لذتوں میں اتنا انہماک جو عاقبت کے خلاف ہو۔ یہ اثر بد دکھائے گا۔ کہ قیامت میں اسے گویا اس حظِ نفس کی قے کرنا پڑے گی۔ اور وہ ذلیل ہوگا۔ ؎

عمرِ عزیز طے شد و غافل نشستہ
برخاست شورِ محشر و کاہل نشستہ

موت کی تمنا گناہ ہے

حضرات! اگرچہ مرنا برحق ہے۔ مگر یہ مسئلہ یاد رکھیے۔ کہ موت کی تمنا گناہ ہے۔ مسلمان موت مانگتا نہیں۔ اور موت آجائے۔ تو گھبراتا بھی نہیں۔ بلکہ ؎

"چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست"

کے مطابق دنیا سے جاتا ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنا سے منع فرمایا ہے۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے۔ کہ گھبرا کر کہہ دیتے ہیں۔ کہ اس سے تو بہتر ہے۔ کہ میں مر جاؤں۔ اے موت تو کہاں ہے۔ آ میرا قصہ پاک کر دے۔ وغیرہ وغیرہ ایسے لوگ یہ جملے کہہ کر گنہگار بھی ہوتے ہیں۔

اور موت آجائے تو پھر ڈرتے بھی بہت ہیں۔ چنانچہ

لطیفہ ایک شخص لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے ہوئے انہیں بیچنے کو شہر کی طرف لا رہا تھا۔ زیادہ بوجھ کے تلے پریشان ہوا۔ تو ایک جگہ گٹھا نیچے پھینک کر ٹھنڈی سانس لے کر کہنے لگا۔ کہ اے ملک الموت! تو کہاں ہے۔ آ! اور مجھے اس مصیبت کی زندگی سے نجات دے۔ اتفاقاً ساتھ ہی کوئی مسخرا بیٹھا تھا۔ وہ ایک دم وہاں آگیا۔ اور بھیانک سی آواز بنا کر کہنے لگا۔ السلام علیکم! وہ شخص ڈر گیا۔ اور پوچھا۔ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ملک الموت ہوں۔ تم نے مجھے بلایا ہے نا؟ اب تو وہی شخص جو ابھی ابھی خود ہی ملک الموت کو بلا رہا تھا۔ کانپنے لگا۔ اور تھرتھرائی آواز میں کہنے لگا ہاں بلایا تو ہے۔ مگر اس لیے کہ مہربانی کر کے یہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھوا کر میرے سر پر رکھ دو۔ اور جاؤ۔

دیکھا آپ نے کہ ساری شیخی کرکری ہو گئی۔ بھائیو! موت برحق ہے یقیناً آنی ہے۔ مگر تم ندامت کرو۔ خدا جتنی زندگی دے۔ اسے غنیمت سمجھو۔ اور اچھے کام کرو۔ اور کوئی مر جائے۔ تو اس سے عبرت حاصل کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کچھ لوگوں کو دیکھا۔ جو اپنے کسی عزیز کی میت پر رو رہے تھے۔ حضرت نے انہیں فرمایا۔ کہ اگر تم اپنے آپ پر روتے تو بہتر تھا۔ میت پر کیوں روتے ہو؟ میت تو تین مشکلوں سے نجات پا گئی۔ ایک تو ملک الموت کی ہولناک شکل دیکھنے کی شکل سے نجات پا گئی۔ دوسرے موت کی سخت منزل سے نکل گئی۔ اور تیسرے بُرے خاتمہ کے ڈر سے نجات پا گئی۔ پس عاقل کو چاہیئے کہ اپنے لیے روئے۔ کہ یہ تینوں مشکل منزلیں اس کے لیے ابھی باقی ہیں۔

انبیاء کرام علیہ السلام میرے بزرگو! انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ ابھی تک زندہ آسمان پر جلوہ افروز ہیں۔ لیکن وہ بھی بعد از نزول اس دنیا سے انتقال فرمائیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سبز گنبد میں ان کی قبر مبارک ہوگی۔ مگر یہ بات یاد رکھیے۔ کہ ہمارے مرنے اور انبیاء کرام کے وصال شریف میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَامِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ اِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۹)

"ہر نبی جب بیمار ہوا۔ تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اسے اختیار دیا گیا۔ کہ آخرت و دنیا میں سے جسے چاہے پسند کر لے۔"

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ نبی کو اختیار دے دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اگر چاہیں تو ملک الموت کو روح پاک قبض کرنے کی اجازت دیں۔ نہ چاہیں تو اجازت نہ دیں۔ بھائیو! یہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی شان۔ اور ہماری موت؛ بقول شاعر ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَرِيْمِ التَّوَّابِ . مُسَبِّبِ الْاَسْبَابِ
وَمُفَتِّحِ الْاَبْوَابِ . اَلَّذِیْ اصْطَفٰی لِجَنَّتِهٖ عِبَادًا
وَّعَهِدَ مَوَاسِمَ وَّاَعْيَادًا لِقُرْبِهِمْ بِذٰلِكَ الْجَنَّاتِ
نَحْمَدُهٗ حَمْدًا عَلٰی اَنْ جَعَلَ الْبَيْتَ الْعَتِيْقَ
قِبْلَةً لِّلْاَنَامِ . وَنَادٰی بِلِسَانِ خَلِيْلِهٖ فِی
النَّاسِ بِالْحَجِّ . فَاَجَابُوْهُ مِنْ كُلِّ مَرْمًی سَحِيْقٍ
وَّوَعَدَهُمْ جَزِيْلَ النِّعَمِ وَاَحْسَنَ الثَّوَابِ .
وَنَشْكُرُهٗ عَلٰی اَنْ سَهَّلَ لَهُمُ الطَّرِيْقَ فَتَرَكُوا
الْاَوْلَادَ وَالْاَحْفَادَ وَوَصَلُوْا اِلَيْهِ مِنْ كُلِّ فَجٍّ
عَمِيْقٍ وَّنَالُوْا بِحُسْنِ مَاٰبٍ . اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ شَهَادَةً تُدْخِلُنَا
دَارَ الثَّوَابِ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ تَشَرَّفَ عُنْصُرُهٗ وَطَابَ . صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اُولِی الْاَلْبَابِ -

اَمَّا بَعْدُ

اَیُّهَا النَّاسُ لِمَنْ وَفَّقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِحَجِّ بَیْتِهِ
الْحَرَامِ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ الْمَاضِیَةِ۔ وَشَرَّفَهٗ
بِزِیَارَةِ قَبْرِ نَبِیِّهٖ وَحُضُوْرِ ذٰلِكَ الْجَنَابِ وَ
سَهَّلَ لَهُ السَّبِیْلَ وَیَسَّرَ عَلَیْهِ السَّفَرَ الطَّوِیْلَ
فَتَرَكَ الْاَمْوَالَ وَالْاَوْلَادَ وَالْاَحْبَابَ۔ فَوَصَلَ اِلَی
الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ۔ وَنُوْدِیَ عِنْدَ طَوَافِهٖ اِنَّكَ مِنَ
النَّارِ عَتِیْقٌ وَّاِنَّكَ نَاجٍ مِّنَ الْعَذَابِ. وَاَقَامَ
فِی الْحَرَمِ الْمُحْتَرَمِ فَقُبِلَتْ حَسَنَاتُهٗ. وَحُطَّتْ
سَیِّاٰتُهٗ وَنَالَ بِلَطَآئِفِ النِّعَمِ وَحُسْنِ الثَّوَابِ
وَرَاحَ اِلٰی مِنٰی فَظَفَرَ بِالْمُنٰی ثُمَّ اِلٰی عَرَفَاتٍ۔
فَنُوْدِیَ بِغُفْرَانِ السَّیِّاٰتِ وَاَدّٰی اَرْكَانَ
الْحَجِّ عَلٰی مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَصَارَ
كَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ اٰمِنًا مِّنَ الْعِقَابِ فَلَمَّا
فَرَغَ مِنْ اَدَاءِ الْمَنَاسِكِ حَرَّكَ نُوْقَ الشَّوْقِ

إِلَى زِيَارَةٍ مِنْ بِزِيَارَتِهِ يُرْحَمُ الْكِبَارُ وَالصِّغَارُ. وَيَحْصُلُ لِزَائِرِهِ الْعِزُّ وَالْفَخَارُ وَشَرَفُ الْخِطَابِ. فَوَصَلَ إِلَى تِلْكَ الْحَضْرَةِ الْمُقَدَّسَةِ وَفَازَ بِزِيَارَةِ تِلْكَ الْأَمَاكِنِ الشَّرِيفَةِ بِالدَّرَجَاتِ الرَّفِيعَةِ. وَعُدَّ مِمَّنْ طُهِّرَ مِنَ الذُّنُوبِ. وَصَفَا قَلْبُهُ مِنَ الْعُيُوبِ. وَدُعَاؤُهُ مُجَابٌ ثُمَّ يَسَّرَ اللّٰهُ لَهُمُ الْعَوْدَ إِلَى أَوْطَانِهِمْ وَسَهَّلَ لَهُمُ الرُّجُوعَ إِلَى بُلْدَانِهِمْ وَتَلَاقِي الْأَقْرَانِ وَالْأَحْبَابِ. فَطُوبَى لَهُمْ وَبُشْرَى لَهُمْ بِنَيْلِ الثَّوَابِ. يَا عِبَادَ اللّٰهِ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاغْتَنِمُوا أَرْبَعًا قَبْلَ أَرْبَعٍ. الْحَيَاةَ قَبْلَ الْمَوْتِ وَالصِّحَّةَ قَبْلَ الْمَرَضِ وَالْغِنَاءَ قَبْلَ الْفَقْرِ. وَقَبْلَ الْمَشِيبِ الشَّبَابَ. لِئَلَّا تَقُولُوا حِينَ الشَّيْبِ لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُودُ وَهُوَ لَا يَعُودُ إِلَى أَنْ يَوْمِ الْحِسَابِ. وَارْفَعُوا الْكَفَّ السُّؤَالَ

اِلٰی حَضْرَۃِ الْمُتَعَالِ. قَآئِلِیْنَ اَللّٰھُمَّ یَا کَرِیْمُ یَا
تَوَّابُ. اِغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَارْزُقْنَا حَجَّ بَیْتِکَ
الْحَرَامِ. وَزِیَارَۃَ قَبْرِ نَبِیِّکَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ
السَّلَامُ. وَاَدْخِلْنَا فِی الْجَنَّۃِ بِغَیْرِ حِسَابٍ.
بَارَکَ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَنَفَعَنَا
وَاِیَّاکُمْ بِالْاٰیَاتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ اِنَّہٗ تَعَالٰی
جَوَادٌ قَدِیْمٌ مَلِکٌ بَرٌّ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ.

تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۰۲ پہ درج ہے
وہاں سے پڑھیے

ربیع الاول شریف کے پہلے جمعہ کا وعظ

سب کا رسول

صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَقَدْ اَتٰی عَلَیْهِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَّذْكُوْرًا ۞ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا لِتَكُوْنَنَّ لِلْعَالَمِیْنَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً وَّجَعَلَهٗ سِرَاجًا مُّنِیْرًا.

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (پ ۹ ع ۱۰)

"تم فرماؤ کہ اے لوگو! تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔"

حضرات! یہ مہینہ مبارک ربیع الاول شریف کا ہے۔ اور اس مہینے میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ہوئی ہے۔ اس لیے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمہ گیر رسالت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے فرمایا ہے۔ کہ اے میرے محبوب! آپ فرما دیجئے۔ کہ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ یعنی میں رب کا رسول ہوں۔ اور تم سب کا رسول ہوں۔ اس آیت شریفہ کے علاوہ حدیث شریف میں بھی آتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۲)

"یعنی ہر نبی صرف اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوتا رہا۔ اور میں سارے لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔"

معلوم ہوا۔ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص قوم یا کسی خاص ملک کے لیے رسول بن کر تشریف نہیں لائے۔ بلکہ آپ کسی قوم و ملک کی تخصیص کے بغیر ساری دنیا کے لوگوں کے لیے رسول بن کر تشریف لائے ہیں۔ عیسائی ہوں یا یہودی۔ مشرق کے رہنے والے ہوں یا مغرب کے، جنوب کے یا شمال کے، ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے رسول ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ ہندو۔ مسلم۔ عیسائی۔ یہودی جو بھی ہو۔ اور جہاں بھی ہو۔ وہ سب کا رب ہے۔ اسی طرح کوئی بھی ہو۔ ہمارے حضور رسول العالمین ہیں۔ اور سب کے رسول ہیں۔

جس طرح حضرت آدم علیہ السلام سب کے باپ ہیں۔ کوئی مسلم ہو یا غیر مسلم۔ اور کوئی یورپین ہو یا ایشیائی۔ گورا ہو یا کالا۔ امیر ہو یا غریب۔ حضرت آدم علیہ السلام کی ابوّت سب پر حاوی ہے۔ اسی طرح ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے رسول ہیں۔ کوئی مسلم ہو، یا غیر مسلم۔ اور کوئی یورپین ہو یا ایشیائی۔ گورا ہو یا کالا۔ امیر ہو یا غریب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سب پر حاوی ہے۔ حتیٰ کہ آپ نبیوں کے بھی نبی ہیں۔ چنانچہ حدیث

شریف میں آتا ہے ۔ کہ ایک بار حضرت عمر فاروق اعظم ۔

تورات

رضی اللہ عنہ کو کہیں سے تورات کا ایک نسخہ مل گیا ۔ آپ وہ نسخۂ تورات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے ۔ اور عرض کی ۔ یا رسول اللہ ! یہ تورات کا ایک نسخہ ہے اور پھر حضرت عمر اس نسخۂ تورات کو پڑھنے لگے ۔ جس وقت آپ پڑھنے لگے ۔ تو آپ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہیں ۔ یہ صورت دیکھ کر حضرت عمر ڈر گئے ۔ اور کہنے لگے ۔ میں اللہ کے غضب و جلال اور اس کے رسول کے غضب و جلال سے پناہ مانگتا ہوں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسٰى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَاتَّبَعَنِي ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲)

" اگر تمہارے لیے موسیٰ (علیہ السلام) ظاہر ہو جائیں ۔ اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرنے لگو ۔ تو سیدھی راہ سے تم بھٹک جاؤ اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے ۔ اور میری نبوت کو پاتے ۔ تو وہ بھی میری اتباع کرتے ۔"

اور دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا کہ :-

لَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهُ اِلَّا اتِّبَاعِي ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲)

" اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے ۔ تو میری اتباع کے بغیر انہیں کوئی چارہ ہی نہ ہوتا ۔"

حضرات ! ان ارشادات سے ثابت ہوا ۔ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیوں کے بھی نبی ہیں ۔ اگر موسیٰ علیہ السلام یا کوئی اور نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ نبوت پاتے ۔ تو انہیں بھی حضور کی اتباع کرنی پڑتی ۔ اس لیے کہ حضور ہی سب کے رسول ہیں ۔

غیروں کی کتابیں میرے بھائیو! یہاں سے ایک اور مسئلہ بھی ثابت ہو گیا۔ اور وہ یہ کہ تورات اللہ کا کلام ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ہوتے ہوئے اس کا پڑھنا ناپسند فرمایا۔ اور جب حضرت عمر جیسے جلیل القدر مسلمان کو پڑھتے ہوئے پایا۔ تو آپ غضب و جلال میں آگئے۔ اور فرمایا۔ کہ میرے اور قرآن کے ہوتے ہوئے تم دوسری کتاب کیوں پڑھ رہے ہو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ حضور! یہ بھی تو اسی اللہ کا کلام ہے۔ جس کا کلام قرآن پاک ہے۔ بلکہ آپ نے تورات کا پڑھنا چھوڑ دیا اور اللہ و رسول کے غضب و جلال سے پناہ مانگنے لگے۔

بھائیو! علماء اہل سنت بھی اسی لیے ہمیں غیروں کی کتابیں پڑھنے سے روکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اپنے علماء حق اور ان کی عقائد حقہ پر مشتمل لکھی ہوئی کتابوں کے ہوتے ہوئے تم غیروں کی کتابیں کیوں پڑھتے ہو۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کا تورات جیسی منزل من اللہ کتاب پڑھنا حضور نے پسند نہیں فرمایا۔ تو آج ایک عامی مسلمان کا عقائد باطلہ کی کتابیں پڑھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ افسوس کہ اس دورِ آزادی میں لوگ ہر کس و ناکس کے خیالات سننے، اور عقائد باطلہ پر مشتمل کتابوں کے پڑھنے کو تحقیق بتانے لگے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے۔ کہ اس طرح انسان کے گمراہ ہو جانے کا خطرہ ہے علماء کو تنگ نظر بتانے والے ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غضب و جلال کو دیکھیں۔ جو آپ نے تورات کے پڑھنے پر ظاہر فرمایا تھا۔ گویا یہ نصیحت فرما دی۔ کہ خبردار! غیروں کا لٹریچر تمہارے زیرِ مطالعہ نہ آئے۔ ورنہ سیدھی راہ سے بھٹک جانے کا خطرہ ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ یہاں ایک شبہ کا ازالہ بھی کر دوں۔ ممکن ہے۔ کوئی صاحب یہ کہنے لگیں۔ کہ اگر یہی بات ہے۔ تو پھر علماء کرام کے لائبریریوں میں غیروں کی کتابیں کیوں موجود ہوتی ہیں۔ اور وہ کیوں دوسروں کی

کتابیں زیر مطالعہ رکھتے ہیں۔ تو بھائیو! علماء کرام ان کتابوں کو الزام کے لیے اور عوام کو گمراہی سے بچانے کے لیے پڑھتے ہیں۔ وہ اس لیے پڑھتے ہیں۔ تاکہ عوام کو ان کے عقائد باطلہ بتا کر ان سے بچنے کی تلقین کر سکیں

ایک مثال دیکھئے۔ چلتی گاڑی پر چڑھنا منع ہے۔ اور اس میں جان کا خطرہ ہے۔ مگر یہ ممانعت عام سواریوں کے لیے ہے۔ اور جو گارڈ ہے۔ اس کے لیے یہ ممانعت نہیں۔ وہ چڑھتا ہی چلتی گاڑی ہے۔ گارڈ کو اس کی مہارت ہے۔ وہ چلتی گاڑی پر بڑی احتیاط کے ساتھ چڑھتا ہے۔ مگر عام سواری اگر ایسا کرے گی۔ تو خطرہ ہے۔ کہ اس کا پاؤں پھسل جائے۔ اور وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اسی طرح غیروں کی کتابیں عوام المسلمین کے لیے پڑھنا ممنوع ہیں۔ اور جو علماء و مناظر ہیں۔ ان کے لیے یہ ممانعت نہیں۔ کہ وہ ان کی تلبیسات سے واقف ہیں۔ اور بد مذہبوں کو جواب دینے کی مہارت رکھتے ہیں۔

ہاں تو بھائیو! ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم رب کے رسول اور

رسول الثقلین سب کے رسول ہیں۔ انسانوں کے بھی رسول ہیں اور جنوں کے بھی رسول ہیں۔ اور اگر کہا جائے۔ کہ آیۃ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ۔ اور حدیث پاک "بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَآمَّةً" میں تو "النَّاس" کا لفظ آیا ہے۔ جس سے مراد صرف انسان ہیں۔ تو اس کا جواب محدثین کرام نے یہ لکھا ہے۔ کہ "الناس" کا لفظ صرف "غلبہ" کی وجہ سے ہے۔ جنوں کا ذکر تبعاً اسی میں ہے۔ جیسے احکام شرع میں تذکیر کے صیغوں کے ساتھ مخاطب کر کے عورتوں کو بھی تبعاً انہیں صیغوں میں مخاطب کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں "الناس" میں تبعاً جن بھی مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ، فَاَرْسَلَهٗ اِلَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۵) یعنی آیت "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً"

لِلنَّاس سے مراد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔"

ایک جن کا قصہ میرے بھائیو! کتابوں میں جنوں کے بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہمہ گیر ہے۔ اور جن بھی حضور کی تبلیغ سے مستفید ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے شرف سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ حضرت ابن فاتک رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے کچھ اونٹ گم ہو گئے۔ اور میں ان کی تلاش میں باہر نکلا۔ اور انہیں ایک وادی میں پایا۔ میں چونکہ تھک گیا تھا۔ اس لیے تھوڑی دیر کے لیے اسی وادی میں سونے کے لیے لیٹ گیا۔ اور عادت کے مطابق یہ پڑھا۔

نَعُوْذُ بِعَزِیْزِ ھٰذَا الْوَادِیْ

"ہم پناہ مانگتے ہیں اس وادی کے بڑے جن سے۔"

اتنے میں میں نے سنا۔ کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ ؎

عُذْ یَا فَتٰی بِاللّٰهِ ذِی الْجَلَالِ
وَالْمَجْدِ وَالنَّعْمَاءِ وَالْاَفْضَالِ

اے جوان! اللہ کے ساتھ پناہ مانگ جو عظمت و جلال اور فضل و کرم کا مالک ہے۔"

میں نے یہ آواز سن کر کہا۔ کہ اے ہاتف! صاف صاف بتا۔ تمہارا کیا مطلب ہے؟۔ اور میرے لیے ہدایت کا کیا طریق ہے؟ تو پھر وہی آواز آئی۔ کہ ؎

جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ذُوالْخَیْرَاتِ
بِیَثْرِبَ یَدْعُوْا اِلَی النَّجَاتِ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے ہیں۔ جو یثرب (مدینہ منورہ) میں ہیں۔ اور نجات کی طرف بلا رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ تم کون ہو؟ تو آواز آئی۔ کہ میں جن ہوں۔ میرا نام عمرو بن اثال ہے۔ اور نجد کے مسلمان جنوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میں عامل مقرر ہوں۔

میں نے کہا۔ کہ اگر میرے یہ اونٹ کوئی شخص میرے گھر تک پہنچا دے تو میں ابھی مدینہ منورہ حاضر ہو کر ایمان لے آؤں۔ آواز آئی۔ کہ جاؤ تم مدینہ منورہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لاؤ۔ تمہارے یہ اونٹ میں تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔"

چنانچہ میں اسی وقت ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ یہ دن جمعہ کا تھا۔ اور جس وقت میں پہنچا ہوں اس وقت نماز ہو چکی تھی۔ اور صحابۂ کرام مسجد سے نکل رہے تھے۔ میں اپنی اونٹنی بٹھا رہا تھا۔ اتنے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور مجھ سے فرمانے لگے۔ اندر چلو۔ حضور علیہ السلام تمہیں بلا رہے ہیں۔ چنانچہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضور نے فرمایا:۔

کیوں بھئی! جس نے تمہارے اونٹ گھر تک پہنچانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے تم سے کیا کیا کچھ کہا۔ اور فرمایا۔ تمہارے اونٹ اس نے صحیح سالم تمہارے گھر تک پہنچا دیئے ہیں۔"

(حجۃ اللہ علی العالمین صہ ۱۸۵)

دیکھا آپ نے؟ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جنوں پر بھی حاوی ہے یا نہیں؟ حضور کی تبلیغ سے جنوں نے بھی کفر و شرک کو چھوڑا۔ اور نعمت اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ اور مسلمان بن کر تبلیغ اسلام بھی کرنے لگے۔

سب کے رسول

بھائیو! ہمارے حضور نہ صرف یہ کہ جن وانس کے بلکہ ساری مخلوق کے لیے رسول ہیں ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے ۔

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً ۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۵۱۲)

میں ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں"

حضرات! یہ ساری مخلوق پیدا ہی حضور کی خاطر ہوئی ہے ۔ بخدا اگر حضور نہ ہوتے ۔ تو کچھ بھی نہ ہوتا ۔ شاعر لکھتا ہے ۔

کتابِ فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا!
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح وقلم نہ ہوتا
یہ محفلِ کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امام امم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا ، عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا
ہر اک سویدائے دل سے پیدا جھلک محمد کے میم کی ہے
دل اس کی خلوت سرا نہ ہوتا تو نقش یہ مرتسم نہ ہوتا

تو یہ ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہے ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری کائنات پر یہ احسان ہے ۔ کہ ان کے صدقہ میں کائنات کو وجود ملا ۔ بھائیو! ساری کائنات کا فر جنوں اور انسانوں کے سوا اپنے اس محسنِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتی ہے ۔ اور اپنے محسن کا حکم مانتی ہیں ۔ چنانچہ سنئے :۔

جمادات کا رسول

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے باہر کسی مقام پر گیا ۔

فَمَا اسْتَقْبَلَهٗ شَجَرٌ وَّلَا مَدَرٌ وَّلَا جَبَلٌ اِلَّا قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۵۳۲)

یعنی میں نے دیکھا کہ ہر درخت ڈھیلا اور ہر پہاڑ جو بھی راستے میں آیا ہے۔ حضور سے سلام عرض کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا السلام علیک یا رسول اللہ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص۴۳۹)

نباتات کا رسول

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ کہ اپنی رسالت کی کوئی نشانی دکھایئے۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اس درخت سے کہو: "اللہ کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔" اس نے جا کر اس درخت سے یہ بات کہی۔ تو اس درخت نے دائیں بائیں اور آگے پیچھے جھک کر اپنی جڑیں اکھاڑیں۔ اور اپنی شاخوں سمیت گھسٹتا ہوا حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ "السلام علیک یا رسول اللہ۔"

اعرابی نے کہا۔ اسے حکم دیجئے۔ کہ اب یہ پھر اپنی جگہ پر چلا جائے۔ چنانچہ حضور نے اسے حکم دیا۔ اور وہ پھر اپنی جگہ پر چلا گیا۔ اعرابی یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور کہا۔ کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ فرمایا۔ نہ یہ بات جائز نہیں۔ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا۔ تو میں ہر عورت کو حکم دیتا۔ کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اعرابی نے پھر ہاتھ پیر کے چومنے کی اجازت مانگی تو حضور نے فرمایا ہاں میرے ہاتھ پیر چوم لو۔ (کتاب مذکور ص۴۱۱)

حیوانات کا رسول

حضرت عبداللہ ابن اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ کہ ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا۔ حضور! فلاں آل کا ایک اونٹ دیوانہ ہو گیا ہے۔ اور کسی کو قریب نہیں آنے دیتا۔ حضور یہ سن کر اٹھے۔ ہم بھی ساتھ اٹھے اور ہم نے عرض کی۔ حضور اونٹ کے قریب نہ جائیں ایسا نہ ہو۔ کہ وہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کے پاس پہنچ گئے۔ تو

لَمَّا رَآهُ الْبَعِيرُ سَجَدَ

اونٹ نے جب حضور کو دیکھا۔ تو سجدہ میں گر پڑا۔ حضور نے اس کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا۔ اور پھر مہار منگوا کر اسے ڈال دی اور پھر اونٹ کے مالک کے اسے سپرد کر دیا۔ اور فرمایا۔ دیکھو اسے چارہ اچھا دو۔ اس سے کام سخت نہ لو۔

(کتاب مذکور ص۵۷) (و مثلہ فی المشکوٰۃ ص۵۴۳)

بادلوں کا رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت قحط پڑ گیا۔ جمعہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے۔ ایک اعرابی اٹھا اور عرض کیا۔

هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ

"مال ہلاک ہو گیا اور خاندان بھوکے مرنے لگے"

دعا فرمایئے۔ تاکہ بارش ہو۔ حضور نے اپنے دست انور دعا کے لیے اٹھائے۔ آسمان پر بادل کا نشان تک نہ تھا۔ مگر حضور کی دعا سے پہاڑوں کی مانند بادل جمع ہو گئے۔ اور اسی وقت بارش ہونے لگی۔ اور یہ بارش ہفتہ بھر متواتر ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ اگلے جمعہ کو پھر وہی اعرابی اٹھا۔ اور کہنے لگا۔

تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ

مکان گرنے لگے اور مال غرق ہونے لگا۔

حضور اب بارش بند ہونے کی دعا کیجئے۔ حضور نے دعا کے لیے پھر ہاتھ اٹھائے۔

فَمَا يُشِيرُ إِلَىٰ نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ

حضور علیہ السلام نے بادلوں کو جس طرف بھی اشارہ کیا۔ اس طرف سے بادل پھٹ گئے۔

(مشکوٰۃ شریف ص۵۲۸)

چاند کا رسول قریش مکہ نے حضور علیہ السلام سے کوئی نشانی دکھانے کو کہا۔ تو۔

فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا۔ (بخاری شریف ص۲۲ے جلد ۲)

سورج کا رسول معراج شریف سے واپسی پر قریش مکہ سے حضور نے فرمایا تھا۔ کہ تمہارا ایک قافلہ میں نے راستے میں دیکھا ہے، جو بدھ کے روز سورج غروب ہونے سے پہلے یہاں پہنچ جائے گا۔ قریش بدھ کے روز امتحاناً اس قافلہ کے منتظر تھے۔ سورج غروب ہونے والا تھا۔ اور قافلہ کو پہنچنے میں کچھ دیر ہو گئی۔

فَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَأَخَّرَتْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا۔ کہ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جا۔ تو سورج تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گیا۔ قافلہ آیا۔ تو غروب ہوا۔ (طبرانی۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص۳۶۸)

آسمان کا رسول احادیث معراج میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج جس آسمان کی طرف بھی تشریف لے گئے۔ ہر آسمان کا دروازہ آپ کے لیے کھل جاتا رہا۔ اور آپ نے اپنے قدم میمنت لزوم سے ہر آسمان کو نوازا۔ اور ساتوں آسمانوں نے اپنے رسول کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔

زمین کا رسول شب ہجرت جب حضور علیہ السلام مکہ معظمہ سے تشریف لے گئے۔ تو سراقہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حضور کی تلاش میں نکلے۔ اور حضور کے قریب پہنچ کر حضور پر حملہ کرنا چاہا۔ تو حضور نے زمین کو حکم دیا۔ تو اس نے سراقہ کو گھوڑے سمیت پکڑ لیا۔ اور وہ زمین

میں دھنس گیا۔ پھر جب سراقہ نے معافی چاہی۔ تو حضور نے زمین سے فرمایا۔ کہ اسے چھوڑ دو۔ تو زمین نے چھوڑ دیا۔ (شرح الشفا صـ۱۴۱ جلد ۲)

جنت کا رسول آدم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں نے جنت میں جنت کے ہر محل اور ہر چپارہ پر اسم "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا دیکھا ہے۔ (خصائص کبریٰ صـ۷ جلد ۱)

عرش کا رسول حضرت آدم علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا۔ کہ میں نے ساقِ عرش پر بھی "محمد" کا نام لکھا ہوا دیکھا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (کتاب مذکور صـ۷ جلد ۱)

فرشتوں کا رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔ کہ میرے چار وزیر ہیں۔ دو آسمان پر، اور دو زمین پر۔ فرمایا! آسمان پر میرے دو وزیر جبرائیل ومیکائیل ہیں اور زمین پر میرے دو وزیر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۵۵۲)

ظاہر ہے۔ کہ وزیر بادشاہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ تو جب فرشتوں کا بادشاہ جبرائیل بھی حضور کا ماتحت ہوا۔ تو عام فرشتے حضور کے محکوم کیوں نہ ہوں گے۔ کیا خوب کہا ہے شاعر نے ؎

افلاک سے اونچا ہے ایوان محمد کا
جبرائیل معظم ہے دربان محمد کا

خدا کا رسول میرے بھائیو! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت دیکھا آپ نے کہ کس قدر ہمہ گیر ہے۔ واقعی آپ سارے خدائی کے لیے رسول ہیں۔ اور بھائیو! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ خدائی بھر کے رسول ہیں۔ آپ خود خدا کے بھی رسول ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ آپ اعلان فرما رہا ہے،

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ (الآیۃ)

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ تو بھائیو! ــــ مبارک ہو کہ وہ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کی خاطر ساری کائنات پیدا کی گئی۔ اور جن کی انتظار میں ساری کائنات کی آنکھ لگی ہوئی تھی۔ وہ تشریف لے آئے وہ جن کے لیے کائنات کا ہر ذرہ چشم براہ تھا۔ رونق افروز ہو گئے۔

بھائیو! یہ ان کی آمد آمد ہے۔ جن کی خاطر محفل کائنات کو سجایا گیا۔ اور جن کے لیے سب کچھ بنایا گیا۔ شاعر نے کیا خوب لکھا ہے۔ ؎

یہ کس کی جستجو میں مہر عالمتاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بیتاب تھا بیخواب پھرتا تھا
یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں
زمین پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں
یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمین کو تکتے تکتے آ گئیں آنکھیں ستاروں کی
کروڑوں رنگتیں کس کے لیے ایام نے بدلیں
پیاپے کروٹیں کس دھن میں صبح و شام نے بدلیں
یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی امید کی خاطر
یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبح عید کی خاطر
مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہ افلاک ہونا تھا
یہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاک ہونا تھا

اعلانِ توحید | حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل ساری کائنات میں گمراہی پھیل چکی تھی۔ بالخصوص عرب میں تو شرک و کفر کا زور تھا۔ لوگوں نے ایک خدا کو چھوڑ کر بتوں سے رشتہ جوڑ رکھا تھا۔

لطیفہ | چنانچہ کہتے ہیں۔ ایک دہقانی نے ریل گاڑی کو کبھی نہ دیکھا تھا۔

اتفاقاً اسے کہیں جانا پڑا۔ تو لوگوں سے پوچھنے لگا کہ بھائیو! مجھے ذرا ریل گاڑی کا نقشہ تو بتا دو۔ تاکہ میں اسے پہچان سکوں۔ ایک شخص نے اسے بتایا کہ ریل کا انجن بہت موٹا اور کالے رنگ کا ہوتا ہے۔ اور اس کے منہ سے دھواں نکلتا ہے اور شور بہت مچاتا ہے۔ دیہاتی نے انجن کی یہ تصویر ذہن میں رکھی۔ اور ٹکٹ لے کر اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ پلیٹ فارم پر گیا۔ تو وہاں ایک سیاہ رنگ کا موٹا آدمی کالے رنگ کا سوٹ پہن کر ٹہل رہا تھا۔ اور سگریٹ پی کر منہ سے دھواں بھی نکال رہا تھا۔ اور اپنے ماتحتوں کو ڈانٹ ڈپٹ بھی کر رہا تھا۔ دیہاتی نے اسے جو دیکھا، تو انجن کی پوری پوری تصویر نظر آگئی۔ اور سمجھا کہ ہو نہ ہو۔ انجن یہی ہے۔ چنانچہ چھلانگ لگا کر اس کے اوپر چڑھ گیا۔ موٹے شخص نے جو اس بلائے ناگہانی کو دیکھا، تو اسے جھڑک کر کہا، ڈیم فول! نیچے اتر۔ دیہاتی نے ٹکٹ دکھایا۔ اور کہا میں بے ٹکٹ نہیں ہوں۔ بالآخر لوگوں نے اسے سمجھایا اور اسے نیچے اتارا۔ اور اصل گاڑی پر بٹھایا۔

بھائیو! کچھ اسی قسم کی غلط فہمی میں مشرکین مکہ بھی مبتلا تھے۔ کہ وہ بتوں کو اپنا خدا سمجھ کر ان کے آگے جھکے ہوئے تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے۔ کہ آپ نے تشریف لا کر جاہلوں کو سمجھایا۔ اور انہیں اصل معبود کے آگے جھکایا۔

پس میں ساری کائنات کو مبارک باد کہتا ہوں ــــ کہ ساری کائنات کا مُنَجِّیْ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اس کے بعد دوسری آذان اور پھر

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَ فِیْ هٰذِهِ الدَّارِ النُّفُوْسَ
الدَّاعِيَةَ. وَهَدٰى بِهِمُ الْاُمَمَ الطَّاغِيَةَ. اَحْمَدُهٗ
حَمْدًا كَثِيْرًا. وَاَشْكُرُهٗ شُكْرًا جَمِيْلًا عَلٰى اَنِ
اخْتَارَ مِنْ بَيْنِهِمْ نَبِيَّنَا مُحَمَّدًا ذَا الْحُجَجِ
السَّاطِعَةِ. فَلَوْلَاهُ لَمَا خَلَقَ مَا سِوَاهُ وَلَمَا دَارَتِ
الْاَفْلَاكُ الدَّائِرَةُ. وَلَا طَارَتِ الطُّيُوْرُ الطَّائِرَةُ.
نَشْهَدُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ
لَهٗ. فَضَّلَ نَبِيَّنَا عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ
وَفَضَّلَ اُمَّتَهٗ عَلٰى سَائِرِ الْاُمَمِ الْمَاضِيَةِ. وَ
نَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
مَا وَلَدَتِ امْرَاَةٌ مِثْلَهٗ وَلَا تَلِدُ نَظِيْرَهٗ الْوَالِدَةُ

اَمَّا بَعْدُ

عِبَادَ اللّٰهِ! اُشْكُرُوْا عَلٰى نَعْمَاءِ اللّٰهِ اِذْ كُنْتُمْ
عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا وَ

اَوْرَثَكُمُ الْجَنَّةَ الْعَالِيَةَ. وَجَعَلَكُمْ مِّنْ
اُمَّةِ نَبِيِّهٖ وَحَبِيْبِهٖ وَخَصَّكُمْ بِمَزِيْدِ فَضْلِهٖ
وَلُطْفِهٖ فَكُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.
وَلَقَدْ اَظَلَّكُمْ هٰذَا الشَّهْرُ شَهْرُ الرَّبِيْعِ شَهْرٌ
وُلِدَ فِيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنَامِ
وَالْزَمُوْا طَاعَتَهٗ فِى الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ. فَمَنْ
اَطَاعَهٗ نَجٰى. وَمَنْ خَالَفَهٗ وَاتَّبَعَ الْهَوٰى
سَلَكَ اِلَى النَّارِ مَعَ الْاُمَمِ الطَّاغِيَةِ. فَقَدْ
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ
اللّٰهَ. وَقَالَ تَعَالٰى قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ
فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. وَقَالَ تَعَالٰى وَمَنْ
يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ
وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ

رَفِيْقًا۔ فَهٰذِهٖ نُصُوْصٌ اَوْجَبَتْ اِطَاعَةَ الرَّسُوْلِ وَدَلَّتْ عَلٰى وُجُوْبِ اِتِّبَاعِهٖ بِالدَّلَالَةِ الظَّاهِرَةِ فَالْزِمُوْا عَلَيْكُمْ اِتِّبَاعَ شَرِيْعَةِ نَبِيِّكُمْ وَاتْرُكُوْا مَا مَالَ اِلَيْهِ هَوَاكُمْ وَطَبْعُكُمْ فَمَنْ اٰثَرَ عِبَادَةَ نَفْسِهٖ وَتَرَكَ طَاعَةَ رَبِّهٖ وَرَسُوْلِهٖ يُحْشَرُ مَعَ الْاَشْقِيَاءِ وَمَنِ اتَّبَعَهٗ حُشِرَ مَعَ نَبِيِّهٖ وَنَالَ بِالرِّفَاقَةِ الْعَالِيَةِ۔

بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِى الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر

دُوسرا خُطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

ربیع الاول شریف کے دوسرے جمعہ کا وعظ

دینے والا ہے سچا

ہمارا نبی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ رَحْمَۃٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (پ۱۰ ع۱۶)

اور انہیں کیا بُرا لگا ۔ یہی نا! کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا ۔

حضرات ! ہمارے آقا و مولیٰ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں مشکل کشائے عالم اور اللہ کی نعمتوں کے قاسم بن کر تشریف لائے ہیں ہمارا اس بات پر دل و جان سے یقین ہے ۔ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے سب کچھ دیتے ہیں ۔ اگر آپ کے دستِ کرم سے مخلوق کو کچھ حاصل نہیں ہونا تھا ۔ تو آپ تشریف کیوں لائے !

حضور نے دین و دنیا کی نعمتیں تقسیم فرمائیں۔ اور ہم نے آپ کے در پاک سے سب کچھ پایا ہے

کس چیز کی کمی ہے مولا تری گلی میں
دنیا تمہاری گلی میں عقبیٰ تری گلی میں

اس آیت کریمہ میں اس حقیقت کا صاف اعلان ہو رہا ہے کہ اللہ کا رسول اپنے فضل سے دولت مند فرما دیتا ہے۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ

مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللهُ وَ رَسُولُهُ (بخاری شریف ص ۱۹۸ جلد ا) یعنی ابن جمیل کو یہی برا لگا نا کہ وہ فقیر تھا اور اللہ و رسول نے اسے غنی کر دیا۔"

بھائیو! قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہوگیا۔ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فضل فرمانے والے اور دولتمند فرما دیتے والے ہیں۔

نگہبان

اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کا کوئی نہ ہو اس کے نگہبان بھی ہیں۔ چنانچہ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَللهُ وَرَسُولُهُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ ۔ (ترمذی شریف ص ۳۱ ج ۲)

"یعنی جس کا کوئی نگہبان نہ ہو۔ اس کا اللہ و رسول نگہبان ہے"

بھائیو! پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ

کون دیتا ہے دینے کو دل چاہیئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

خوب یاد رکھیئے۔ کہ قیامت تک کے واسطے خدا تعالے سے سب کچھ پانے کے لیے ہمارے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عرش پناہ ایک ایسی بارگاہ ہے۔ جہاں سے سب کچھ ملتا ہے۔ حضرت شاہ عبد الحق

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدر گاہش بیا و ہر چہ میخواہی تمنا کن

اور ایک اردو شاعر لکھتا ہے۔ ؎

زیر سایہ ہم ان کے رہتے ہیں
جن کا سایہ نظر نہیں آتا
جھولیاں سب کی بھرتی جاتی ہیں
دینے والا نظر نہیں آتا

میرے بھائیو! یہ محض حسنِ عقیدت ہی نہیں حقیقت بھی ہے۔ اور اس کے دلائل موجود ہیں۔

مالک بن عوف رضی اللہ عنہ چنانچہ ایک واقعہ آپ کو سناؤں۔ غزوہ حنین میں جب مشرکین بھاگ گئے۔ تو مالک بن عوف جو اس وقت کفار ہوازن کے سردار تھے۔ بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر مالک بن عوف مسلمان ہو کر حاضر ہوں۔ تو ہم اس کے اہل و مال انہیں واپس دے دیں گے۔ یہ خبر جب مالک بن عوف کو پہنچی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے حسبِ وعدہ ان کے اہل و مال انہیں واپس دے دیئے۔ اور سو اونٹ اپنے خزانۂ کرم سے اس کے علاوہ اور عطا فرما دیئے۔ حضور کی یہ شان عطا دیکھ کر حضرت مالک بن عوف نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر عرض کیا۔ ؎

مَا اِنْ رَاَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ
فِی النَّاسِ کُلِّھِمْ کَمِثْلِ مُحَمَّدٍ

اَدْنٰی وَاَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ لِمُجْتَدٍ
وَمَتٰی تَشَآءُ یُخْبِرْکَ عَمَّا فِیْ غَدٍ (اصابہ صـ۵۱۳)

اس کا ترجمہ سنئے۔ "میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مثل نہ کوئی دیکھا نہ سنا۔ وہ سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے زیادہ سائل کو دینے والے ہیں۔ جب تو چاہے۔ تجھے آئندہ کل کی خبر بھی بتا دیں۔"

بھائیو! ان حقائق کا اظہار حضرت مالک بن عوف نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضور ہی کو مخاطب کر کے کیا۔ غور کر لیجئے کہ اگر "سائل کو دینے والا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا شرک ہوتا۔ یا "کل کی خبر جانتے والا" یہ کہنا شرک ہوتا۔ تو فرمایئے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم، خاموش رہتے؟ اور اسے ناراض نہ ہوتے؟ یقیناً ہوتے۔ مگر روایت مذکورہ میں مذکور یہ ہے کہ حضور بہت خوش ہوئے۔ اور مالک بن عوف کو قوم ہوازن اور قبائل ثمالہ وسلمہ پر سردار فرما دیا۔ کیوں صاحب! پھر ہم کیوں نہ مل کر اعلیٰ حضرت کا یہ شعر پڑھیں کہ۔ ؎

کون دیتا ہے دینے کو دل چاہیئے!
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی!

ہمارا نبی

حضرات! یہ شعر اعلیٰ حضرت کی ایک نعت کا شعر ہے۔ اور اس نعت میں بار بار "ہمارا نبی" کی ایمان افروز تکرار ہے۔ اور میرے اس وعظ کا عنوان بھی یہی "ہمارا نبی" ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس بابرکت محفل میں "نبی" کا معنی بھی بتا دوں۔ میرے بزرگو! اس کا ترجمہ وہی ہے۔ جو اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ قرآن میں کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ کا ترجمہ کیا ہے "اے غیب کی خبریں دینے والے" یعنی میں

کا ترجمہ ہے۔ "خبریں دینے والا" کہاں کی؟ فرش پر رہ کر عرش کی۔ یہاں رہ کر وہاں کی۔ "ماکان" کی اور "مایکون" کی بھائیو! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے سب کچھ جانتے ہیں۔ ان سے کوئی بات پنہاں نہیں۔ آپ کو ایک حدیث پاک سناؤں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر جب یمن روانہ کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ وصیت فرماتے ہوئے جا رہے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ حضور جب وصیت فرما کر فارغ ہوئے۔ تو ارشاد فرمایا۔

يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسَى أَنْ لَا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هٰذَا أَوْ لَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي هٰذَا وَقَبْرِي. فَبَكَى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی "اے معاذ! اب تم اس سال کے بعد مجھ سے نہ مل سکو گے (یعنی میرا وصال ہو جائے گا) اور شاید اب تم میری مسجد اور میری قبر پر ہی گذرو گے۔ حضرت معاذ یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے غم میں رونے لگے۔"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کی تسلی خاطر کے لیے مدینہ منورہ کی طرف رخ انور کر کے فرمایا۔

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا۔

جو لوگ متقی ہیں۔ وہ کوئی بھی ہوں اور کہیں بھی ہوں میرے قریب ہی ہیں۔" (مسند امام احمد ص ۲۳۵ جلد ۵)

بھائیو! اس حدیث پاک پر بار بار غور کرو۔ دیکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت معاذ سے صاف فرما دیا۔ کہ اس سال کے بعد تم مجھے نہ مل سکو گے۔ اور میرا وصال ہونے والا ہے۔ اور اب تم میری قبر پر ہی آؤ گے۔ کیوں بھائیو! یہ کل کی خبر ہے یا نہیں اور پھر یہی نہیں۔ کہ اپنے وصال پاک کی خبر دے رہے ہیں۔ بلکہ ساتھ ساتھ ہی حضرت معاذ کے زندہ رہنے کی بھی خبر دے رہے ہیں۔ اسی لیے تو فرمایا۔ کہ تم میری قبر سے گذرو گے۔ گویا تم اس وقت تک بقید حیات ہی ہو گے۔

سبحان اللہ! کیا روشن ثبوت ہے۔ اس امر کا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر آنے والی بات کو جانتے ہیں۔ اور بھائیو! صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ بھی دیکھا آپ نے کہ حضرت معاذ نے یہ خبر سن کر یہ نہیں فرمایا۔ کہ حضور کل کی بات کی آپ کو کیا خبر؟ کیا خبر کہ اس دنیا سے پہلے میں جاتا ہوں یا آپ تشریف لے جاتے ہیں۔ نہیں بھائیو! حضرت معاذ کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ حضور دانائے غیوب ہیں۔ جو فرما رہے ہیں۔ یہی کچھ ہونے والا ہے۔ چنانچہ آپ رونے لگے۔ اور روئے اسی لیے کہ امر پر یقین تھا۔ کہ حضور کا فرمان حق ہے۔ اور جدائی کے غم سے آنسو بہانے لگے۔

جدائی میرے بھائیو! صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جس قدر محبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ ایسی محبت کسی محب کو کسی محبوب سے آج تک نہ ہوئی ہے نہ ہو گی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سب مسلمانوں کو یہی درس ہے کہ ؎

جان و مال اس شہ لولاک پہ قربان کیجے
ان کے قدموں پہ تصدیق یہ دل وجان کیجے
بچ گئے جس کی شفاعت کے سبب دوزخ سے
ایسے محسن کا ادا شکر کس عنوان کیجے!

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بھائیو! آپ کو ایک ایمان افروز روایت سناؤں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مرتبہ پاؤں سن ہوگیا۔ دوستوں نے کہا۔ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ "جو سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہے اسے یاد کیجئے۔ حضرت عبداللہ نے فوراً نعرہ لگایا۔

یَا مُحَمَّدُ

بس اتنا کہنا ہی تھا کہ پاؤں کی سب تکلیف جاتی رہی۔ ممکن ہے کوئی صاحب اس روایت کا انکار کردیں۔ اس سلسلے میں ایک ایسی کتاب کا حوالہ دیتا ہوں۔ جو اہل حدیث حضرات کی ایک مستند کتاب ہے۔ اور جس میں عقائد اہل حدیث کا بیان ہے۔ اس کتاب کا نام ہے۔ ھدایۃ المھدی " جس کے نیچے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ کہ مشتمل بر عقائد اہل حدیث" مولوی وحید الزمان صاحب کی یہ تالیف ہے۔ اور حضرات اہل حدیث کی بڑی معتبر کتاب ہے۔ اس میں یہ روایت اس طرح درج ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ حِيْنَ زَالَ قَدَمُهٗ وَمُحَمَّدَاهُ

اور اس روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت بھی لکھی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو دعا سکھائی تھی جس میں یہ لفظ موجود تھے

يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ ۔ (ہدایۃ المھدی ۲۳)

بھائیو! اس روایت سے ثابت ہوگیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت تھی۔ اور وہ مشکل کے وقت حضور علیہ السلام کو پکارا کرتے تھے۔ کیوں صاحب! جب صحابہ کرام کا یہ دستور تھا۔ تو پھر ہم اپنے آقا کیوں نہ پکارا کریں ؎

ہم عشق نبی میں ہجر کے دن اس طرح گزارا کرتے ہیں
منہ کر کے مدینے کی جانب آقا کو پکارا کرتے ہیں

دوستو! یہ نعرہ پاک اب تو بکریوں کی پشتوں پر بھی قلم قدرت سے لکھا جانے لگا ہے۔ کہاں کہاں سے کوئی اسے مٹانے کی کوشش کرے گا۔

سچ فرمایا اعلیٰ حضرت نے ؎

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا!

حضرات! اگر اس نام پاک سے محبت نہیں۔ اور یہ نام پاک اگر غیر اللہ کی زد میں آتا ہے۔ تو پھر بڑی مشکل ہوگی یہ حدیث پاک معلوم کرکے کہ جنت کے درو دیوار اور اس کے نورانی دروازوں، اور اس کے درختوں کی شاخوں، پتوں پر، اور حوروں کی آنکھوں کی پتلیوں میں یہی نام پاک لکھا ہوا ہے۔

جنت میں

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادہ حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا:۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ اسْمَہٗ مَکْتُوْبًا عَلٰی سَاقِ الْعَرْشِ وَاَنَا بَیْنَ الرُّوْحِ وَالطِّیْنِ ثُمَّ اِنِّیْ طُفْتُ السَّمٰوٰتِ فَلَمْ اَرَ فِی السَّمٰوٰتِ مَوْضِعًا اِلَّا رَاَیْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَکْتُوْبًا عَلَیْہِ۔

یعنی اے شیث میں نے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک ساق عرش پر لکھا دیکھا۔ جب کہ میں روح اور مٹی میں تھا۔ پھر میں نے آسمانوں کا طواف کیا۔ تو ہر جگہ نام محمد لکھا دیکھا۔"

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں ٹھہرایا۔ تو۔

فَلَمْ أَرَ فِي الْجَنَّةِ قَصْرًا وَلَا غُرْفَةً إِلَّا اسْمَ مُحَمَّدٍ مَكْتُوبًا عَلَيْهِ. وَلَقَدْ رَأَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَكْتُوبًا عَلَى نُحُورِ حُورِ الْعِينِ وَعَلَى وَرَقِ قَصَبِ آجَامِ الْجَنَّةِ وَعَلَى وَرَقِ شَجَرَةِ طُوبَى. وَعَلَى وَرَقِ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَعَلَى أَطْرَافِ الْحُجُبِ وَبَيْنَ أَعْيُنِ الْمَلَائِكَةِ.

(خصائص کبریٰ ص۷ جلد ۱)

"جنت میں ہر جگہ میں نے اسم محمد لکھا دیکھا۔ نیز حضور کا نام نامی میں نے حورعلین کے سینوں — جنگلات جنت کے پتوں۔ شجرۂ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں اور پردوں کے کناروں پر اور فرشتوں کی آنکھوں میں نام محمد لکھا دیکھا۔"

کیوں جناب! جنت میں جب چاروں طرف اسی نام پاک کے جلوے نظر آئے۔ تو ممکن ہے بعض افراد اپنے آپ ہی یہ کہہ دیں کہ ہم ایسی جنت سے باز آئے۔ اور ہم سے پوچھے۔ تو ہم تو یہ کہتے ہوئے داخل جنت ہو جائیں گے۔ کہ ع

ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

مالک جنت

دوستو! جنت کی ہر چیز پر حضور کے نام پاک کے لکھے جانے سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ (باذن اللہ) جنت ہے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اس لیے کہ کسی چیز پر اس کے مالک ہی کا نام لکھا جاتا ہے — کسی سوٹ کیس یا بیگ وغیرہ پر مالک اپنا نام لکھوا لیا کرتے ہیں۔

دوستو! اگر جنت لینا ہے۔ تو مالک جنت سے رابطہ پیدا کر دو حضور کا دل میں ادب و احترام اور ان کے ارشادات کی تعمیل اپنا دستور بنا لو — اور ادب و احترام کو کسی وقت بھی اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اور خوب

یاد رکھو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ عرش پناہ میں ذرہ سی بھی بے ادبی ہو گئی۔ تو سب اعمال بھی ضائع ہو گئے۔

آج کل افسوس کہ آج کل کچھ ایسی آزادی و بیباکی پیدا ہو چکی ہے۔ کہ بعض لوگ کچھ کا کچھ بک دیتے ہیں۔ اور پھر سمجھانے پر سمجھتے بھی نہیں۔ کہ ایسا نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ بعض لوگ تو اس دور میں خود جنت ہی کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ محض جی بہلانے کی بات ہے (معاذ اللہ) اور اس بے باکی کا پتہ قیامت کو چلے گا۔ کہ اس بے باکی کا کیا نتیجہ نکلا ہے۔

حضرات! دین کے حقائق کا انکار آزادی نہیں ——— یہ تو یورپ کی غلامی ہے۔ اور یورپ کچھ ایسا استاد ہے۔ کہ چنگے بھلے انسانوں کی عقل پر پردے ڈال رہا ہے۔

اپریل فول یہی دیکھئے نا! ایک رسم اس یورپ کی جس پر مقلدین یورپ آج بھی عامل ہیں۔ یہ بھی ہے کہ یکم اپریل کو ہر شخص جی بھر کر جھوٹ بول سکتا ہے۔ چنانچہ کوئی اس روز اپنے دوست کو اطلاع دیتا ہے۔ کہ تمہاری ماں مر گئی۔ کوئی دوسرے کو پیغام بھیجتا ہے۔ کہ تمہارا بیٹا ایکسیڈنٹ کا شکار ہو گیا۔ اور اس قسم کی حرکتوں سے جو بُرے نتائج نکلتے ہیں۔ وہ بھی آئے دن سننے میں آتے رہتے ہیں۔ مگر یہ لوگ نہیں سمجھتے۔ کہ یورپ ہمیں کس طرح بے وقوف بنا رہا ہے۔

لطیفہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست سے پوچھا۔ بتاؤ مسٹر! اگر تمہاری بیوی کا ایک ہی بھائی ہو۔ تو وہ رشتے میں تمہارا کیا لگا۔ مسٹر نے جواب دیا۔ سالا۔ اس شخص نے پھر پوچھا۔ اگر تمہارے سالے کی ایک ہی بہن ہو تو وہ تمہاری کیا لگی؟ مسٹر نے جواب دیا ——— سالی۔

جس طرح اس نے اپنے دوست کے پھسلانے سے بیوی کو سالی

کر دیا۔ اور اسے کچھ پتہ نہ چلا۔ اسی طرح آج بھی بعض لوگ یورپ کے پھسلانے پر کلمات کفریہ بھی بک دیتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے۔ کہ ہم کیا بک رہے ہیں۔

ہاں تو "ہمارا نبی" بہت بڑی شان کا مالک ہے۔ قاسم و مُغنی اور داناۓ غیوب و مالک و مختار ہے۔ اب اگلے جمعہ کو انشاءاللہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ اور شانیں بیان کروں گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِحِکْمَتِہٖ اسْتَقَرَّتِ الْاَرَضُوْنَ وَاسْتَقَلَّتِ السَّمٰوَاتُ. خَلَقَ خَلْقًا لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا ھُوَ وَاَسْکَنَہٗ فِی الطَّبَقَاتِ، فَسُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی مِنْ مَلِکٍ لَمَّا قَالَ کُنْ ذَلَّتْ لَہُ الْاَرَضُوْنَ وَ السَّمٰوٰتُ. نَحْمَدُہٗ عَلٰی اَنْ جَعَلَ لَنَا الْاَرْضَ مَسْکَنًا وَمَدْفَنًا مِنْھَا خَلَقْنَا وَفِیْھَا یُعِیْدُنَا وَمِنْھَا یُخْرِجُنَا وَخَلَقَ لَھَا اَوْتَادًا لِتُسْکِنَھَا وَھِیَ

اَلْجِبَالُ الرَّاسِیَاتُ ۔ وَنَشْکُرُہٗ عَلٰی اَنْ قَدَّرَ لِعِبَادِہِ الْمَوْتَ یَصِلُ کُلٌّ اِلٰی جَزَآءِ مَا اکْتَسَبَہٗ وَیُعْطِیْ کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ فَیَدْخُلُ الْاَبْرَارُ فِیْ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ فِیْہَا نِعَمٌ لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَتْ فِی الْمُدْرِکَاتِ ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ بَعَثَ عَلَیْنَا نَبِیًّا رَءُوْفًا رَّحِیْمًا سَیِّدَ وُلْدِ اٰدَمَ وَاَشْرَفَ الْمَخْلُوْقَاتِ ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الَّذِیْ شَہِدَتْ بِرِسَالَتِہِ الْاَشْجَارُ وَسَلَّمَتْ عَلَیْہِ الْاَحْجَارُ وَاَقَرَّ بِفَضْلِہٖ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَمَنْ فِی السَّمٰوَاتِ ۔

اَمَّا بَعْدُ

اِخْوَانِیْ وَخُلَّانِیْ مَا ھٰذِہِ الْغَفْلَۃُ وَمَا ھٰذِہِ النَّوْمَۃُ فِیْ ھٰذِہِ الدَّارِ دَارِ الْمِحَنِ وَالْاَکْدَارِ

دَارٍ لَمْ يَاتِ اَحَدٌ فِيهَا مِنْ بَابٍ اِلَّا خَرَجَ
مِنْ بَابٍ دَارٌ لَا يَبْقٰى فِيهِ اَحَدٌ بِمُلْكِهٖ وَلَا
يَخْلُدُ فِيهِ اَحَدٌ بِفَضْلِهٖ. اُنْظُرُوْا اِلَى الْاُمُوْرِ
الْفَانِيَاتِ اَيْنَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ اَيْنَ اَحْبَابُكُمْ
وَاَقْرَانُكُمْ اَيْنَ مَنْ كَانَ يُصَاحِبُكُمْ وَيُجَالِسُكُمْ
اَيْنَ مَنْ كَانَ مَعَكُمْ فِى الْاَيَّامِ الْمَاضِيَاتِ.
اَيْنَ فِرْعَوْنُ وَهَامَانُ. اَيْنَ شَدَّادُ وَنُوْشِيْرَوَانُ
اَيْنَ بُخْتُ نَصَّرُ وَاِسْكَنْدَرُ الزَّمَانِ. اَيْنَ الْحَكِيْمُ
لُقْمَانُ. وَالنَّبِيُّ سُلَيْمَانُ. هَلْ مَنَعَ اَحَدٌ
مَلَكَ الْمَوْتِ. هَلْ دَفَعَتِ الْقُوَّةُ وَالسَّلْطَنَةُ
عَنْهُمُ الْفَوْتَ. وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا يَتْرُكُ
مَلَكُ الْمَوْتِ اَحَدًا بَارًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا عَاشَ
اٰدَمُ اَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ ارْتَحَلَ مِنَ الدُّنْيَا هَاجِرًا.
وَعَاشَ نُوْحٌ اَزْيَدَ مِنْ اَلْفِ سَنَةٍ فَلَمَّا جَاءَهُ
الْمَوْتُ لَمْ يَسْتَاخِرْ زَمَانًا وَلَا اٰنًا وَلَوْ اَنَّهٗ

بَقِیَ اَحَدٌ فِی الدُّنْیَا لَبَقِیَ نَبِیُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صَاحِبُ الْاٰیَاتِ وَ
الْمُعْجِزَاتِ قَدْ خَیَّرَہُ اللّٰہُ بَیْنَ اَنْ یَّخْتَارَ
زَہْرَۃَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ اَنْ یَّخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ
تَعَالٰی فَاخْتَارَ مَا عِنْدَہٗ وَاٰثَرَ الْمَمَاتَ عَلَی
الْحَیٰوۃِ وَاتَّصَلَ الْحَبِیْبُ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی
فَعِنْدَ ذٰلِکَ اَظْلَمَتِ الدُّنْیَا وَبَکَتِ الْاَرْضُ وَ
السَّمٰوَاتُ فَوَمُصِیْبَتَاہُ عَلٰی رِحْلَۃِ الشَّفِیْعِ
الْمُشَفَّعِ لَوْصُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَ
مُظْلِمَاتٍ۔ اَللّٰھُمَّ یَا مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ
الْاَرْضِ وَالسَّمٰوَاتِ. نَحْنُ عِبَادُکَ الْعُصَاۃُ
فَلَا تُعَذِّبْنَا بِذُنُوْبِنَا۔ وَاَدْخِلْنَا مَعَ حَبِیْبِکَ
فِی الرَّوْضَاتِ الْعَالِیَاتِ۔

بَارَکَ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ۔ وَ
نَفَعَنَا وَاِیَّاکُمْ بِالْاٰیَاتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ اِنَّہٗ

تَعَالٰی جَوَادٌ قَدِیْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّؤُفٌ رَّحِیْمٌ

تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر

دُوسْرا خُطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

Scanned by CamScanner

ربیع الاول شریف کے تیسرے جمعہ کا وعظ

کُن کی کُنجی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلدِّیْنِ الْاَقْوَمْ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی دَافِعِ الْبَلَآءِ وَالْوَبَآءِ وَالْقَحْطِ وَالْاَلَمْ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَالِکِنَا مُحَمَّدٍ مَالِکِ رِقَابِ الْاُمَمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اُوْلِی الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ۔

اَمَّا بَعْدُ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط "
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کُنْ کَذَالِکَ۔ (خصائص کبریٰ ص۹۷ جلد۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح ہو جا۔"

حضرات! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے ؎

وہ زبان جس کو سب کُن کی کُنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم بن کر تشریف لائے ہیں۔ اللہ نے آپ کی زبانِ پاک کی وہ شان بنائی ہے۔ کہ اس زبان سے جو بات بھی نکل گئی۔ وہ ہو کر رہی۔ اس وقت میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس کی کچھ برکات بیان کروں گا ۔ درود شریف پڑھیے اور سنیے ۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

خدا کی مہربانی

میرے بھائیو! آج ہم جو پیاس لگنے پر پانی پیتے اور اپنی پیاس بجھا لیتے ہیں ۔ ذرا غور تو کرو ۔ کہ یہ اللہ ہی کی مہربانی ہے یا نہیں ۔ وہ اگر پانی کو ہمارے لیے بد ذائقہ کر دے کڑوا کر دے ۔ جیسے کہ بعض کنوؤں کا پانی انتہائی کڑوا ہوتا ہے ۔ سمندر کا پانی ہی دیکھئے ۔ کہ کس قدر کڑوا ہوتا ہے ۔ یہ اللہ ہی کی مہربانی ہے ۔ کہ اس نے ہمارے لیے پینے کے پانی کو میٹھا اور خوش ذائقہ بنا دیا ۔ اور پھر یہ بھی اسی کا کرم ہے ۔ کہ پانی میں پیاس بجھا دینے کی طاقت پیدا کر دی ۔ ورنہ اگر وہ پانی میں سے یہ طاقت سلب فرمالے ۔ تو ٹنوں پانی پینے پر بھی پیاس نہ بجھے ۔ چنانچہ مریض استسقاء کو دیکھ لیجئے ۔ پانی پیتا جاتا ہے ۔ مگر پیاس نہیں بجھتی ۔ تو انسان اگر غور کرے ۔ تو اللہ کی لاتعداد اس پر مہربانیاں ہیں ۔ پانی پینے سے مزہ بھی آتا ہے ۔ پیاس بھی بجھتی ہے ۔ پانی اگر کڑوا ہو ۔ تو منہ لگانا بھی مشکل ہے ۔

جھجر

مجھے یاد ہے ۔ متحدہ ہندوستان کے زمانہ میں میں جھجر ضلع رہتک میں ایک جلسہ میلاد شریف میں شرکت کرنے کے لیے گیا ۔ تو وہاں سارے قصبہ کے کنوؤں کا پانی کڑوا پایا ۔ ایک مسجد میں وضو کرنے پر پانی انتہائی کڑوا پا کر میں نے پوچھا ۔ تو پتہ چلا ۔ کہ سارے قصبہ میں پانی کڑوا ہی ہے ۔ اور پینے کے لیے پانی قصبہ سے بہت دور ایک کنواں ہے ۔ وہاں سے لایا جاتا ہے ۔

زبان مبارک

اب آیئے ۔ ایک حدیث پاک سنئے ۔ حضرت زبیر ابن بکار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ کہ غزوہ ذی قرد

میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک چشمہ پر تشریف لائے صحابہ نے عرض کی حضور!
اس چشمہ کا پانی بے حد بدذائقہ ہے۔ اسی لیے اس کا نام بھی "بیسان" ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

بَلْ هُوَ نُعْمَانُ وَهُوَ اَطْيَبُ فَغَيَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْاِسْمَ وَغَيَّرَ اللّٰهُ الْمَاۗءَ ۔ (رحمۃ اللہ عالعالمین ص۳۴۳)

نہیں اس کا نام "نعمان" ہے۔ اور اس کا پانی میٹھا ہے۔ صحابہ
کرام فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام نے چشمہ کا نام بدلا تو اللہ تعالےٰ
نے اس کا ذائقہ بدل دیا۔"

اور وہ پانی خوش ذائقہ و میٹھا ہو گیا سبحان اللہ! یہ اعجاز ہے زبان
پاک کا۔ کہ صرف اتنا فرما دینے سے کہ "نہیں اس کا نام نعمان ہے۔ اور اس
کا پانی میٹھا ہے۔" کھاری پانی میٹھا ہو گیا۔ اور "بیسان" "نعمان" بن گیا۔
خوب کہا ہے شاعر نے کہ ؎

ترے اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی
تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

کُن کی کنجی

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ؎

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

دوستو! اعلیٰ حضرت نے جو کچھ فرمایا۔ سچ فرمایا۔ ہمارے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی زبان پاک واقعی کُن کی کنجی ہے۔ اس زبان سے جو کچھ نکل جائے
وہی کچھ ہو جاتا ہے۔

کُن اَبَاذَرٍّ

چنانچہ ایک حدیث پاک سنئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
تبوک میں تشریف لے گئے۔ تو کچھ لوگ پیچھے رہ گئے۔
ایک مسلمان نے ایک آدمی کو راستے پر چلتا دیکھ کر حضور سے کہا۔ کہ یا رسول اللہ!

یہ کوئی شخص راستے پر چلتا آرہا ہے۔ حضور نے ادھر دیکھ کر فرمایا۔

کُنْ اَبَا ذَرٍّ ۔۔ آنے والے تو ابوذر ہو جا۔"

لوگوں نے جب اسے غور سے دیکھا۔ تو کہنے لگے۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھُوَ وَاللّٰہِ اَبُوْ ذَرٍّ ۔

خدا کی قسم! یا رسول اللہ! اوہ ابوذر ہی ہے"

(حجۃ اللہ علی العالمین ص۴۸۶)

حضرات! دیکھا آپ نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک کا اعجاز۔ کہ آنے والے سے فرمایا۔ کہ تو کوئی بھی ہے۔ مگر تو ابوذر ہو جا۔ اور پھر دیکھنے والوں نے دیکھا۔ کہ وہ آنے والا واقعی ابوذر ہی تھا۔ تو پھر اعلیٰ حضرت کیوں نہ فرمائیں کہ ؎

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اور سنئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گستاخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقلیں اتارا کرتا تھا۔ اور گستاخی سے اپنا منہ ٹیڑھا کر کے لوگوں کو دکھاتا تھا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح بات کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ وہ اسی طرح منہ ٹیڑھا کر کے حضور کی گستاخی کر رہا تھا۔ تو حضور نے اسے دیکھ کر فرمایا۔

کُنْ کَذَالِکَ ۔ ۔۔ اسی طرح ہو جا۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔ کہ وہ

فَلَمْ یَزَلْ یَخْتَلِجُ حَتّٰی مَاتَ ۔۔ (خصائص کبریٰ ص۷۹ جلد۲)

یعنی مرتے دم تک اس کا منہ ویسے ہی ٹیڑھا ہو گیا۔

دیکھا آپ نے یہ ہے زبان پاک کا اعجاز کہ جو کچھ فرمایا وہی کچھ ہو گیا۔ اور اسی لیے اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے۔ کہ ؎

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

بھائیو! یہ حقائق معلوم کر لینے کے بعد اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے۔ کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تو اس کے متعلق ہم کیوں نہ کہیں۔ کہ ؎

چہ بے خبر ز مقامِ محمد عربی است

سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائیو! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عالم کے حاکم و سلطان ہیں۔ آپ کی حکومت ادھر زمین اور ادھر آسمان پر بھی جاری ہے۔ آسمان پر انگلی کا اشارہ فرما دیں۔ تو چاند ٹکڑے ہو جائے۔ ڈوبے ہوئے سورج کو زبان سے حکم دیں۔ تو وہ پلٹ آئے۔ زمین پر درختوں اور جانوروں کو بلائیں۔ تو وہ حاضر ہو جائیں۔ بخدا اس قسم کی حکومت نہ کسی نے دیکھی نہ سنی۔ ساری کائنات ہمارے حضور کی محکوم ہے۔ آپ جسے بھی اور جو بھی حکم فرمائیں وہی ہو جاتا ہے۔

زمین حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے جب حضور کا تعاقب کیا تھا۔ تو حدیث پاک میں آتا ہے۔ کہ حضور نے زمین سے مخاطب ہو کر اپنی زبان انور سے فرمایا:

يَا أَرْضُ خُذِيْهِ

اے زمین! اسے پکڑ لے۔ (حجۃ اللہ ص ۵۸۵)

اور زمین نے اسے واقعی پکڑ لیا۔ پھر جب انہوں نے معافی چاہی تو حضور نے زمین کو فرمایا۔ چھوڑ دو۔ تو اس نے چھوڑ دیا۔ کیوں صاحب! کیا یہ حکومت نہیں ہے؟ یقیناً ہے۔ اور اس شان کا حاکم بجز حضور کے اور کوئی نہیں۔ ؎

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

آسمان میرے بھائیو! آسمان کی مخلوق جو فرشتے ہیں۔ وہ بھی سب حضور کے محکوم ہیں۔ ان سب فرشتوں کے سردار حضرت جبریل امین ہیں یہ شاہ ملائکہ شب معراج ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر اپنی پیشانی رکھ کر پاؤں مبارک چومتے نظر آتے ہیں۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے۔ ؎

تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں ایسا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

مسلمانو! جس شہنشاہِ معظم کا غلام جبریل امین بھی ہو۔ دوسرے عالم فرشتے اس کے تابع فرمان کیوں نہ ہوں گے۔ ؎

افلاک سے اونچا ہے ایوان محمد کا
جبریل معظم ہے دربان محمد کا
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بھائیو! جبریل امین کی بہت بڑی شان ہے۔ مگر یاد رکھیے۔ یہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے۔ چنانچہ حضرت عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

وَسَیِّدُنَا جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّمَا خُلِقَ لِخِدْمَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ (جواہر البحار ص۱۶ جلد ۱)

"یعنی جبریل امین علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔"

ایک شاعر نے کیا خوب لکھا ہے۔ کہ روزِ ازل میں جب اللہ تعالیٰ نے مختلف نعمتیں تقسیم فرمائیں، حکیموں کو حکمت دی۔ عالموں کو علم دیا۔ سخیوں کو سخاوت، اور افسروں کو حکومت دی۔ اور اسی طرح دیگر انعام تقسیم فرمانے تو جبریل کو کیا ملا؟ شاعر لکھتا ہے۔ ؎

خدا نے جب ازل میں نعمتیں تقسیم فرمائیں
لکھی جبریل کی تقدیر میں خدمت محمد کی

یعنی جب مختلف نعمتیں مختلف لوگوں کو ملیں۔ تو جبریل کو اللہ تعالےٰ سے یہ نعمت عظمےٰ ملی۔ کہ جاؤ۔ تم ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہو۔ پڑھیئے درود شریف!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰهِ!

بدر میں بھائیو! جبریل امین کے خادم رسول ہونے پر اکثر واقعات شاہد ہیں۔ چنانچہ بدر کی لڑائی میں حضرت جبریل امین گھوڑے پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کافروں پر حملہ کرتے رہے۔ اور کئی فرشتوں کے ساتھ حضور کی امداد کے لیے بدر میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جنگ بدر میں تین مرتبہ سخت آندھی آئی۔ ایسی آندھی کبھی نہ دیکھی تھی۔ فرماتے ہیں۔ پہلی آندھی جبریل امین تھے۔ جو ایک لاکھ فرشتوں کے ہمراہ آئے۔ اور حضور کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ دوسری آندھی میکائیل تھے جو ایک ہزار فرشتوں کی فوج کے ساتھ آئے۔ اور حضور کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ اور تیسری آندھی اسرافیل تھے۔ جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آئے تھے۔ اور حضور کے میسرہ بنے۔

(خصائص کبریٰ صہ۲۰۱ جلد ۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جنگ بدر میں جن کافروں کو فرشتوں نے قتل کیا۔ ان کو ہم اس طرح جانتے ہیں۔ کہ ان کی گردنوں پر اور جوڑوں پر آگ کے جلے ہوئے کا نشان ہوتا تھا۔ (حوالہ مذکور)

آج بھی بھائیو! آج بھی ہم اگرچہ اعمال میں پہلے مسلمانوں کے سے نہیں ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں غلامی کی نسبت تو حاصل ہے ہی تا۔

اللہ تعالیٰ اس نسبت کے لحاظ سے آج بھی ہماری مدد کے لیے غیب سے سامان مہیا فرماتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کفر آج بھی مسلمانوں سے خائف و لرزاں ہے۔

بھائیو! وقت آنے دو۔ پھر دیکھو۔ کہ مسلمان اعلاء کلمۃ الحق کے لیے اور کشمیر اپنا حق لینے کے لیے کفر کے کس طرح چھکے چھڑاتا ہے۔ ان لالاؤں نے محاذ نیفا پر چینیوں سے جس طرح شکست اٹھائی ہے۔ سب جانتے ہیں۔ پھر یہ لوگ بھلا مسلمانوں کا سامنا کس طرح کر سکتے ہیں۔ بھائیو! اللہ کے فضل سے ہم تو وہ ہیں۔ جو ان لالاؤں کے باپ کو بھی رگڑ جاتے ہیں۔ گائے ان لوگوں کی ماتا ہے۔ گائے جب ماتا ہوئی۔ تو بیل یقیناً پتا ہوا۔ تو جو قوم ان لوگوں کے پتا تک کو نہ چھوڑتی ہو۔ وہ انہیں چھوڑ دے گی؟ بھائیو! وقت آیا۔ تو ان شاء اللہ مسلمان دکھا دیں گے کہ مسلمان مرد دلیر ہے۔ اللہ کا شیر ہے۔ اور کفر اس کے سامنے ڈھیر ہے۔

پنجابی لطیفہ ایک پنجابی لطیفہ ہے۔ کہ ایک لالہ نے بھرتی ہونے کے وقت اپنا نام "دھسّو رام" بتایا۔ دھسّو یعنی جو سامنے آئے۔ اسے یہ "دھس" دے گا۔ چنانچہ جب یہ بھرتی ہو کر نیفا پہنچا۔ تو دشمن کے ایک ہی حملہ سے لالہ جی الٹے پاؤں بھاگے۔ لوگوں نے کہا۔ ابے لالہ! تم تو "دھسّو رام" ہو۔ بھاگتے کیوں ہو؟ تو وہ بولا۔ ماتا جی پیار سے کبھی کبھی مجھے "نسّو رام" بھی کہا کرتی تھی۔ "نسّو" یعنی بھاگنے والا۔ تو بھائیو! ان نسّو راموں کا حشر تو دیکھنا کہ کیا ہوتا ہے۔

درسِ غیرت میرے بھائیو! ایک بات یہاں یہ بھی کہنا ضروری ہے۔ کہ آج کل یہ جو نئی تہذیب ہے۔ ہم مجاہدوں کو اس سے کنارہ کرنا چاہئے۔ یہ عیش و عشرت، لہو و لعب، اور کھیل کود کی جملہ عادتیں ہمیں چھوڑ دینا چاہیئے ذرا غور تو کیجئے۔ کہ آج بنگال میں۔ مقبوضہ کشمیر میں، اور بھارت کے دوسرے

حصوں میں ہمارے بہن بھائیوں پر کیا گذری ۔ بھائیو! کسی کے عزیز کی جان پر بن آئی ہو ۔ تو فرمایئے کیا اسے سینما دیکھنا سوجھتا ہے ۔ ریڈیو کے گانے، اور کھیل کود میں اس کا دل لگتا ہے ؟ ہرگز نہیں تو پھر ؎

بتا بتا تجھے زیبا ہیں بربط و طاؤس
دیارِ غیر میں ہیں بیٹیاں تری محبوس

ترقی

بھائیو! نئی تہذیب کا تو اعلان ہے ۔ کہ ؎

دیکھئے اس نئے فیشن سے ترقی ہوگی
مغربی طرز کی جو بات ہے اچھی ہوگی
مغربی رنگ جسے بوٹ پہن کر نکلیں
کوٹ پتلون کا ہم سوٹ پہن کر نکلیں

مگر پرانی تہذیب کا ارشاد ہے ۔ کہ ؎

یادِ خالق کی کرو خوب نمازی ہوکر
زلفِ زاہد کی بڑھے شب کی درازی ہوکر
ہوگی قرآن کی تلاوت سے ترقی اپنی
پارسائی سے عبادت سے ترقی اپنی

ہاں تو بھائیو! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑی شانیں پاکر تشریف لائے ۔ آپ ساری کائنات کے حاکم بن کر مبعوث ہوئے ۔ ساری کائنات آپ کی محکوم اور آپ بِاِذْنِ اللّٰہِ سب کے حاکم ہیں ۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے ۔ کہ ؎

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞

اس کے بعد دوسری اذان اور یہ

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْقَدِيْرِ الْاَكْبَرِ. الْمَالِكِ الْحَكِيْمِ الَّذِیْ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَقَدَّرَ وَخَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوَاتِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَبِحِكْمَتِهٖ دَبَّرَ. اَحْمَدُهٗ عَلٰی اَنْ قَسَّمَ الْمَخْلُوْقَاتِ طَبَقَاتٍ وَجَعَلَ اَفْضَلَهَا الْبَشَرَ وَاَشْكُرُهٗ عَلٰی اَنْ كَرَّمَهُمْ بِشَرِيْفِ الْخِطَابِ. وَاَنْعَمَ عَلَيْهِمْ بِالْعِزِّ وَالْقَدَرِ. اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَا رَادَّ لِفِعْلِ لِمَا اَرَادَ وَلَا مَانِعَ لِمَا شَآءَ مِنْ نَفْعٍ اَوْ ضَرٍّ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ مَلَكٍ وَجِنٍّ وَبَشَرٍ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ مَا اَضَاءَتِ الشَّمْسُ وَنَوَّرَ الْقَمَرُ.

اَمَّا بَعْدُ

يَا مِسْكِيْنُ. يَا مَنْ هُوَ بِعَمَلِهٖ رَهِيْنٌ. تَنَبَّهْ مِنْ نَوْمِ الْغَفْلَةِ وَتَذَكَّرْ. وَائْتَمِرْ بِمَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَاَمَرَ. وَتَجَنَّبْ عَمَّا نَهَاكَ عَنْهُ وَزَجَرَ. وَاعْتَبِرْ بِمَنْ مَضٰى مِنَ الْاَسْلَافِ وَتَدَبَّرْ. كَمْ مِنْ مُتَنَعِّمٍ تَنَعَّمَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَفَاجَئَتْهُ الْمَنِيَّةُ وَاَسْكَنَتْهُ تَحْتَ التُّرَابِ وَالْمَدَرِ. اٰبَاءٌ وَالْاَبْنَاءُ اَيْنَ الْاَوْلَادُ وَالْاَحْفَادُ اَيْنَ الْمَعْشَرُ اَيْنَ الْاَحْبَابُ. وَالْاَصْحَابُ اَيْنَ الْاِخْوَانُ. وَالْخُلَّانُ الْاَكْبَرُ وَالْاَصْغَرُ تَفَكَّرْ فِيْ سُكَرَاتِ الْمَوْتِ فَمَنْ مَاتَ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ وَوَرَاءَهُ الْعَرْضُ الْاَكْبَرُ. تَفَكَّرْ فِيْمَا يَمْضِيْ عَلَيْكَ فِي الْقَبْرِ مِنَ الضَّغْطَةِ وَالْوَحْشَةِ اَنَا بَيْتُ الظُّلْمَةِ اَنَا بَيْتُ الْمَسْكَنَةِ اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ اَنَا الْمَسْكَنُ وَالْمَوْطِنُ وَالْمَقْبَرُ فَهَلْ

مَنْ مُسْتَغْفِرٍ يَسْتَغْفِرُ وَهَلْ مِنْ مُتَبَصِّرٍ

يَتَبَصَّرُ. كَيْفَ بِكَ إِذَا وَرَدَ بِكَ هَادِمُ

اللَّذَّاتِ وَمُفَرِّقُ الْجَمَاعَاتِ فَوَقَعْتَ

فِي الْحَسَرَاتِ وَصَارَتْ صُوَرُكَ تَتَغَيَّرُ.

تَنْفَصِلُ الْمَفَاصِلُ عَنْ مَوَاضِعِهَا وَتَتَكَسَّرُ

وَسَالَتْ مِنْكَ الْعُيُوْنُ بِالدُّمُوْعِ وَسَاءَ الْمَنْظَرُ

وَصَارَ جَسَدُكَ بَعْدَ الْحُسْنِ يَتَغَيَّرُ ثُمَّ عَجَّلَ

بِكَ كُلُّ مَنْ كَانَ حَبِيْبُكَ إِلَى الْحُفْرَةِ الضَّيِّقَةِ.

وَأَلْقَوْا عَلَيْكَ التُّرَابَ وَالْحَجَرَ. فَبَقِيْتَ وَ

حِيْدًا مُتَحَسِّرًا فَرِيْدًا مُتَحَيِّرًا بَاكِيًا عَلَى

مَا فَاتَ وَمَا صَدَرَ. أَفَلَا يَعْتَبِرُ الْعَاقِلُ مِنْ

هٰذِهِ الْأَحْوَالِ وَشَدَائِدِ الْأَهْوَالِ أَفَلَا يَتَذَكَّرُ

أَلَكَ عَهْدٌ بِالْخُلُوْدِ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْعَزِيْزِ

الْأَكْبَرِ. كَلَّا وَاللّٰهِ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ

إِلَّا وَهِيَ مَقْبُوْضَةٌ وَتُدْفَنُ وَتُقْبَرُ. اللّٰهُمَّ يَا

رَحْمٰنٌ يَا خَالِقَ الْقُوٰى وَالْقُدَرِ اِرْحَمْنَا وَاعْفُ عَنَّا وَنَجِّنَا مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِى الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ. وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ قَدِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ درج ہے وہاں سے پڑھیئے

ربیع الاوّل شریف کے چوتھے جمعہ کا وعظ

وصال شریف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَحْمُوْدِ الْمَنَّانِ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ

سَیِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْمِیْزَانِ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (پ ۶ ع ۵)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

حضرات! آج مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے متعلق کچھ بیان کرنا ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول شریف کے مہینے میں ۱۲ تاریخ کو اور پیر کے روز اس عالم میں تشریف لائے۔ اور ربیع الاول شریف ہی کے مہینے میں بارہ ہی تاریخ کو۔ اور پیر ہی کے روز اس عالم سے اُس

عالم تشریف لے گئے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال شریف فرمایا۔ اور آپ قبر انور میں تشریف فرما ہیں۔ حاشا وکلا کوئی شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا۔ کہ حضور خدا ہیں معاذاللہ۔ اور آپ نے انتقال نہیں فرمایا بھائیو! ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضور اللہ کے مخلوق ہیں پیارے رسول ہیں۔ اور آپ ۶۳ برس کی عمر شریف کے بعد پھر اپنے اللہ کے پاس تشریف لے گئے۔ ہاں! ہم یہ ضرور کہتے ہیں۔ کہ انتقال فرمانے کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔ امت کو دیکھتے۔ اس کی سنتے۔ اور اس کے جملہ حالات سے باخبر ہیں۔ اور ہم ہرگز ہرگز یہ بات نہ کہتے ہیں۔ نہ مانتے ہیں۔ کہ معاذاللہ۔ ثم معاذ اللہ حضور "مرکر مٹی میں ملنے والے" ہیں۔ مریں حضور کے دشمن حضور زندہ ہیں۔ اور اسی حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔ ایک آن کی آن میں موت حاضر ہوئی۔ اور حضور نے اسے مشرف فرمایا۔ اور اس کے بعد حضور پھر اسی طرح زندہ ہیں۔ جیسے پہلے تھے۔ ہاں ہم سے پردہ فرما گئے ہیں۔ یوں سمجھئے۔ جیسے ہمارے ملک سے سورج غروب ہوجائے۔ تو اس کا یہ معنی نہیں۔ کہ سورج اب رہا ہی نہیں۔ نہیں نہیں۔ وہ بدستور موجود رہتا ہے۔ مگر ہماری نظروں سے غائب ہوکر کسی دوسرے ملک میں اس کا طلوع ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے ملک میں جب رات ہوتی ہے۔ تو امریکہ میں اس وقت دن ہوتا ہے۔ یعنی سورج ہماری نظروں سے غائب ہوکر امریکہ والوں کو روشن کرنے لگتا ہے بھائیو! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو آفتاب رسالت ہیں۔ آپ کے وصال شریف کا معنی یہ ہے۔ کہ آپ ہماری نظروں سے پردہ فرماکر دوسری دنیا میں طلوع فرما ہوگئے ہیں۔ خبردار! یہ وہم بھی نہ آنے پائے۔ کہ حضور اب رہے نہیں۔ یا یہ کہ اب انہیں ہماری خبر نہیں۔ توبہ! توبہ! اگر وہی نہ رہے ہوں۔ تو ہم کیسے رہ سکتے ہیں؟ سچ تو یہ ہے۔ کہ ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو　　جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

دنیوی زندگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما کر بھی زندہ ہیں اور ایسے زندہ نہیں جیسے شہدا رکرام کو زندہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی شہیدوں کی زندگی بھی برحق ہے۔ قرآن پاک اس پر گواہ ہے۔ مگر ان کی زندگی معنوی و اُخروی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی حسّی اور دنیاوی ہے۔ یعنی جس طرح آپ اس دنیا میں زندہ تھے۔ بالکل اسی طرح اب بھی زندہ ہیں۔ چنانچہ شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"بدانکہ حیاتِ انبیار صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین متفق علیہ است میانِ علماء ملّت۔ و ہیچ کس را خلاف نیست دراں کامل تر و قوی تر از وجودِ حیاتِ شہداء مقاتلین فی سبیل اللہ کہ آں معنوی اُخروی است و حیاتِ انبیار حسی و دنیاوی است۔"

(مدارج النبوۃ شریف صہ ۲۶۳ جلد ۲)

یعنی جان لو۔ کہ انبیار کرام علیہم السلام کی حیات علما رکرام کے نزدیک ایک اتفاقی چیز ہے۔ جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور انبیار کرام علیہم السلام کی زندگی شہیدوں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی زندگی سے بہت کامل اور قوی ہے۔ کہ شہیدوں کی زندگی معنوی و اخروی ہے۔ اور انبیار کرام علیہم السلام کی زندگی حسّی اور دنیاوی ہے۔"

حضرات! حضرت شاہ عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ نے فیصلہ فرما دیا۔ کہ سب نبی علیہم السلام زندہ ہیں۔ اور حسی و دنیوی زندگی رکھتے ہیں۔ پھر جو ان سب نبیوں کے آقا و مولیٰ اور سردار ہیں۔ خود ہی فیصلہ کر لیجئے۔ کہ ان کی زندگی مبارک میں شک و شبہ کرنا اور مثل دیگر مومنین کے صرف اخروی زندگی بتانا کس قدر مردہ دلی ہے۔ بھائیو! ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ اور اسی طرح زندہ ہیں۔ جیسے پہلے تھے۔ صرف ہماری آنکھوں سے چھپ گئے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

معجزات

حضرات! ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات بے شمار ہیں۔ ہمارے حضور کا حکم جہاں زمین پر جاری نظر آیا۔ وہاں آسمانوں پر بھی حضور کا حکم جاری دیکھا۔ اِدھر زمین پر اگر جانور درخت اور پتھر حکم پاکر حاضر ہو رہے ہیں۔ اور کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ تو اُدھر آسمانوں پر اشارہ پاتے ہی چاند بھی شق ہو رہا ہے۔ اور سورج بھی پلٹ رہا ہے۔ ؎

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

جانور آآکر سجدے کر رہے ہیں۔ سنگریزے کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ لوگوں کے دلی ارادوں کا اظہار ہو رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر بے شمار معجزات دیکھ کر ممکن تھا۔ کہ لوگ حضور کو خدا کہنے لگتے ــــــ (معاذ اللہ) اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو اس غلطی سے بچانے کے لیے آن کی آن کے لیے اپنے محبوب پر موت وارد فرما کر گویا ظاہر فرما دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ہیں۔ اللہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ تو موت سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ وہاں تو آن کی آن کے لیے بھی موت کا وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں ملک الموت حاضر ہوا۔ اور اجازت پاکر حضور کی روح مبارک کے قبض کرنے کے شرف سے ہوا۔ اور چونکہ یہ مقصد آن کی آن کے لیے قبض روح سے حاصل ہو گیا۔ اس لیے روحِ پاک پھر بدستور جسم پاک میں تشریف لے آئی۔ اور حضور پھر اسی طرح زندہ ہیں۔ جس طرح پہلے تھے۔ کیا خوب فرمایا ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے۔ ؎

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر اتنی کہ فقط آنی ہے

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی اجل آتی ہے۔ ٹھیک ہے ہم مانتے ہیں۔ مگر ان کی آن کے یہ یعنی "آنی" ہے۔ سبحان اللہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو بھی اللہ تعالیٰ نے کیا کیا کمال عطا فرمائے ہیں۔ کہ یہ مسئلہ ایک چھوٹے سے شعر میں ہی حل فرما دیا۔ ہزار ہزار رحمتیں نازل ہوں اعلیٰ حضرت کی مرقد انور پر۔ ہاں تو بھائیو! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی زندہ ہیں۔ حضرت امام زرقانی علیہ الرحمۃ نے شرح مواہب میں جو ایمان افروز ارشادات فرمائے ہیں ایک مسلمان کے لیے وہی کافی ہیں۔ امام قسطلانی علیہ الرحمۃ نے مواہب لدنیہ میں لکھا:۔

وَمِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهٖ

"یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے۔ کہ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔"

امام قسطلانی نے اس پر ایک شبہ کا ذکر فرما کر اس کا جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص یہ آیت پڑھے۔ کہ اللہ فرماتا ہے:۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔

تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ:۔

اَنَّ الْمَوْتَ غَيْرُ مُسْتَمِرٍّ وَّاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْيِىَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ (جواہر البحار ص ۲۷۶ جلد ۱)

"یعنی بے شک اس آیت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں موت حاضر ہوئی۔ مگر موت حاضر ہوئی۔ مگر موت آنے کے بعد پھر قائم نہیں رہی۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر زندہ فرما دیئے گئے۔"

مختصر یہ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ہم سے پردہ ہی فرما گئے ہیں۔ ورنہ وہ آج بھی ویسے ہی زندہ ہیں جیسے پہلے تھے۔

ایک عام فہم مثال کیوں بھائیو! متحدہ ہندوستان کا مثلاً ایک بادشاہ شاہجہاں بھی گذرا ہے۔ تو فرمایئے اب اگر اس کا ذکر کیا جائے۔ تو کیا یوں کہا جائے گا۔ کہ " شاہجہاں ہندوستان کا بادشاہ تھا؟ فرمایئے۔ آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ یہی نا! کہ اب یوں کہا جائے گا۔ کہ۔

" شاہجہان ہندوستان کا بادشاہ تھا۔"

"بادشاہ ہے۔" کہنا اب غلط ہے۔ کیوں کہ اب وہ نہیں رہا۔ ہاں اگر اب بھی ہوتا۔ تو ہم یونہی کہتے۔ کہ" شاہجہان ہندوستان کا بادشاہ ہے" بھائیو! اب پوچھ لو۔ جس سے بھی چاہو۔ کہ حضور شاہِ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آج کیا کہا جاتا ہے۔ کیا یوں کہا جاتا ہے؟

" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا رسول تھا۔"

یا یوں کہا جاتا ہے۔

" محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا رسول ہے۔"

حضرات! سب یہی کہتے ہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور

" محمدؐ اللہ کا رسول ہے"

یہ "ہے" ہی بتا رہا ہے۔ کہ ہمارا رسولؐ اب بھی ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ پڑھئے سب مل کر اعلیٰ حضرت کا یہ شعر ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

آیت شریفہ ہاں تو میں نے قرآن پاک کی جو آیت شریفہ پڑھی ہے خدا نے یہ آیت کریمہ حبیبؐ نازل فرمائی۔ تو اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان شکستہ دل ہو گئے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ اس آیت شریفہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کی خبر مل رہی ہے۔ اس لیے

ؐ صلے اللہ علیہ وسلم

کہ حضور تکمیل دین کے لیے تشریف لائے تھے۔ تو جس کام کے لیے حضور تشریف لائے تھے۔ جب وہ ہو گیا۔ تو اب معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور ہم سے پردہ فرما جائیں گے۔
(مدارج شریف صفحہ ۴۳۲ جلد ۲)

چنانچہ وہ وقت بھی آ گیا۔ جبکہ آقا نے اپنے غلاموں سے پردہ فرما کر اپنے مولا کی طرف جانے کے لیے تیاری فرمائی۔ اور جب آپ نے تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا۔ اور آپ کو مرض شریف لاحق ہوا۔

جبریل و اسماعیل

تو جبریل امین ملک الموت کو لے کر حاضر ہوئے اور جبریل کے ساتھ ایک اور فرشتہ بھی آیا۔ جس کا نام اسماعیل ہے۔ یہ اسماعیل فرشتہ ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے اور اس کے ماتحت لاکھ فرشتوں میں سے ہر ایک فرشتہ پھر ایک ایک لاکھ فرشتے پر حاکم ہے۔ گویا یہ کروڑوں فرشتوں کا حاکم فرشتہ بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (مدارج النبوۃ شریف صفحہ ۴۳۵ جلد ۲) اور سلام عرض کیا۔ اور ملک الموت نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! مجھے اللہ نے یہ کہہ کر بھیجا ہے۔ کہ میں آپ کے حکم کے مطابق کام کروں۔ اگر آپ فرمائیں۔ تو روح انور کو قبض ہو گا۔ یارسول اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دے دیا ہے۔ فرمایئے جو ارشاد عالی ہو! حضرات! ملک الموت کی اس بارگاہ میں یہ فروتنی، اور عاجزی دیکھی آپ نے! سبحان اللہ! کیا دربار عالی ہے۔ کہ ملک الموت بھی اذن لیتا ہے۔ بھائیو! ملک الموت نے اذن مانگا۔ تو پھر جبریل نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! "خدائے تعالیٰ مشتاق است بسوئے تو وے خواہد ترا۔" حضور! خدا آپ کا مشتاق ہے۔ اور وہ آپ کو چاہتا ہے۔" حضور نے یہ بات سنی۔ تو ملک الموت کو روح پاک کے قبض کرنے کی اجازت دیدی
(مدارج شریف صفحہ مذکورہ)

حضرات! دیکھ لیجئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ارفع و اعلیٰ شان کو۔ کہ جبریل امین اور اسماعیل و ملک الموت جیسے بڑے بڑے جلیل القدر

فرشتے بھی اس بارگاہِ عالی میں بغیر اذن و اجازت کے کچھ نہیں کرسکتے۔ ؎

ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیت

بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت پاکر ملک الموت نے روح پاک کو قبض کرلیا۔ تو بس جس طرح اس آفتاب کے چھپ جانے سے سارے عالم میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ آفتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نظروں میں ساری دنیا اندھیر ہو گئی۔

چاند غروب ہو گیا ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا تھا۔ کہ آسمان سے چاند اترا ہے۔ اور یکایک ان کے حجرہ کی زمین میں چھپ گیا۔ آپ نے یہ خواب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اور فرمایا۔ خدا امت کا مددگار رہے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ امت کے مسافر مدنی چاند کے غروب ہونے کے بعد اندھیرے میں بھٹکتے پھریں۔ حضور علیہ السلام کا جب وصال ہوا۔ اور حضور کی قبر انور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں بنی۔ تو صدیق اکبر نے فرمایا۔ اے عائشہ! تیرے خواب کی یہی تعبیر تھی۔ آج وہ چاند تیرے حجرہ کے اندر چھپ گیا۔ فصلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم۔

حال بلال بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا صدمہ صحابہ کرام نے جس قدر محسوس فرمایا۔ اس کا میں کیا بیان کروں۔ اس مختصر سے وعظ میں مختصر طور پر میں صرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ کچھ پنجابی اشعار بھی ہیں سنئے ؎

سفر کر جد رسول اللہ سدھائے وچھوڑے نال بھانبڑ دل جلائے

مدینے وچہ پڑی سی رات کالی دِسّن روندے در و دیوار خالی
بہتیرے وطن تھیں بیگانہ ہوئے بتھیرے عشق وچہ دیوانہ ہوئے
بلال اٹھ شام نوں چلے سفر کر کہیا اس تائیں آ صدیق اکبرا
رہو جد تک تسا نوں ہووے منظور مؤذن مسجد نبوی بدستور

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اب مدینہ پاک میں دل ہی نہ لگتا تھا۔ حضرت بلال شام کو جانے لگے۔ صدیق اکبر نے فرمایا۔ بلال نہ جاؤ۔ مسجد نبوی کے بدستور مؤذن رہو۔ مگر وہ بولے ؎

مدینے وچہ نہیں لگدا مرا جی! سوا محبوب دے دا ردگراں کی
جدوں سجادے محراب دلدار کھڑے سرپر آتش ہجر دی ساڑ
ارِحنی کون فرما ئے گا میوں کتھے دلبر سناواں حال جیوں

وچھوڑے دی پڑی ہے شام مینوں
نہیں دلدار با جھ آرام مینوں

چنانچہ بھائیو! حضرت بلال تاب فرقت نہ لاتے ہوئے شام تشریف لے گئے۔ اور سال بھر حلب شہر میں رہے۔ ایک بار خواب میں دیکھا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اے بلال! تو نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑا حضرت بلال نے خواب ہی میں لبیک کہی۔ اور صبح پھر مدینہ منورہ کو چل پڑے۔ آپ جب مدینہ منورہ پہنچے۔ تو سارے مدینہ پاک میں غل ہوا۔ کہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلال تشریف لے آئے ہیں۔ پھر سب نے درخواست کی۔ کہ اے مؤذن رسول! ایک دفعہ وہ اذان سنا دو۔ جو حضور کے وقت سنایا کرتے تھے۔ حضرت بلال نے ان کے اصرار پر اذان کہی۔ تو سارے مدینہ میں غل مچ گیا۔ سب چھوٹے بڑے مسجد میں آ گئے عورتیں مرد چھوٹے بڑے رونے لگے۔ حضور کا زمانہ یاد آگیا۔ ایک عجیب سماں بندھ گیا۔ حضرت بلال نے جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا۔ تو سامنے

حضور کو نہ دیکھ کر غش کھا کر گر پڑے۔ بہت دیر کے بعد اٹھے اور روتے ہوئے پھر شام چلے گئے۔

بھائیو! کیا عرض کروں۔ صحابہ کرام کو حضور سے کس قدر محبت تھی، اور حضور کے بعد ان کو کس قدر صدمہ ہوا۔ مگر آخر یہ ہونا ہی تھا۔ سورج طلوع کرتا ہے۔ تو غروب بھی ہوتا ہے۔ اگر سورج غروب نہ کرے۔ تو اس کی گرمی ہی سے دنیا مر جائے۔ اس لیے لازم ہے۔ کہ سورج غروب بھی ہو۔

بھائیو! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف میں بھی صدہا حکمتیں تھیں۔ اس لیے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول شریف ہی کے مہینے میں وصال بھی فرمایا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَبِیْرِ الْوَهَّابِ۔ الْغَفُوْرِ الْعَظِیْمِ التَّوَّابِ۔ اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مَالِكُ الْاُمَمِ وَالرِّقَابِ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ اُوْتِیَ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

وَمَنْ تَبِعَهُمْ اِلٰی یَوْمِ الْحِسَابِ ۔

وَبَعْدُ

فَیَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ وَّاٰنٍ ۔
وَاحْضَرُوْهُ فِیْ کُلِّ لَمْحَةٍ وَّزَمَانٍ ۔ وَاعْلَمُوْا
اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْبَطْشِ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔
وَلَا تَغْتَرُّوْا بِسَعَةِ رَحْمَتِهٖ ۔ وَلَا تَحْسَبُوْهُ
غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُهٗ اَهْلُ الْمُخَالَفَةِ ۔ فَاِنَّهٗ
یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ وَهُوَ
سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۔ وَتَنَبَّهُوْا مِنْ نَوْمِ الْغَفْلَةِ
وَاتْرُکُوا الْاِنْهِمَاکَ فِی اللَّذَّةِ فَاِنَّ وَرَآءَکُمُ
الْحِسَابَ وَالْکِتَابَ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ فِیْ کُلِّ
سَاعَةٍ فَقَدْ کَثُرَتْ فِیْنَا الْاَعْمَالُ الرَّدِیَّةُ فَشَا
الرِّبٰوا وَالزِّنَا وَالْحِقْدُ وَالْحَسَدُ وَالْبُهْتَانُ وَ
النَّمِیْمَةُ وَاَکْلُ الْحَرَامِ وَاللِّوَاطَةُ وَاَقْبَحُهَا
الْغِیْبَةُ وَقَدِ ارْتَکَبَهَا کُلُّ شَیْخٍ وَّشَابٍّ اَمَّا

سَمِعْتُمْ قَوْلَهٗ تَعَالٰی وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا
اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا
فَکَرِهْتُمُوْهُ اَمَا قَرَعَ سَمْعَکُمْ مَا اَخْبَرَ بِهٖ
نَبِیُّکُمْ دِرْهَمٌ مِنَ الرِّبٰوا یَاْکُلُهُ الرَّجُلُ اَشَدُّ
مِنْ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِیْنَ زَنْیَةً اَدْنَاهَا اَنْ یَّزْنِیَ الرَّجُلُ
بِاُمِّهٖ وَاِنَّ اَرْبَی الرِّبٰوا اسْتِطَالَةُ عِرْضِ الْمُسْلِمِ
اَمَا عَلِمْتُمْ اَنَّ الرِّضٰی بِالْغِیْبَةِ کَالْغِیْبَةِ وَ
وَالسَّاکِتُ شَرِیْکُ الْمُغْتَابِ. فَاِلَی اللّٰهِ الْمُشْتَکٰی
مِنْ زَمَانٍ کَالْجِیْفَةِ وَاَهْلُهٗ کَالْکِلَابِ فَاِنْ
کُنْتَ کَلْبًا اَکَلْتَ مَعَهُمْ وَاِلَّا اَکَلَتْکَ الْکِلَابُ
اُمَرَاؤُهُمْ سِبَاعٌ وَّوُزَرَاؤُهُمْ ذِئَابٌ. اِغْتَرُّوْا
بِالدُّنْیَا مَعَ عِلْمِهِمْ بِاَنَّهَا سَرِیْعُ الزَّوَالِ
شَدِیْدُ الْاِنْقِلَابِ. کَمْ قَتَلَتْ قَتِیْلًا وَّدَمَّرَتْ
مَثِیْلًا وَّاَهْلَکَتْ نَبِیْلًا وَّاَفْسَدَتْ عَقِیْلًا
کَمْ نَقَضَتْ عَهْدًا وَّهَدَمَتْ مَجْدًا وَّجَدَّدَتْ

الْحُزْنَ وَالْاِلْتِهَابَ۔ فَمَا عُذْرُهُمْ عِنْدَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ۔ اِذَا دُفِنُوْا تَحْتَ التُّرَابِ وَوَلّٰى عَنْهُمُ الْاَصْحَابُ وَالْاَحْبَابُ۔ وَحَضَرَتْهُمْ مَلَآئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ بِهٖ مِنَ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ۔ فَتُوْبُوْآ اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا وَاسْتَغْفِرُوْهُ صَبَاحًا وَّمَسَآءً جَعَلَنِيَ اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ مِمَّنْ تَابَ وَاَنَابَ وَاَدْخَلَنِيْ وَاِيَّاكُمْ فِي الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ ط

بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَ نَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر

دُوسرا خُطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

ربیع الثانی شریف کے پہلے جمعہ کا وعظ

استمداد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَمَّرَ قُلُوْبَ اَوْلِیَآئِہٖ بِرُوْحِ رِجَآئِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ اَنْبِیَآئِہٖ وَخَیْرِ خَلْقِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

اِذَا انْفَلَتَتْ دَآبَّۃُ اَحَدِکُمْ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ ۔

(ترجمہ) "تم میں سے اگر کسی کا جانور جنگل میں بھاگ جائے، تو چاہیئے کہ یوں پکارے اور کہے کہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو"

(کتاب الاذکار لامام نووی ص۱۰۱)

حضرات! یہ ربیع الثانی کا مہینہ ہے۔ اور یہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت رکھنے والا مہینہ ہے۔ اس کی گیارہویں تاریخ کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اولیاء اللہ میں سے ایک ولی کامل بلکہ سردار اولیاء تھے۔ مسلمانوں کے دلوں میں حضور غوث پاک کی بے پناہ عقیدت ہے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کے لیے کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہاں حضور کی امت میں حضور کے صدقہ میں اولیاء کرام پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ اور یہ کہ دنیا کا بقاء و استحکام انہی اللہ والوں کی طفیل سے ہے۔

ابدالِ شام

دیکھیے ایک حدیث پاک میں وارد ہوتا ہے۔ کہ شام میں چالیس ابدال رہتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو مقرر فرما دیتا ہے۔ اور یہ چالیس کی تعداد پوری رہتی ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۸۲)

ان کی طفیل مینہ برستا ہے۔ اور ان کی طفیل دشمنوں پر فتح ملتی ہے اور انہی کی طفیل اہل شام سے عذاب ٹلتا ہے"۔

دیکھ لیجئے کس وضاحت سے بیان فرما دیا گیا ہے۔ کہ ان اللہ والوں کی طفیل مینہ بھی برستا ہے۔ اور انہی کی طفیل فتح و نصرت بھی ملتی ہے اور عذاب بھی ٹلتا ہے۔

ایک مثال

مینہ برستا ہے۔ اور غلہ پیدا ہوتا ہے۔ غلہ پیدا نہ ہو۔ تو آدمی بھوکوں مر جائیں۔ اور یہ مینہ ان اللہ والوں کی طفیل برستا ہے۔ گویا ہم لوگ ان اللہ والوں ہی کی طفیل کھاتے پیتے ہیں۔ ایک زمیندار اپنی زمین میں گندم بوکراسے پانی دینے کے لیے ٹیوب ویل خریدتا ہے۔ یہ جو اس نے ہزاروں روپے خرچ کر کے ٹیوب ویل خریدا ہے۔ آخر کس لیے؟ اسی لیے نا! کہ گندم کی کھیتی کو پانی ملے۔ بھائیو! جب یہ پانی زمین

میں آتا ہے۔ تو آتا تو گندم کے لیے ہے۔ مگر اس زمین میں جو گھاس پھونس اور دیگر بوٹیاں وغیرہ اگی ہوئی ہوں۔ اس گندم کی طفیل انہیں بھی پانی مل جاتا ہے۔ اور وہ بھی سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں۔ کیوں صاحب! کیا کوئی یوں کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ جو اتنا بڑا قیمتی ٹیوب ویل لگایا گیا ہے۔ یہ ان گھاس پھونس، اور بوٹیوں وغیرہ ہی کے لیے لگایا گیا ہے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ ٹیوب ویل اور آبپاشی کا جملہ انتظام محض گندم کی خاطر ہے۔ اور اس گندم کی طفیل یہ پانی ان گھاس پھونس کی جڑوں کو بھی ملنے لگا ہے۔ اسی طرح بھائیو! یہ اللہ کے انعامات و اکرامات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اولیاء کرام کی خاطر ہیں۔ اور ان اللہ والوں کی طفیل اللہ کے انعامات کا پانی ہم جیسے نکموں کو بھی مل جاتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اس کا انکار حقیقت کا انکار ہے۔ ہم سب ان اللہ والوں کے رہین منت ہیں۔ یہ اللہ والے اللہ تعالیٰ کے مقرب اور مقبول ہوتے ہیں۔ ان کے صدقہ میں اللہ تعالےٰ عوام کی بلائیں دفع فرما دیتا ہے۔

حضرات! میں نے جو ابتدار وعظ میں حدیث پاک پڑھی ہے۔ اس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم ہے۔ کہ جنگل میں اگر کسی کا کوئی جانور گم ہو جائے۔ تو وہ یوں پکارے۔

" اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللہِ " اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔"

گویا فرمایا گیا کہ مشکل کے وقت اللہ کے بندوں سے طلب امداد کرنے پر اللہ کے بندے بہر امداد پہنچ جاتے ہیں۔ اور مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔

مظہر عون | میرے بھائیو! آج کل اولیاء کرام سے استمداد پر بعض لوگ چیں بجبیں ہو جاتے ہیں، اور کہتے ہیں۔ کہ مدد طلب کرنا شرک ہے۔ اور دلیل میں آیت اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ " پیش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ جب آیت میں حصر کے ساتھ یہ بات موجود ہے۔ کہ ہم تجھ ہی سے مدد

مانگتے ہیں ۔ تو پھر کسی نبی ۔ ولی سے مدد مانگنا، اس آیت کے خلاف کیوں نہ ہو؟

بھائیو! یہ بات بہت بڑی غلط فہمی کی بنا پر کہی جاتی ہے خوب یاد رکھیئے ۔کہ حقیقی مدد کرنے والا صرف وہی خدا ہے ۔ اور اس کے سوا ناصر حقیقی واقعی کوئی نہیں ۔ مگر یہ اولیاء کرام اللہ ہی کی مدد ونصرت کے مظاہر ہیں ۔ اللہ کی مدد ونصرت کا ان کے ذریعہ سے اظہار ہوتا ہے ۔ اور ہم جو ان سے مدد چاہتے ہیں ۔ تو معاذ اللہ انہیں ناصر حقیقی سمجھ کر نہیں بلکہ مظہر عون الٰہی سمجھ کر چاہتے ہیں ۔ ان سے مدد چاہنا دراصل اللہ ہی سے مدد چاہنا ہے ۔ دیکھیئے ایک مثال عرض کروں ۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ارشاد فرماتا ہے ۔ وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنَ ۔ (پ ۱ ع ۵) یعنی صرف مجھ ہی سے ڈرو۔"

دیکھیئے اس آیت میں حصر کے ساتھ فرمایا جا رہا ہے ۔ کہ "مجھ ہی سے ڈرو" مگر باوجود اس کے ہم شیر سے بھی ڈرتے ہیں ، سانپ اور بچھو سے بھی ڈرتے ہیں ۔ کیوں بھائیو! ہمیں مشرک بنانے والے کیا خدا کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے ؟ بھائیو! شیر وچیتا تو ایک طرف ، یہاں تو یہ عالم ہے ۔ کہ ؎

آئے ہیں دنیا میں ہم دو کام کرنے کے لیے
کچھ خدا سے اور کچھ بیوی سے ڈرنے کے لیے

تعجب ہے کہ بیوی سے ڈرنا تو "اِیَّایَ فَارْھَبُوْنَ" کے مخالف نہ ہو ۔ اور شرک نہ ہو ۔ اور کسی اللہ کے مقبول بندے سے مدد طلب کر لینا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ کے خلاف ہو جائے ۔ اور شرک ہو جائے ۔ ہمیں مشرک کہہ دینے والے اور اولیاء کرام سے مدد مانگنے پر ایاک نستعین" کی آیت سنانے والے سچ سچ بتائیں ۔ کہ وہ کسی مشکل میں کیا کبھی کسی غیر کے پاس نہیں گئے ۔ اور انہوں نے کبھی کسی غیر اللہ سے فریاد نہیں کی؟ ــــ

مانگتے ہیں۔ تو پھر کسی نبی۔ ولی سے مدد مانگنا، اس آیت کے خلاف کیوں نہ ہو؟

بھائیو! یہ بات بہت بڑی غلط فہمی کی بنا پر کہی جاتی ہے خوب یاد رکھیئے۔ کہ حقیقی مدد کرنے والا صرف وہی خدا ہے۔ اور اس کے سوا ناصر حقیقی واقعی کوئی نہیں۔ مگر یہ اولیاء کرام اللہ ہی کی مدد و نصرت کے مظاہر ہیں۔ اللہ کی مدد و نصرت کا ان کے ذریعہ سے اظہار ہوتا ہے۔ اور ہم جو ان سے مدد چاہتے ہیں۔ تو معاذ اللہ انہیں ناصر حقیقی سمجھ کر نہیں بلکہ مظہر عون الٰہی سمجھ کر چاہتے ہیں۔ ان سے مدد چاہنا در اصل اللہ ہی سے مدد چاہنا ہے۔ دیکھیئے ایک مثال عرض کروں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنَ۔ (پ ۱ ع ۵) یعنی صرف مجھ ہی سے ڈرو۔"

دیکھیئے اس آیت میں حصر کے ساتھ فرمایا جا رہا ہے۔ کہ" مجھ ہی سے ڈرو" مگر باوجود اس کے ہم شیر سے بھی ڈرتے ہیں، سانپ اور بچھو سے بھی ڈرتے ہیں۔ کیوں بھائیو! ہمیں مشرک بنانے والے کیا خدا کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے؟ بھائیو! شیر و چیتا تو ایک طرف، یہاں تو یہ عالم ہے۔ کہ ؎

آئے ہیں دنیا میں ہم دو کام کرنے کے لیے
کچھ خدا سے اور کچھ بیوی سے ڈرنے کے لیے

تعجب ہے کہ بیوی سے ڈرنا تو" اِیَّایَ فَارْھَبُوْنَ "کے مخالف نہ ہو۔ اور شرک نہ ہو۔ اور کسی اللہ کے مقبول بندے سے مدد طلب کرلینا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ کے خلاف ہو جائے۔ اور شرک ہو جائے۔ ہمیں مشرک کہہ دینے والے اور اولیاء کرام سے مدد مانگنے پر" ایاک نستعین" کی آیت سنانے والے سچ سچ بتائیں۔ کہ وہ کسی مشکل میں کیا کبھی کسی غیر کے پاس نہیں گئے۔ اور انھوں نے کبھی کسی غیر اللہ سے فریاد نہیں کی؟ —

بھائیو! حالت تو یہ ہے۔ کہ ے

زبان پہ آیت ایاک نستعین بھی رہی
صنم کے پاؤں پہ لیکن جھکی جبیں بھی رہی

یہ آیت بھی زبان پر جاری رہی۔ اور تھانے کے چکر بھی کاٹتے رہے۔ کیا خوب لکھا ہے حاجی حق حق نے کہ ے

کہتے تو ہیں یہی کوئی حاجت روا نہیں!
ہے ان میں کوئی جو کبھی تھانے گیا نہیں
داتا کے پاس میں گیا تھانے میں تو گیا
تو گر برا نہیں ہے تو میں بھی برا نہیں
قسمت کی ہے یہ بات کہ ولیوں کے ہاتھ کے
سب کچھ ہمیں ملا انہیں کچھ بھی ملا نہیں

ہاں تو ان اللہ کے مقبولوں سے مدد چاہنا شرک نہیں۔ یہ مظہر عون ہاں تو ان اللہ کی مدد ان کے واسطہ سے ہم تک پہنچتی ہے۔ اور ہم جو ان سے مدد چاہتے ہیں۔ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔ آپ نے خود فرمایا ہے۔ کہ مشکل میں اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ کہو۔ اگر یہ بات شرک ہوتی۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کی تعلیم کیوں فرماتے اور پھر اس حدیث پر یہ نہیں کہ ہمارا ہی عمل ہے بڑے بڑے محدثین نے اس پر عمل کیا ہے۔

ایک واقعہ | چنانچہ حضرت امام نووی شارح مسلم شریف ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

حَکٰی لِیْ بَعْضُ شُیُوْخِنَا الْکِبَارِ فِی الْعِلْمِ اَنَّہٗ اِنْفَلَتَتْ لَہٗ دَابَّۃٌ اَظُنُّہَا بَغْلَۃً وَّکَانَ یَعْرِفُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ فَقَالَہٗ، فَحَبَسَہَا اللّٰہُ عَلَیْہِمْ فِی الْحَالِ۔ وَکُنْتُ اَنَا مَرَّۃً مَعَ جَمَاعَۃٍ فَانْفَلَتَتْ

مِنْهَا بَهِيمَةٌ وَعَجَزُوا عَنْهَا فَقُلْتُهُ فَوَقَفَتْ فِي الْحَالِ بِغَيْرِ سَبَبٍ سِوٰى هٰذَا الْكَلَامِ۔ (کتاب الاذکار صفہ ۱)

مجھ سے ایک بڑے شیخ و عالم نے اپنا واقعہ بیان کیا اور فرمایا۔ کہ میری خچر بھاگ گئی اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک یاد تھی۔ میں نے اسی وقت پکارا "اعینونی یا عباد اللہ"! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس خچر کو اسی وقت روک دیا — امام نووی فرماتے ہیں۔ کہ میں خود ایک بار ایک جماعت کے ساتھ تھا۔ کہ ہمارا چوپایہ بھاگ گیا۔ ہم سب اس کے پکڑنے سے عاجز آ گئے۔ تو میں نے بھی یہی حدیث پاک یاد آنے پر یہ نعرہ لگایا۔ تو چوپایہ اسی وقت کھڑا ہو گیا۔ اور بغیر کسی سبب کے بجز اس پکار کے وہ چوپایہ مل گیا۔

ایک دوسرا واقعہ راولپنڈی سے ایک ماہنامہ فیض الاسلام شائع ہوتا ہے۔ اس میں علماء امرت سر کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں "مولانا نور احمد صاحب پسروری ثم امرتسری کے حالات لکھتے ہوئے مولانا کا اپنا ایک بیان کردہ یہ واقعہ بھی لکھا ہے:۔

"میں نے ایک دفعہ مکہ معظمہ سے چل کر دربار نبوی میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ اثنائے سفر ایک رات ایسی آئی۔ کہ قیام کے لیے کوئی منزل نہ تھی۔ اس لیے بڑی پریشانی ہوئی۔ معاً مجھے یاد آیا۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔ کہ سفر میں راہ بھول جاؤ۔ تو بلند آواز سے

يَا عِبَادَ اللّٰهِ أَعِينُونِيْ۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

پکارا کرو۔ میں نے اس پر عمل کرتے ہوئے تین بار پکارا۔ اور پھر ایک بار چاروں طرف نظر دوڑائی۔ تو قریب ہی ایک جھونپڑی نظر آئی۔ اور اس طرف چلا۔ جب قریب پہنچا تو دیکھا۔ کہ چند بچے جھونپڑی کے باہر کھیل رہے ہیں

اور یہ بچے مجھے دیکھتے ہی پکار اٹھے۔

جَآءَ ضَیْفُ اللّٰہِ۔ "اللہ کا مہمان آگیا۔"

بچوں کی آواز سنتے ہی اندر سے ایک مرد نکلا۔ اور اس نے میری بڑی خاطر و مدارات کی۔ کھانا کھلایا۔ اور رات بسر کرنے کے لیے بستر وغیرہ دیا۔ اور صبح کو مجھے راستے پر ڈال دیا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ کہ اس سے قبل یعنی" اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ " پکارنے سے قبل بقائمی ہوش و حواس اس علاقہ میں کوئی جھونپڑی نہ دیکھی تھی۔"

(فیض الاسلام شمارہ مارچ ۱۹۶۳ء)

بھائیو! دیکھو کہ بڑے بڑے بزرگانِ دین نے کس طرح اس حدیث پر یقین کیا۔ اور اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ کہ مشکل کے وقت اللہ کے مقبولوں سے استمداد سے مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔

صحتِ حدیث بہت ممکن ہے۔ کہ کوئی صاحب اس حدیث پاک پر ہی جرح کرنے لگیں۔ کیونکہ بعض لوگ قرآن و حدیث کو اپنی طبیعتوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اولیاء کرام کی عظمت شان جن روایات سے ثابت ہو۔ ایسے لوگ ان روایات پر خواہ مخواہ بھی جرح کرنے لگتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ ان کی طبیعتیں عظمت اولیاء کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتیں۔

لطیفہ کہتے ہیں، ایک گستاخ بیوی کو اپنے شوہر سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ شوہر اس کا بڑا خدا رسیدہ انسان تھا۔ مگر بیوی اس کی قائل نہ تھی۔ اور وہ ہر وقت اس کی بے ادبی ہی کرتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ اس بزرگ انسان نے دل میں سوچا کہ اپنی بیوی کو کوئی کرامت دکھاؤں۔ ممکن ہے اسی کو دیکھ کر میری عظمت تسلیم کرے۔ چنانچہ وہ ایک روز گھر سے باہر جا کر اوپر ہوا میں پرواز کر گیا۔ اور اڑتے اڑتے اپنے گھر کے عین اوپر آ کر چاروں طرف چکر لگانے لگا۔ بیوی نے اوپر جو دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کہ کوئی انسان ہوا میں اڑ رہا ہے۔ چونکہ

وہ بہت دُور اوپر تھا۔ اس لیے پہچان نہ سکی۔ کہ یہ کون ہے۔ خاوند نے جب دیکھا۔ کہ بیوی نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ تو پھر باہر جاکر نیچے اترا اور گھر آیا بیوی نے کہا۔ تم بھی مقبول بنے پھرتے ہو۔ خدا کا مقبول تو میں نے آج دیکھا ہے ہوا میں اڑ رہا تھا۔ سبحان اللہ! کیا شان تھی۔ ایسے ہوتے ہیں خدا کے مقبول۔ ایک تم ہو کہ خواہ مخواہ کا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ شوہر نے جب دیکھا۔ کہ میری پرواز کا اس کے دل پر اثر جم چکا ہے۔ تو کہنے لگا۔

"خدا کی قسم وہ میں ہی تھا۔"

بیوی بولی!

"اچھا جبھی ٹیڑھے ٹیڑھے اڑ رہے تھے۔"

دیکھا آپ نے؟ کہ چونکہ شوہر کی عظمت تسلیم کر لینا اس کا مسلک ہی نہ تھا۔ اس لیے اس کی پرواز کی فضیلت تسلیم نہ کرنے کے لیے یہ بحث نکال لی۔ کہ جبھی ٹیڑھے ٹیڑھے اڑ رہے تھے۔ میرے بھائیو! اسی طرح جو لوگ اولیاء کرام کی کسی فضیلت کو تسلیم کرنا نہیں چاہتے۔ آپ ان کی فضیلت میں کوئی روایت پیش کیجئے۔ تو وہ اس میں یہ بحث لگا دیں گے۔ کہ یہ تو ضعیف ہے۔ بھائیو! اس حدیث "اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ" کے صحیح ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔ کہ بڑے بڑے بزرگانِ دین کا اس پر عمل رہا۔ اور اس کا اثر ظاہر ہوتا رہا۔ اگر یہ حدیث پاک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہ ہوتا۔ تو اس میں ہرگز کوئی اثر نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ گھر کی ایک شہادت ملاحظہ فرمایئے۔

گھر کی شہادت

اہل حدیث حضرات کے پیشوا جناب مولوی وحید الزمان صاحب نے اپنی کتاب ہدیۃ المہدی میں لکھا ہے (یاد رہے کہ یہ وہ کتاب ہے۔ جو حضرات اہل حدیث کے عقائد کی ترجمان ہے۔ اور جس کے ٹائیٹل پر "مشتمل بر عقائد اہل حدیث" جلی حروف میں لکھا ہے)۔

ما تقوله العامة یا رسول الله . او یا علی . او یا غوث

فبمجرد النداء لانحکم لبشر کهم کیف وقد نادی رسول
الله صلی الله علیه وسلم قتلی بدر یا فلان ابن فلان و
یا فلان ابن فلان وورد فی حدیث عثمان بن حنیف یا
محمد انی اتوجه بك الی ربی صححه البیهقی والجوهری
وقال الترمذی حدیث حسن صحیح وفی روایة یارسول
الله انی توجهت بك الی ربی . وورد فی الحدیث یاعباد
الله اعینونی ۔ (ہدایۃ المہدی ص۲۳)

یعنی عام لوگ جو یارسول اللہ ۔ یا علی ۔ یا غوث کا نعرہ لگاتے ہیں تو صرف اس پکار سے ہم انہیں مشرک نہیں کہہ سکتے ۔ اور کیسے کہہ سکتے ہیں ۔ جبکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولانِ بدر کو یا فلاں بن فلاں یا فلاں ابن فلاں کہہ کر پکارا ہے ۔ اور عثمان بن حنیف کی حدیث میں "یامحمد" کے لفظ آئے ہیں اور اس حدیث کو بیہقی و جزری نے صحیح ہے ۔ اور ایک روایت میں "یارسول اللہ" کا لفظ بھی آیا ہے ۔ اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے ۔ " اَعِیۡنُوۡنِیۡ یَاعِبَادَ اللهِ "۔

سبحان اللہ! خود ایک پیشوائے اہل حدیث نے کیا اچھا فیصلہ فرمادیا ہے ۔ ایک تو یہ کہ " اَعِیۡنُوۡنِیۡ یَاعِبَادَ اللهِ " واقعی حدیث پاک اور فرمودۂ رسول ہے ۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے یہ کہ یارسول ۔ یا علی اور یاغوث کا نعرہ لگانے والوں کو مشرک ہرگز نہ کہنا چاہیے ۔ جو ایسا کہتے ہیں ۔ وہ غلطی پر ہیں ۔

یاغوث بھائیو! جب یہ فیصلہ ہوگیا ۔ کہ یاغوث کہنا کوئی شرک کی بات نہیں ۔ تو آیئے مل کر پڑھیں ۔ ؎

پڑے مجھ پر نہ کچھ افتاد یاغوث مدد پر ہو تری امداد یاغوث

میرے دل میں بسیں جلوے تمہارے یہ ویرانہ بنے بغداد یا غوث
مریدی لاتخف فرماتے آؤ!
بلاؤں میں ہے یہ ناشاد یا غوث

استمداد حضرات! ان پاک لوگوں سے مدد طلب کرنا۔ اور ان کا بعطاء اللہ امداد فرمانا حق ہے۔ اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا ہے۔

لَوْ اِنْکَشَفَتْ عَوْرَۃُ مُرِیْدِیْ بِالْمَشْرِقِ وَاَنَا بِالْمَغْرِبِ لَسَتَرْتُھَا

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۹۹) "اگر میرے کسی مرید کا ستر مشرق میں ننگا ہو جائے۔ تو میں اگرچہ مغرب میں بھی ہوں گا۔ تو اسے ڈھانپ دوں گا۔"

بھائیو! یہ بات حضور غوث پاک نے یونہی تو نہیں فرما دی۔ غوث کا معنی ہی "فریاد رس" ہے اور حضور غوث بھی غوث اعظم ہیں۔ اور یہ لفظ نہ صرف ہم ہی بلکہ دیوبندی حضرات کے حکیم الامت جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے مواعظ میں جابجا استعمال کیا ہے۔ چنانچہ دیوبندی مسلک کا ایک ہفت روزہ اخبار دعوت لاہور اپنی ۱۹ اپریل ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

"سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے لیے لفظ غوث کا استعمال حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے مواعظ میں بھی عام ملتا ہے۔"

اور انہی حکیم الامت صاحب نے اپنے ایک وعظ میں یہ بھی فرمایا ہے کہ

"یہ حالت انبیاء و اولیاء کاملین کی ہوتی ہے۔ کہ وہ اخلاق الٰہیہ کے ساتھ متصف ہو جاتے ہیں۔ اور اخلاق الٰہیہ میں سے ایک

خلق یہ بھی ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچانا۔ اور نفع عام ہے۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی۔"

(مولوی اشرف علی صاحب وعظ روح الحج ص۳۵)

حق حق حق

میرے بزرگو اور دوستو! ان اللہ والوں کی جو شان ہے وہ کسی کے گھٹائے کیسے گھٹ سکتی ہے۔ ان کی عظمت کا اعتراف ہر ایک کو کرنا ہی پڑتا ہے۔ یہی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:۔

"شیخ احمد عبدالحق رد دولوی نے شادی کی۔ اولاد بھی ہوئی۔ مگر اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ جو بچہ پیدا ہوتا تھا۔ وہ تین مرتبہ "حق حق" کہہ کر مرجاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کی بی بی اس رنج کی وجہ سے کہ اولاد نہیں جیتی۔ آپ کے سامنے روئیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اب جو بچہ پیدا ہوگا وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ پھر جو بچہ پیدا ہوا۔ اس نے حق حق حق نہیں کہا۔ اور وہ زندہ رہا۔"

(ملفوظات حسن العزیز ص۱۰۱)

دیوبندی حضرات کے حکیم الامت صاحب کے اس ارشاد سے ثابت ہو گیا۔ کہ مشکل کے وقت اللہ کے مقبولوں سے فریاد کرنا۔ ان سے اولاد اور اولاد کی زندگی طلب کرنا شرک نہیں، اور یہ بات بھی عیاں ہو گئی۔ کہ ان اللہ والوں کی نظر سے موت بھی زندگی بن جاتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ اللہ والوں کو یہ بھی علم ہوتا ہے۔ کہ فلاں بچہ زندہ رہے گا۔ اور فلاں مرجائے گا۔ اور ایسا کیوں نہ ہو۔ جب کہ مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرما چکے ہیں۔ ؂

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء

اور کوئی اس حقیقت کا انکار کرتا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ جو ایک

عربی شاعر نے لکھی ہے۔ کہ ؎

قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ
وَيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمٍ

یعنی بعض اوقات آنکھ دکھنے کی وجہ سے سورج کی روشنی دیکھنے سے انکار کر دیتی ہے اور بیماری کے باعث منہ پانی کے ذائقہ کا انکار کر دیتا ہے۔

یا رزوق

حضرات! یہ اللہ والے فریاد کرنے والے کی مدد کو پہنچتے ہیں یا نہیں؟ آیئے میں آپ کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں اپنے بیگانے سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور جو اہل حدیث اور اور دیوبندی حضرات کے بھی مسلّم بزرگ ہیں۔ ان کی کتاب بستان المحدثین سے ایک حوالہ دکھاؤں۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ سیدی رزوق رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے عالم و عارف بزرگ تھے اور فرماتے ہیں۔ کہ

"شیخ زیتون رحمۃ اللہ علیہ در حق او ربشارت وادہ کہ او ازابدال سبعہ است۔"

یعنی وہ ابدال سبعہ میں سے ایک تھے اور فرماتے ہیں۔ کہ وہ شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ اور بڑے بڑے اجلہ علما رکرام ان کے شاگردوں میں تھے۔ یہ بزرگ حضرت سیدی رزوق علیہ الرحمۃ خود فرماتے ہیں ؎

انا لمریدی جامع لشتاته　　　اذا ما سطا جور الزمان بنکبة
وان کنت فی ضیق وکرب وحشة　　　فناد بیا رزوق ات بسرعة

(بستان المحدثین ص۱۲۱)

یعنی میں اپنے مرید کی پراگندگیوں کو جمع کرنے والا ہوں۔ جبکہ زمانہ کی مصیبتیں اسے تکلیف دیں۔ اور اگر تم تنگی یا وحشت میں ہو تو یوں پکارو

یا زروق! تو میں فوراً پہنچ جاؤں گا۔

کیوں صاحب! اب کیا خیال ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہ وہ حضرت سیدی رزوق علیہ الرحمۃ کا یہ شعر ان کے حالات میں درج کر رہے ہیں۔ اور انہیں جامع شریعت و طریقت اور ابدال سبعہ میں سے لکھ رہے ہیں۔ اگر یہ شعر شرکیہ ہوتا۔ اور ندائے بغیر اللہ شرک ہوتی تو شاہ صاحب ان کی تعریف کیسے کر سکتے تھے۔ اور اگر کسی اللہ والے کو مدد کے لیے پکارنا شرک ہوتا۔ تو خود حضرت سیدی رزوق اس بات کی تعلیم کیوں دیتے۔ کہ مشکل کے وقت مجھے پکارو۔ اور اگر پکارو گے تو مدد کے لیے میں فوراً پہنچ جاؤں گا۔

بہر حال مسلمانو! اس بات پر یقین رکھو۔ کہ اللہ کے مقبولوں سے بڑے بڑے نفع حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ نفوس قدسیہ یہ شان رکھتے ہیں۔ کہ ؎

جلا دیتی ہے شمع مردہ کو موجِ نفس ان کی!
الٰہی کیا بھرا ہوتا ہے اہل دل کے سینے میں

ایک بے شعور ـــــ کسی نے کہا ہے۔ ؎

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

اس کا بہترین جواب ایک اہل دل فاضل نے یہ لکھا۔ کہ ؎

وہ چندہ ہے نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

لطیفہ کہتے ہیں۔ حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار پر ایک سائل نے یہ صدا بلند کی۔ کہ ـــــ

"داتا دس روپے درکار ہیں۔ داتا ہو۔ دیدو"

ایک منکر نے یہ صدا سنی۔ تو غصہ میں آکر اپنی جیب سے دس کا نوٹ نکال کر

اس سائل کو دیا۔ اور کہا مشرک! اس قبر والے سے کیوں مانگتے ہو۔ یہ کیا دے سکتا ہے۔ لو مجھ سے۔ اور یہ شرکیہ صدا چھوڑ دو۔

سائل نے اس کا نوٹ لیا۔ اور کہا:۔

واہ داتا! دلائے بھی تو ایک منکر سے دلا دیئے۔ اور اپنا زور دکھا دیا۔ کہ ہم منکرین کی جیبوں پر بھی تصرف رکھتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُجَدِّدُ الْاَیَّامَ وَیَجِیْءُ بِالشَّهْرِ بَعْدَ الشَّهْرِ لِتَنَبُّهِ کُلٍّ مِنْ نَوْمِ الْغَفْلَةِ وَیُهَیِّئُ اَسْبَابَ السَّفَرِ خَلَقَ مَا لَا یَقْدِرُ اَحَدٌ عَلٰی خَلْقِهٖ مِنَ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ۔ وَصَنَعَ مَا لَا یَصْنَعُهٗ اَحَدٌ مِّنَ الْمَدَرِ وَالثَّمَرِ۔ خَلَقَنَا مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهَا الْاُنْثٰی وَالذَّکَرَ۔ فَسُبْحَانَهٗ مِنْ اِلٰهٍ دَائِمٍ صَاحِبِ

الْقُوٰى وَالْقَدَرِ. كَيْفَ اَحْمَدُهٗ وَكَيْفَ لَا اَحْمَدُهٗ.
جَعَلْنَا مِنْ اُمَّةِ سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ الَّذِىْ نَطَقَ
بِرِسَالَتِهٖ الضَّبُّ وَخَاطَبَهُ الظَّبْىُ بِاَفْصَحِ
كَلَامٍ وَّبَكٰى لِفِرَاقِهٖ الْجِذْعُ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ الْحَجَرُ.
نَشْهَدُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ
لَهٗ وَلَا ضِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَوْ كَانَ لَمَا دَارَ الْفَلَكُ
وَلَا الطَّآئِرُ تَطَيَّرَ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ بَعَثَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ
خَوَّفَ الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ النَّارِ وَبِالْجَنَّةِ لِاَهْلِ
الْاِسْلَامِ بَشَّرَ. صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ
صَحْبِهٖ مَا دَارَ الْفَلَكُ الْمُدَوَّرُ.

اَمَّا بَعْدُ

مُعَاشِرَ الْحَاضِرِيْنَ قَدْ ذَهَبَ الرَّبِيْعُ الْاَوَّلُ وَ
جَآءَ الرَّبِيْعُ الْاٰخِرُ. وَمَا هٰذَا الْاَعْلَامَاتُ الرَّحِيْلِ
وَالسَّفَرِ. فَيَا مَنْ لَهٗ عَقْلٌ سَلِيْمٌ وَّطَبْعٌ مُسْتَقِيْمٌ

هٰذَا اَوَانُ الْعِبْرَةِ وَالنَّظَرِ فَاعْتَبِرْ اَمَّا قَرَعَ سَمْعَكَ اَنَّ الدُّنْيَا دَارُ فَنَاءٍ وَّرَحِيْلٍ. كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ كَعَابِرِ سَبِيْلٍ اَمَا سَمِعْتَ اَنَّ الدُّنْيَا دَارُ الْمِحَنِ وَالْفِتَنِ وَالْاَكْدَارِ وَالْحَزَنِ دَارُ الْهَمِّ وَالْغَمِّ وَالْمَكْرِ وَالْغَرَرِ. اَمَّا عَلِمْتَ اَنَّهُ مَا دَخَلَ فِيْهَا اَحَدٌ مِّنْ بَابٍ اِلَّا وَقَدْ عَزَمَ السَّفَرَ. تَذَكَّرْ مَبْدَءَكَ وَانْظُرْ مَا يَمْضِي عَلَيْكَ تَفَكَّرْ. كُنْتَ نُطْفَةً قَذِرَةً فَجَعَلَكَ رَبُّكَ عَلَقَةً ثُمَّ جَعَلَكَ مُضْغَةً فَسَوَّاكَ خَلْقًا كَمَا شَاءَ وَقَدَّرَ. وَكَتَبَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ فِيْ كِتَابٍ فَلَا يَقَعُ اِلَّا مَا هُوَ الْمُقَدَّرُ. وَجَعَلَ عَلَيْكَ مَلَكَيْنِ كَاتِبَيْنِ وَمُعَقِّبَاتٍ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ وَمِنْ خَلْفِكَ يَحْفَظُوْنَكَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِذَا اَمْسٰى وَبَكَرَ. وَبَيَّنَ لَكَ طَرِيْقَ الْهِدَايَةِ وَالضَّلَالِ وَهَدَاكَ اِلٰى طَرِيْقِ النَّجَاةِ وَنَجَّاكَ عَنْ

سَبِيلِ السَّقَرِ. فَمَا هٰذِهِ الْجُرْأَةُ عَلَى الْمَعَاصِي وَمَا هٰذِهِ الْغَفْلَةُ أَيُّهَا الْمُعَاصِي أَلَكَ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ. أَمْ لَكَ عِلْمُ الْيَقِيْنِ بِدُخُولِ الْجَنَّةِ الَّتِي تَحْتَهَا النَّهَرُ. هِيَ لِمَنْ تَرَكَ الْمَنَاهِيَ وَهَجَرَ الْمَعَاصِيَ جَعَلَنَا اللهُ وَإِيَّاكُمْ مِمَّنْ لَزِمَ سُنَّةَ نَبِيِّهِ وَأَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَنَّبَنِي وَإِيَّاكُمْ مِنْ عَذَابِ السَّقَرِ بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ. وَنَفَعَنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ إِنَّهُ تَعَالٰى جَوَادٌ مَلِكٌ قَدِيْمٌ بَرٌّ رَّءُوفٌ رَّحِيْمٌ

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

رَبیعُ الثَّانی شریف کے دُوسرے جُمعہ کا وعظ

غرور و تکبر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدِ نِ الْاَمِیْنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ (پ۲۴ ع۹)

اللہ یونہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔

حضرات! آج مجھے تکبر سے متعلق کچھ بیان کرنا ہے۔ خوب یاد رکھئے کہ تکبر بہت بری خصلت ہے۔ تکبر کا معنی ہے اپنے آپ کو بڑا جاننا۔ اور یہ بات صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سزاوار ہے۔ اور بزرگی وعظمت کا وہی حقدار ہے۔ اگرچہ اس نے اپنے مقبول بندوں کو بھی بزرگی وعظمت عطا فرمائی ہے۔ مگر ان مقبول بندوں نے ہمیشہ تواضع ہی اختیار فرمائی۔ اور تکبر کا ان میں شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ تکبر کا معنی جب یہ ہے۔ کہ اپنے آپ کو بڑا جاننا۔ تو مخلوق میں وہ کون ہے۔ جس سے کوئی دوسرا بڑا نہ ہو؟ ایک سپاہی تکبر نہیں کر سکتا۔ کہ اس سے بڑا حوالدار ہے حوالدار بھی تکبر نہیں کر سکتا۔

کہ اس سے بڑا اسسٹنٹ سب انسپکٹر ہے اسسٹنٹ سب انسپکٹر بھی تکبر نہیں کر سکتا۔ کہ اس سے اوپر سب انسپکٹر ہے۔ اور وہ بھی تکبر نہیں کر سکتا۔ کہ اس سے اوپر انسپکٹر ہے۔ اور وہ بھی تکبر نہیں کر سکتا۔ کہ اس سے بھی اوپر اس کا افسر ہے۔ اور اسی طرح اوپر سے چلتے جایئے۔ کوئی بھی تو ایسا نہیں۔ جو حاکم مطلق ہو اور اس سے اوپر کوئی نہ ہو۔

بھائیو! ساری کائنات سے بڑے اور سارے حاکموں سے بھی اوپر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مگر یہ تکبر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں فرمایا کیوں؟ اس لیے کہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری خدائی میں بڑے ہیں۔ مگر حضور سے بھی بڑا خود خدا ہے۔ لہٰذا یہ تکبر فرمانا حضور کی شان کے لائق بھی نہیں۔ ہاں چونکہ اللہ تعالے کے اوپر کوئی نہیں۔ اور وہ حاکم مطلق ہے۔ اس لیے تکبر فرمانا اسی کی شان ہے۔ اور وہی سزاوار ہے اس بات کا کہ یوں فرمایئے۔

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔

غرور کا سر نیچا

بزرگانِ دین نے لکھا ہے۔ کہ بھائیو! غرور و تکبر سے بچو۔ اس لیے کہ غرور و تکبر کا نتیجہ بہت برا ہے۔ فرماتے ہیں کہ دیکھو خدا تعالےٰ نے زمین کو پیدا فرمایا۔ تو زمین کچھ غرور میں آئی۔ اور غرور سے ملنے لگی۔ تو خدا تعالیٰ نے اس پر بھاری بھرکم پہاڑ رکھ دیئے۔ اور پہاڑوں کے بوجھ سے اسے مقہور فرما دیا۔ پھر پہاڑوں نے اپنی صلابت و سختی پر غرور کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے انہیں لوہے سے مقہور و مغلوب فرما دیا۔ جو اس کے سخت سے سخت پتھر کو بھی کاٹ ڈالتا ہے پھر لوہے نے بھی غرور کیا۔ تو اسے آگ سے مغلوب کر دیا۔ آگ نے غرور کیا تو اس کا زور پانی سے توڑ دیا۔ پانی نے غرور کیا۔ تو اس کی شوکت بادلوں سے مٹا دی۔ اور وہ اسے دائیں بائیں بکھیر دیتے اور منتشر کر ڈالتے ہیں۔ جب بادل نے غرور کیا تو اس کا غرور ہواؤں سے پامال فرما دیا۔ کہ وہ اسے جنوب سے شمال اور شمال سے جنوب کی جانب اڑائے جاتی ہیں۔ ہوا نے تکبر کیا۔

تو اسے آدمی کی رتبہ سے مغلوب کیا۔ جو اپنے رہنے کے لیے ایسے موقع پر مکان بنالیتا ہے۔ جن میں ان تند و تیز ہواؤں کا گذر ہی نہیں ہو سکتا۔ جب آدمی نے غرور کا علم بلند کیا۔ تو اس کے غرور کو نیند کے سبب سے توڑا۔ اور نیند نے غرور کیا تو اسے مرض کے ساتھ اڑا دیا۔ مرض نے غرور کیا۔ تو موت نے اس کا سر جھکا دیا۔ موت نے غرور کیا۔ تو اس کا غرور قیامت کے روز یوں ڈھایا جائے گا۔ کہ اسے یحییٰ علیہ السلام یا جبریل علیہ السلام جنت و دوزخ کے درمیان ذبح کر ڈالیں گے۔

یہ نفیس تقریر علامہ صفوری علیہ الرحمۃ نے نزہۃ المجالس میں درج فرمائی ہے۔ اور واقعی یہ سوچنے کی بات ہے۔ کہ اس کائنات میں کسی مخلوق کو غرور و تکبر کا حق نہیں پہنچتا۔ اس لیے کہ ہر بڑے کے اوپر ایک بڑا موجود ہے۔ پھر کوئی اپنے آپ کو بڑا کیوں سمجھے۔

گمراہی بھائیو! میں نے جو آیت کریمہ پڑھی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ متکبر و مغرور کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ اور پھر اس کا دل ہدایت قبول ہی نہیں کرتا۔ اور ایسے دل والا گمراہ ہو جاتا ہے۔ حضرات! یہ حقیقت ہے۔ کہ بد عقیدگی و گمراہی کی اصل بنیاد ہی تکبر و غرور ہے۔ دیکھئے۔ سب گمراہوں کا سردار شیطان ملعون اسی تکبر و غرور ہی کی وجہ سے مارا گیا۔ خدا تعالیٰ نے جب حکم دیا۔ کہ آدم علیہ السلام کے آگے جھک جاؤ۔ تو سب فرشتے سجدے میں گر گئے۔ مگر شیطان ملعون اکڑ گیا۔ اور جھکنے سے انکار کر گیا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۔

اس نے انکار کر دیا۔ اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا۔ خبیث نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔

شرک آمیز توحید بھائیو! شیطان کی توحید کو ذرا دیکھنا۔ ملعون نے آدم علیہ السلام کو کبر و غرور کی وجہ سے سجدہ نہ کیا۔ اور بہانہ اس کا اپنی مزعومہ توحید بنایا۔ اور کہا۔ لَا أَسْجُدُ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں غیر اللہ کو سجدہ نہ کروں گا۔ میں

موحد ہوں۔ اس طرح وہ ملعون گو توحید کا مدعی اور شرک کا منکر تھا۔ لیکن بسبب تکبر و انانیت کے خود خدا کا شریک ہو رہا تھا۔ یعنی ایک ایسی صفت جو صرف اللہ ہی کی ہے اسے اپنے آپ میں سمجھ رہا تھا۔ لہٰذا توحید کے اس جھوٹے دعویٰ نے یا اس کی اس شرک آمیز برائے نام توحید نے اسے کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور شرک سے بچتے بچتے بارگاہِ ایزدی سے کفر کا فتویٰ لگوا کر اور اِنَّ لَعْنَتِیْ عَلَیْکَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ کے مطابق طوقِ لعنت پہن کر نکلا اسی لیے تو اعلیٰ حضرت نے بھی لکھا ہے۔ کہ ؎

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

انبیاء و اولیاء حضرات! اللہ تعالیٰ کے مقبولانِ خاص انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کی تعظیم و تکریم بڑی ضروری چیز ہے۔ ان پاک لوگوں کی تعلیم و تلقین اور ان کے باطنی فیوض و برکات کا انکار بھی کبر و انانیت ہی کی وجہ سے ہے تکبر و غرور ہی سکھاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ سمیع و بصیر ہے۔ قریب و مجیب ہے۔ وہ خود ہادی ہے۔ پھر ہمیں ان واسطوں وسیلوں اور مرشدوں کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں اللہ کافی ہے اس انانیت واستکبار پر توحید کا ملمع لگا کر بزرگانِ دین سے اجتناب اور مسلمانوں کی طرف شرک کا انتساب اور پھر یوں کہنا کہ ہم براہِ راست اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرتے ہیں۔ محض ایک دھوکا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسے ہی شخص نے جس کا نام رافع ابن خزیمہ تھا۔ یہ بات کہی۔ کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو اللہ سے فرمایئے۔ کہ وہ ہم سے براہ راست کلام کرے۔ تاکہ ہم خود سنیں۔ وہ ہم سے بلا واسطہ کلام کیوں نہیں کرتا۔ جیسا کہ فرشتوں سے اور رسولوں سے کلام فرماتا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان ص ۲۷) اس کے کہنے پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَۃٌ

پ ۱ ع ۱۴ - اور جاہل بولے - اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا - یا ہمیں کوئی نشانی ملے -"

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا :-

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِکَۃُ اَوْ نَرٰی رَبَّنَا ۔ لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا کَبِیْرًا (پ ۱۹ ع ۱ -

اور بولے وہ لوگ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے - یا ہم خود رب کو دیکھتے - بے شک یہ لوگ اپنے جی میں بڑے ہی منکبر واقع ہوئے ہیں اور بڑی سرکشی پر اتر آئے ہیں -"

دیکھا آپ نے ؟ یہ لوگ بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلہ کے بغیر براہ راست اللہ سے ہمکلام ہونا چاہتے تھے - اور انبیاء کرام و ملائکہ کی مثل بن کر چاہتے تھے - کہ اللہ براہ راست ہم سے بات کرے اور ہم براہ راست اس سے معاملہ کریں - اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو لَا یَعْلَمُوْنَ اور اَلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا " کی لسٹ میں رکھا ہے - اور مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کے واسطہ سے ان کے انکار کی وجہ یہی بتائی ہے - کہ " اِسْتَکْبَرُوْا " یعنی انہوں نے تکبر کیا - معلوم ہوا - کہ تکبر و غرور کا ایک برا نتیجہ یہ بھی ہے - کہ منکبر آدمی وسیلہ و واسطہ کا انکار کر دیتا ہے -

وسیلہ حالانکہ میرے بھائیو! ہر چیز کا ملکہ فطرتاً انسان کے وجود میں پایا جاتا ہے - لیکن اس ملکہ کو زندہ کر کے بروئے کار لانے کے لیے دوسرے کسی انسان کامل کی ضرورت ہوتی ہے - مثلاً بولنے کا ملکہ اللہ تعالیٰ نے ازل سے بچے کی سرشت میں رکھ دیا ہے - مگر اس ملکے اور قابلیت کو ظہور میں لانے اور اسے تربیت دینے کے لیے ماں کی اشد ضرورت ہوتی ہے -

اور بچہ ماں کے واسطہ سے وہی زبان سیکھ جاتا ہے ۔ جو زبان ماں کی ہوتی ہے بالفرض اگر کوئی بچہ بغیر ماں کے پرورش پائے ۔ یا گونگی دایہ کے سپرد کر دیا جائے اور اس کے سامنے کوئی بولنے والا شخص نہ ہو ۔ تو وہ بچہ یقیناً گونگا رہ جائے گا ۔ اور بولنے کا ملکہ کھو بیٹھے گا ۔ حالانکہ اس میں بولنے کا ملکہ موجود تھا ۔ لیکن بغیر مرّبی و وسیلہ کے ضائع ہو گیا معلوم ہوا ۔ کہ قدرت و فطرت کے ملکہ قابلیت کو جاری کرنے کے لیے ایک دوسرے کامل انسان کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت و عبادت کے نورانی ملکہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں خود تربیت فرمائی ۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مرّبی و استاد اور وسیلہ بنایا ۔ اور تابعین و تبع تابعین اور بعد ازاں جملہ کاملین ۔ عارفین اور مومنین و مسلمین میں استادی شاگردی اور مریدی پیری کا سلسلہ جاری ہوا ۔ اور قیامت تک اس ظاہری و باطنی فیضان و عرفان کا سلسلہ جاری رہے گا ۔ جو شخص اس قانونِ قدرت کے خلاف کرے گا ۔ اور انسانی وسیلے سے منہ موڑ کر براہِ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا چاہے گا وہ یقیناً دولت عرفان سے محروم رہے گا ۔ اس لیے کہ کوئی علم و فن دنیا میں بغیر استاد و معلم کے حاصل نہیں ہو سکتا ۔ اور نہ ہی بغیر مرشد کے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکتا ہے ۔ ؎

مے نروید تخم دل از آب و گل
بے نگاہے از خدا وندانِ دل
اندریں عالم نیرزی با خسے!
تا بنا ورزی بدامانِ کسے

حضرت سلیمان علیہ السلام میرے بھائیو! آج کسی کو ادنیٰ سے عہدہ کی کرسی مل جائے ۔ تو وہ اتنا اکڑ جاتا ہے کہ پھر پیچھے دیکھ ہی نہیں سکتا ۔ مگر جو اللہ والے ہیں ۔ وہ کسی حال میں بھی تواضع چھوڑ کر تکبر نہیں

فرماتے حضرت سلیمان علیہ السلام کتنی بڑی سلطنت کے مالک تھے۔ سبحان اللہ!
اس قدر وسیع ترکہ جن و بشر اور وحوش و طیور پر بھی حکومت تھی۔ یہ حقیقت ہے
کہ اتنی بڑی سلطنت کسی دنیوی بادشاہ نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی باوجود
اتنی عظمت و جلالت کے کسی قسم کے تکبر کا وہاں نام تک نہ تھا۔ حضرت
امام غزالی علیہ الرحمۃ نے کیمیائے سعادت صفحہ ۸۴ پر ایک حدیث درج کی ہے۔
جسے مثنوی شریف میں مولانا روم نے بھی لکھا ہے فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ حضرت
سلیمان علیہ السلام نے دیو۔ پری۔ چرند۔ آدمی سب کو حکم دیا۔ کہ باہر نکلو۔ دو
لاکھ جن اور دو لاکھ آدمی جمع ہوئے۔ پھر آپ نے اپنے عظیم الشان تخت پر
اپنا دربار لگایا۔ اور ہوا کو حکم دیا۔ کہ تخت کو اڑا کر اوپر لے چلے۔ چنانچہ ؎

باد تختش را بہر دہ آں زماں
تا رسانیدش بنزد آسماں

ہوا نے آپ کو لشکر سمیت اوپر اٹھا لیا۔ اور آسمان کی طرف لے
گئی۔ ؎

گوش کرد آوازِ تسبیح ملک!
بر زمیں نازل شد از سوئے فلک

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرشتوں کی تسبیح سنی۔ اور پھر آپ زمین
کی طرف تشریف لائے۔ ؎

تا بحدے قعرِ دریا در رسید
اندر آں دم ایں چنیں بانگے شنید

اور پھر آپ قعرِ دریا تک تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ایک آواز سنی۔ کہ ؎

کہ مثالِ ذرہ از کبر و غرور
گر سلیمان را بدل بودے عبور

زود در زیر زمینش کردمے
پیش زانکہ بر ہوائش بردمے

اگر سلیمان کے دل میں ذرہ بھر بھی کبر و غرور پیدا ہوتا۔ تو میں قبل اس کے کہ وہ اوپر آسمان کی طرف جاتے انہیں زمین کے اندر پہنچا دیتا۔

بھائیو! انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔ کبر و غرور وہاں کہاں مگر ہمارے سمجھانے کو فرمایا گیا۔ تاکہ کوئی عہدہ مل جانے پر ہم تکبر و غرور میں نہ آجایا کریں۔ اللہ اگر کسی عظمت سے شرف فرمائے۔ تو اور بھی تواضع اختیار کیجئے۔ اور اس کا شکر ادا کیجئے۔ نہ یہ کہ اکڑنا شروع کر دیا جائے۔ بھائیو! تکبر اللہ کی صفت ہے۔ اور اسی کو زیب دیتی ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کائنات میں کون بڑا ہے۔ شب معراج آپ نے اتنا عروج پایا کہ ع

"بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی"

کے مطابق آپ وہاں جا پہنچے جہاں کوئی نبی و رسول بھی نہ پہنچا مگر اتنی بڑی بلندی پا لینے پر جب اللہ نے اپنے محبوب سے پوچھا کہ بِمَ اُشَرِّفُكَ محبوب! تمہیں کس چیز سے مشرف فرماؤں؟ تو عرض کیا شَرِّفْنِیْ بِالْعُبُوْدِیَّۃِ الٰہی! مجھے عبودیت کے ساتھ مشرف فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ یعنی لفظ "عبد" سے آپ کی اس سیر کا ذکر فرمایا۔ آج اگر کوئی شخص ڈپٹی کے ساتھ بیٹھ کر چائے پی لے۔ تو وہ کسی سے بات کرنا اپنی ہتک سمجھنے لگتا ہے۔ مگر ہزاروں سلام اور کروڑوں درود اس عظیم المرتبت رسول عربی پر جو شب معراج عرش اعظم پر تشریف فرما ہو کر اپنے اللہ سے ہمکلام ہو آیا۔ مگر پھر بھی مسکینوں۔ غریبوں۔ اور یتیموں کو فراموش نہیں فرمایا اور ہر وقت تواضع ہی اختیار فرمائے رکھی۔ اور بقول شاعر ؎

فقر اللہ رے تمہارا کہ شہ کل ہو کر
زندگی اپنی غریبوں میں گذاری ساری

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّبَثَّ مِنْهَا النِّسَآءَ وَالرِّجَالَ لَامَلْجَأَ وَلَامَنْجَأَ مِنْهُ اِلَّا اِلَیْهِ وَبِهِ الْوَاُلُ. نَحْمَدُهٗ عَلٰی اَنْ كَمَّلْنَا خَلْقًا وَّفَضَّلْنَا عَلٰی سَآئِرِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَهُوَ الْمُنْعِمُ الْفَضَّالُ. وَنَشْكُرُهٗ عَلٰی اَنْ فَضَّلَ اَرْبَابَ الطَّاعَةِ عَلٰی اَرْبَابِ الْبَطَالَاتِ وَهُوَ ذُو الْكَرَمِ وَالْجَلَالِ وَنَشْهَدُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَهُوَ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ بَیَّنَ لَنَا الْحَرَامَ وَاَوْضَحَ لَنَا الْحَلَالَ۔

اَمَّا بَعْدُ

اِعْلَمُوا اَنَّ الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِدَارِ الْبَقَاءِ بَلْ
هِیَ دَارُ الْفَنَاءِ فَلَا یَغْتَرُّ بِهٖ اِلَّا اَهْلُ الضَّلَالِ.
اَیْنَ اٰبَاؤُکُمْ وَاَجْدَادُکُمْ اَیْنَ اَمْثَالُکُمْ وَ
اَقْرَانُکُمْ اَیْنَ السَّلَاطِیْنُ الزَّمَانِ وَخَوَاقِیْنَ
الدَّوْرَانِ. اَیْنَ اَرْبَابُ الْاَمْوَالِ هَلْ نَفَعَهُمْ
مُلْکُهُمْ اَمْ اَبْقَاهُمْ سُلْطَانُهُمْ اَمْ اَحْیَاهُمْ
قَدْرُهُمْ اَمْ نَفَعَهُمُ الْجَاهُ وَالْمَالُ. کَلَّا وَ
اللّٰهِ لَمَّا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَمْ یَسْتَاْخِرُوْا سَاعَةً
وَّلَا اُمْهِلُوْا بِالْقِیْلِ وَالْقَالِ. زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ
الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ
الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ
الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰلِ. یَا
اَیُّهَا الْغُفْلَانُ اسْتَعِدُّوْا لِمَا یَمْضِیْ عَلَیْکُمْ مِنْ

الْاَهْوَالِ وَتُوْبُوْا مِنْ جَمِيْعِ الذُّنُوْبِ وَ
اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ غَافِرَ الذُّنُوْبِ وَلَا تَغْتَرُّوْا
بِسَعَةِ رَحْمَتِهٖ فَاِنَّهٗ شَدِيْدُ الْبَطْشِ شَدِيْدُ
الْمِحَالِ وَاِيَّاكُمْ وَالْمُوْبِقَاتِ الْمُهْلِكَاتِ
مِنَ الْغِيْبَةِ وَالنَّمِيْمَةِ وَالْحِقْدِ وَالتَّبَاغُضِ
وَالتَّنَاقُضِ وَالْهَمْزِ وَاللَّمْزِ فَمَنِ اكْتَسَبَهَا وَقَعَ
فِيْ حُفْرَةِ الضَّلَالِ. وَاِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ. وَ
الْاِشْتِغَالِ بِالْهَزْلِ وَالْجَدَلِ وَالْمِرَآءِ وَالرِّيَآءِ
وَاِضَاعَةِ الْمَالِ۔ اَمَا تَعْلَمُوْنَ اَنَّكُمْ تُحَاسَبُوْنَ
عَلٰى كُلِّ ذَرَّةٍ وَتُنَاقَشُوْنَ فِيْ كُلِّ خَصْلَةٍ وَتُمَرُّ
عَلَيْكُمْ شَدَائِدُ السُّؤَالِ فَاللّٰهَ اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ
تَيَقَّظُوْا مِنْ نَوْمِ الْغَفْلَةِ وَمُصَاحَبَةِ الْجُهَّالِ
وَلَا تَظُنُّوْا اَنَّكُمْ تُتْرَكُوْنَ سُدًى وَاَنَّكُمْ لَا
تُسْئَلُوْنَ غَدًا فَهُوَ اَمْرٌ مُحَالٌ. جَعَلَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ
مِمَّنْ تَشَرَّفَ بِصَالِحِ الْاَعْمَالِ. وَنَجَّانَا وَاِيَّاكُمْ مِنْ

طُرُقِ الضَّلَالِ۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْعَظِيْمِ۔ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ قَدِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے

وہاں سے پڑھیے

ماہ ربیع الثانی کے جمعہ کا وعظ

اللہ والے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔ (پ ۱۹ ع ۱۸)

کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

حضرات! مجھے آج یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے مقبول و برگزیدہ بندے اس دنیا میں کیا بالکل" عاجز و ناکارہ" بن کر آئے۔ (معاذ اللہ) یا اپنے اللہ سے کچھ اختیار بھی لے کر آئے۔ بھائیو! آج کل کے پرفتن دور میں بڑے بڑے فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ ان میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے۔ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام علیہم الرحمۃ کو عاجز و ناکارہ اور بے اختیار بتایا جاتا ہے۔ اور اسی خیال کا نتیجہ فتنہ انکار حدیث بھی ہے۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار بنا کر ان کے شارع و آمر اور ناہی ہونے کا انکار کر کے حدیث پاک سے منہ موڑا جانے لگا ہے۔ مگر حقائق و دلائل اس برے خیال کی تردید کرتے ہیں۔ اور اس حقیقت

کو ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آمر و ناہی۔ شارع اور مختار ہیں۔ اور ان کا ارشاد حق بنیاد شریعت ہے۔ اور ان کی حدیث پاک مومن کے لیے سرمایۂ ایمان ہے۔

میرے بزرگو! دوستو اور عزیزو! ذرا غور تو کرو۔ کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو کسی شہر بھیجتا ہے۔ تو اسے دس بیس روپے دے کر بھیجتا ہے۔ تاکہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ تو انصاف کیجئے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنی بڑی کائنات میں ساری کائنات کا رسول بنا کر بھیجے۔ تو کیا یہ قرین قیاس ہے؟ کہ وہ اپنے محبوب کو یونہی خالی بھیج دے اور کچھ نہ دے!

نہیں بھائیو! یہ بات ہرگز قرین قیاس نہیں۔ اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ یہاں بھیجے۔ اور انہیں کچھ بھی نہ دے۔ دوستو! اللہ نے اپنے حبیب کو سب کچھ دیا۔ اور ارشاد فرمایا اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یعنی اے محبوب! ہم نے آپ کو بہت کچھ عطا فرمایا" غور فرمایئے۔ کہ جس محبوب کو اللہ تعالیٰ "بہت کچھ" دینے کا اعلان فرمائے۔ پھر وہ کون سی اللہ کی نعمت ہے جو اس "بہت کچھ" سے باہر ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں۔

احسان

ایک رئیس آدمی کسی شخص پر احسان کرتا ہے۔ تو اسے مالا مال کر دیتا ہے۔ اور اپنی پوزیشن کے مطابق احسان کرتا ہے۔ کیا کبھی آپ نے سنا کہ کوئی لکھ پتی کسی محتاج کو ایک ٹیڈی پیسہ دے کر پھر اس پر احسان جتانے لگا ہو۔ کہ دیکھ میاں محتاج! میں نے تم پر بہت بڑا احسان کیا۔ کہ تمہیں ایک ٹیڈی پیسہ دیا۔ بھائیو! اول تو اتنے بڑے لکھ پتی کے متعلق یوں کہنا ہی کہ اس نے محتاجوں کے لیے ٹیڈی پیسہ خیرات کیا ہے۔ اس کی توہین ہے۔ اور بالفرض اگر کسی لکھ پتی نے ایسا ہی کیا ہو۔ اور کسی محتاج کو ایک ٹیڈی پیسہ دیا ہو۔ تو وہ لکھ پتی اس اپنے فعل کو احسان عظیم نہیں کہہ سکتا۔ اور اسے یہ کہنے کا کوئی حق نہیں۔ کہ ایک حقیر سی چیز ٹیڈی پیسہ جسے بھکاری بھی قبول نہیں کرتے۔ دے کر

یوں کہتا پھرے۔ کہ میں نے اس محتاج پر بڑا احسان کیا ہے۔ بھائیو! ایثار و احسان اور سخاوت تو سخی کی حیثیت کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ کوئی سینکڑوں کا مالک خیرات کرے گا۔ تو سو پچاس دے گا۔ ہزاروں کا مالک کچھ دے گا۔ تو سو دوسو کی خیرات کرے گا۔ اور لکھ پتی اگر خیرات کرے گا۔ تو ہزاروں روپے کی کرے گا۔ اور کروڑ پتی اگر خیرات پر آئے گا۔ تو محتاج خانے تعمیر کر کے محتاجوں کے کھانے اور پہننے کے سامان تیار کرے گا۔ سکول کھلائے گا۔ کنوئیں لگوائے گا۔ اور اسی طرح رفاہِ عامہ کی خاطر کئی مفید کام کر دکھائے گا۔ تو میرے بھائیو! وہ خداوندِ عالی جو سارے سخیوں اور محسنوں کا رب اور مالک ہے۔ ذرا غور تو فرمائیے وہ اپنے ناتواں بندوں پر کرم فرمانے پر آئے تو ایک ایسا رسول عطا فرمائے جو بندوں کے کسی کام نہ آتا ہو۔ نفع ضرر کا مالک نہ ہو۔ اور مشکل و مصیبت دور کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اور کسی چیز کا مالک و مختار نہ ہو۔ کیا یہ بات عقل میں بھی آتی ہے؟ کہ اتنی بڑی سخی ذات بندوں پر مہربانی فرمانے پر بھی آئی تو ایک ایسی چیز دی۔ جو کسی کے آڑے وقت کام آنے والی نہیں اور پھر اس پر طرّہ یہ کہ ایک ایسی غیر نافع چیز عطا فرما کر ہم سے یوں ارشاد فرمایا۔ کہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔ "یعنی مومنوں پر اللہ کا یہ بہت بڑا احسان ہے۔ کہ ان میں ایک رسول بھیجا۔"

کیوں بھائیو! اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واقعی بقول بعض کسی چیز کے مالک و مختار نہیں۔ اور کسی مشکل و مصیبت کو دور فرمانے والے نہیں۔ تو اللہ تعالےٰ کا یہ ہم پر احسان کیسے ہوا؟ بھائیو اس کا احسان اس کی شایان شان جبھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو باذن اللہ مالک و مختار اور نافع و مشکل کشا تسلیم کیا جائے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں ہیں اور خدا کے بیٹے بھی نہیں۔ اور اس کے سوا اپنے اللہ کی عطا سے سب کچھ ہیں۔ کسی شاعر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے خوب لکھا ہے۔

کہ یا رسول اللہ ! ؎

آپ ہیں آپ ، آپ سب کچھ ہیں
اور ہیں اور ، اور کچھ بھی نہیں !

ہاں تو میرے بزرگو ، دوستو ، اور عزیزو ! مجھے آج یہ بتانا ہے ۔ کہ اللہ کے مقبول اور مقرب بندے بالخصوص حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اللہ سے بڑے بڑے اختیار اور تصرف پاکر دنیا میں تشریف لائے ۔ چنانچہ

سلیمان علیہ السلام آیئے قرآن پاک میں اس حقیقت کا اعلان سنئے ۔ خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ارشاد فرمایا ہے ۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ . هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ . (پ ۲۳ ع ۱۲)

ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی ۔ کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی ۔ جہاں وہ چاہتا ۔ اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے ۔ اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے یہ ہماری عطا ہے ۔ اب تو چاہے تو احسان کر ۔ یا روک رکھ ۔ تجھ پر کچھ حساب نہیں ۔"

سبحان اللہ ! کیا شان ہے سلیمان علیہ السلام کی ۔ کہ ہوا ان کے بس میں کر دی گئی ۔ جدھر چاہیں ۔ ہوا کو حکم فرمائیں ۔ ہوا اسی طرف چلے گی ۔ ہے کوئی دنیا میں ایسا انسان آجکل کے دور ترقی میں بھی ۔ جبکہ انسان چاند اور مریخ میں بھی پہنچنے کا دعویٰ کرنے لگا ہے ۔ جو ہوا پر یہ اختیار رکھتا ہو ۔ کہ اسے جدھر چاہے ۔ چلائے ۔ بھائیو ! یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سلیمان علیہ السلام میں رکھی ۔ کہ ہوا پر بھی حکم چل رہا ہے ۔

بغیر حساب حضرات ! انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت اور ان کی رفعت شان

کا اس ایک بات سے بھی اندازہ کیجئے۔ کہ ہمیں اللہ کی طرف سے جو کچھ بھی تھوڑا بہت عطا ہوا ہے۔ کل قیامت کے روز ہمیں ذرہ ذرہ کا حساب دینا پڑے گا۔ ہم اپنا مال و دولت اپنی مرضی سے خرچ نہیں کر سکتے۔ بلکہ خدا و رسول کی مرضی اور ان کی اجازت سے ہم اپنا مال خرچ کر سکتے ہیں۔ سونتیں سے اڑھائی اگر ہم نہ دیں گے۔ ہم سے پوچھا جائے گا۔ اور ہم مجرم ہوں گے۔ اسی طرح جو کچھ ہم خرچ کریں گے۔ ہم سے پوچھا جائے گا۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے صاف ارشاد ہو رہا ہے۔ کہ تم چاہے کسی کو دو یا نہ دو۔ تم سے کچھ باز پرس نہیں۔ اے سلیمان! تم پر ہماری عطا ہے۔ اور تمہیں سب کچھ دے کر تمہیں اختیار دے دیا ہے۔ کہ تم چاہو تو کسی کو دو۔ چاہو تو نہ دو۔ تم سے کوئی حساب نہ لیا جائے گا۔ کیوں بھائیو! کیا یہ کھلا ثبوت نہیں اس بات کا۔ کہ اللہ کے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے کر انہیں اس میں اختیار کامل عطا فرما دیا تھا۔ پھر غور تو کیجئے۔ کہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان سے بھی زیادہ شان والے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے اختیار و تصرف کی کیا شان ہو گی۔ مگر سچ ہے۔ کہ ؎

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حضرت عیسےٰ علیہ السلام قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بھی ذکر خیر فرمایا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔

اِنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ (پ ۳ ع ۱۳)

بے شک میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا
ہوں ۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں ۔ تو وہ فوراً پرندہ ہو
جاتی ہے اللہ کے حکم سے ۔ اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد
اندھے اور سفید داغ والے کو ۔ اور میں مردے جلاتا ہوں
اللہ کے حکم سے ۔ اور تمہیں بتاتا ہوں ۔ جو تم کھاتے ہو ۔
اور جو تم گھروں میں جمع رکھتے ہو ۔ بے شک ان باتوں
میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے ۔ اگر تم ایمان
رکھتے ہو ۔"

دیکھ لیجئے حضرات ! ایک پیغمبر (علیہ السلام) کا اختیار و کمال کہ آپ اپنی قوم کے سامنے اپنی حقانیت و صداقت کے یہ دلائل پیش کر رہے ہیں ۔ کہ میں مٹی کی مورت میں پھونک مارتا ہوں ۔ تو وہ اڑنے لگتی ہے اور میں اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتا ہوں ۔ ہر جگہ اس فعل کی نسبت اپنی طرف فرمائی ۔ اور فرمایا ۔ میں پرندہ بناتا ہوں ۔ اندھے اور کوڑھی کو میں شفا دیتا ہوں ۔

باذن اللہ اس میں شک نہیں ۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا یہ کمال اللہ کی عطا ، اور اس کے اذن ہی سے تھا ۔ اس کا کون منکر ہے ہم جملہ مقربین حق کے جملہ اختیارات و کمالات کو بعطاء حق اور باذن اللہ ہی مانتے ہیں ۔ دیکھنا تو یہ ہے ۔ کہ یہ اختیار و کمال جو بلاریب باذن اللہ ہی ہے ۔ اللہ کے ایک برگزیدہ پیغمبر میں پایا گیا ۔ اور اس کمال سے پیغمبر کے سوا دوسرے سب خالی تھے تو پھر ہم کیوں نہ کہیں ۔ کہ اللہ کے مقبولوں میں باذن اللہ بڑے بڑے اختیار و تصرف پائے جاتے ہیں ۔ منکرین اختیار بڑے زور شور سے کہا کرتے ہیں ۔ کہ سارے پیغمبر اور اولیاء مل کر ایک مکھی کا پر بھی نہیں بنا سکتے ۔ مگر یہاں تو صرف ایک ہی اللہ کا پیغمبر (علیہ السلام)

پورا پرندہ بنا رہا ہے۔ اس موقعہ پر منکرین یوں کہا کرتے ہیں، کہ وہ اگر پرندہ بناتے تھے۔ تو باذن اللہ بناتے تھے۔ مگر ان کا ایسا کہنا بے محل ہے۔ اس لیے کہ ہم کب کہتے ہیں۔ کہ اللہ کا کوئی پیغمبر اللہ کی عطاء اور اس کے اذن کے بغیر کوئی اختیار رکھتا ہے۔ تو ہمارا جب عقیدہ یہ ہے۔ کہ اللہ کے مقبولوں کے اختیار و تصرف اللہ ہی کی عطاء اور اس کے اذن سے ہیں۔ تو پھر "باذن اللہ" کی آڑ میں جواب دینا کہاں تک مناسب ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ کے مقبولوں کے باذن اللہ اختیارات بھی تسلیم نہیں کرتے۔ ورنہ کبھی انہوں نے اپنے اسٹیجوں اور اپنی کتابوں میں یہ بھی کہا اور لکھا ہوتا۔ کہ اللہ کی عطاء و اذن سے اللہ والے پرندے بناتے۔ مردے زندہ کرنے اور اندھوں، کوڑھیوں کو شفا دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ مگر نہیں۔ ایسا یہ لوگ کبھی نہ کہتے نہ لکھتے ہیں۔ گویا ان اللہ والوں کے اختیارات و تصرف کا انہیں مطلقاً انکار ہے۔

علم غیب میرے بھائیو! حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا۔ کہ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ۔ یعنی جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھا کر آتے ہو۔ اور جو جو کچھ ذخیرہ کرتے ہو۔ میں جانتا ہوں۔ اور تمہیں بتاتا ہوں۔"

سبحان اللہ! کیا شان علم ہے۔ کہ نبی جانتا ہے۔ کہ فلاں شخص اپنے گھر میں کیا کھا کر آیا ہے۔ بھائیو! آج کوئی لاکھ عالم ہو۔ مگر اسے کیا خبر۔ کہ زید گھر سے کیا کھا کر آیا ہے۔ کدو کھا کر آیا ہے۔ دال کھا کر آیا ہے۔ گوشت کھا کر آیا ہے۔ یا جوتے کھا کر آیا ہے۔ مگر نبی کا یہ علم ہے۔ کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ کہ زید گھر سے کیا کھا کر آیا ہے۔ اور جو جو کچھ گھر میں اس نے ذخیرہ کیا ہے وہ بھی جانتا ہے۔ یہ ہے شان علم نبی کی۔ بھلا جسے کسی بات کی خبر ہی نہ ہو۔ وہ نبی کو بھی بے خبر جانتے ہیں۔ اور جو باخبر ہیں۔ نبی کو بھی جاننے والا اور خبر رکھنے والا جانتے ہیں۔

تو دانائے ماکان اور مایکون ہے
مگر بے خبر، بے خبر دیکھتے ہیں

اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

بزرگو! دوستو! اور عزیزو! حضرت عیسٰی علیہ السلام نے باذن اللہ اپنے اختیارات و تصرف اور اپنے علم کا بیان فرماکر پھر یوں فرمایا۔ کہ:۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔

"میری ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔"

یعنی اگر تم صاحبِ ایمان ہو۔ تو میری ان باتوں کو مان لوگے۔ ورنہ نہیں پس اے میرے بھائیو! ہم سب ایمان والے ہیں۔ اور ہم مانتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام میں باذن اللہ یہ اختیار و تصرف موجود تھا۔ کہ پرندے بنالیں۔ مردے زندہ کرلیں کوڑھیوں اور اندھوں کو شفا دے دیں۔ اور یہ علم حاصل تھا۔ کہ گھر کے اسرار کی اطلاع دے دیں اور اللہ والوں کی یہی شان ہے کہ وہ خدا سے تعلق رکھنے کے باعث بڑی بڑی طاقتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے اسی لیے فرمایا ہے۔ کہ ؎

اولیار راہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گر دانند ز راہ

یعنی اللہ والوں میں اللہ کی طرف سے یہ قدرت پائی جاتی ہے۔ کہ وہ تیر تقدیر کو پلٹ دیتے ہیں۔ اور اپنی نگاہوں سے تقدیریں بدل ڈالتے ہیں۔ ع

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ

حضرات! میں نے جو آیت شریفہ پڑھی ہے۔ اس میں ایک اللہ والے کے اختیار و تصرف کا

کا بیان ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیارات و تصرف کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد ان کے صدقہ میں ان اللہ والوں کا اختیار و تصرف ملاحظہ فرمانے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک ہمنشین اور امت سلیمان علیہ السلام کے ایک ولی کا اختیار و تصرف ملاحظہ فرمایئے۔ کہ دو مہینے کی مسافت سے بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلتی ہے۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے دربار میں اعلان فرماتے ہیں:

أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ -

یعنی بلقیس سے پہلے پہلے تم میں سے کون ہے، جو اس کا تخت یہاں لے آئے؟"

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک غلام جو جن تھا۔ اٹھا۔ اور کہنے لگا۔ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ۔

"یعنی آپ کا اجلاس برخواست ہونے سے پہلے پہلے میں اس کا تخت لا دوں گا۔"

بھائیو! بلقیس کا تخت بہت بڑا تخت تھا۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے۔ کہ یہ تخت اسی ۸۰ گز لمبا چالیس ۴۰ گز چوڑا۔ اور تیس ۳۰ گز اونچا تھا۔ اتنا بڑا وزنی تخت اور تخت کی جگہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار کا درمیانی فاصلہ دو مہینے کی راہ کا تھا۔ اتنی دور بھی مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک غلام کہتا ہے کہ میں اسے آپ کا دربار برخواست ہونے سے پہلے پہلے یہاں لا سکتا ہوں۔ کیوں بھائیو! یہ اختیار و تصرف نہیں تو اور کیا ہے؟ اور مزید سنئے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تخت اس سے بھی جلدی یہاں پہنچ جائے۔ چنانچہ پھر ایک اللہ کا مقبول عالم اٹھا۔ اور کہنے لگا

أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ۔

"حضور! میں وہ تخت ایک پل مارنے سے بھی پہلے لے آؤں گا"

بھائیو! اس اللہ والے نے اتنا کہا ہی تھا۔ کہ پل کی پل میں اتنا وزنی اور اتنی دور سے وہ تخت لے بھی آیا۔ اور اپنی آنکھ مبارک جھپکنے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا۔ تو وہ تخت لا بھی چکا تھا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے وہ تخت موجود تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ایک سپاہی اور اپنی امت کے ایک ولی کا یہ اختیار و تصرف دیکھا۔ تو خوش ہو گئے۔ اور اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا۔ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۔

یعنی یہ میرے رب کا فضل ہے۔ جس نے میری امت میں ایسے ایسے با اختیار ولی و عالم پیدا فرمائے بھائیو! غور کا مقام ہے۔ کہ اس واقعہ سے جو قرآن پاک میں مذکور ہے۔ اللہ والوں کا اختیار و تصرف روز روشن کی طرح ظاہر ہو رہا ہے۔ کیوں صاحب! اتنی دور دراز سے اور پھر اتنا وزنی تخت اللہ کا ایک مقبول ایک پل میں جو لے آیا۔ فرمایئے! یہ کیا بات تھی۔ اس زمانے میں نہ کوئی ہوائی جہاز تھا نہ کوئی ریل یا ٹرک کا انتظام تھا۔ اور نہ ہی کوئی اور مادی ذریعہ، جس ذریعہ سے کہا جا سکتا ہو۔ کہ وہ تخت لے آیا۔ پھر وہ کیسے لے آیا ہے کوئی اللہ والوں کے اختیار و تصرف کا منکر۔ جو ہمیں بتا سکے۔ کہ وہ اللہ والا یہ تخت کس طرح لایا؟ اور پھر یہ کہ وہ نہ تو دربار سلیمان علیہ السلام سے اٹھا۔ نہ غائب ہوا۔ اور باوجود اس کے گیا بھی۔ اور تخت لے بھی آیا۔ سبحان اللہ! اس جانے کو کیا کہیئے اور اس آنے کو کیا کہیئے۔ جاتے بھی ہیں۔ آتے بھی ہیں۔ اور ساتھ تخت لاتے بھی ہیں اور لطف یہ کہ دربار سے غائب بھی نہیں ہوتے۔

بھائیو! اس واقعہ سے اس بات کا بھی جواب ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مدینہ منورہ میں ہیں، وہ تمہاری مدد کو یہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ بھائیو! یہی تو اعجاز ہے۔ اور یہی تو کرامت ہے اور یہی تو اختیار و تصرف ہے۔ تمہاری عقل میں یہ بات آئے یا نہ آئے۔ مگر حقیقت یہی ہے۔ اور اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسے ہی با اختیار اپنے سپاہی کا یہ اختیار و تصرف دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

اور فرمایا تھا۔ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اولیاء

میرے بھائیو! یہ تو واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی ولی کا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے درجہ و شان میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں۔ اور اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے اولیاء سے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اولیاء درجہ و شان میں بڑے ہیں۔ تو اگر ایک سلیمانی ولی اتنے بڑے اختیار و تصرف کا مالک ہو سکتا ہے۔ تو محمدی ولی کیوں بہت بڑے اختیار و تصرف کا مالک نہ ہوگا؟ بھائیو! ایک سلیمانی ولی کا اختیار و تصرف آپ نے دیکھ لیا۔ اب آیئے تبرکاً آپ کو ایک محمدی ولی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا اختیار و تصرف دکھائیں۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ

کا اختیار و تصرف دکھائیں۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

لَوِانْكَشَفَتْ عَوْرَةُ مُرِيْدِيْ بِالْمَشْرِقِ وَاَنَا بِالْمَغْرِبِ لَسَتَرْتُهَا۔

یعنی اگر میرے کسی مرید کا ستر مشرق میں ننگا ہو جائے۔ اور میں مغرب میں ہوں۔ تو اسے ڈھانپ دوں گا (بہجۃ الاسرار ص ۹۹)

یہ ارشاد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اختیار و تصرف کو ظاہر کر رہا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ارشاد بھی برحق ہے۔ جب ایک سلیمانی ولی اتنی دور سے تصرف کر کے تخت لا سکتا ہے۔ تو ایک محمدی ولی مغرب میں رہ کر مشرق میں مدد کے لیے کیوں نہیں پہنچ گیا؟

ایک سوداگر کا قصہ

ایک سوداگر جس کا نام ابو المظفر تھا۔ حضرت شیخ حماد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ قافلہ تیار ہے میں ملک شام کو جا رہا ہوں۔ سات سو اشرفیاں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ اور اتنی قیمت کا سامان میرے پاس ہے۔ دعا فرمایئے۔ کہ کامیاب لوٹوں۔

حضرت شیخ حماد نے فرمایا۔ کہ اپنا یہ سفر ملتوی کر دو۔ ورنہ زبردست نقصان

اٹھاؤ گے ۔ ڈاکو تمہارا سب مال لوٹ لیں گے ۔ اور تم کو قتل بھی کر دیں گے ۔

سوداگر یہ سن کر بڑا پریشان ہوا ۔ اور اسی پریشانی میں واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ مل گئے ۔ پوچھا کیوں پریشان ہو ۔ سوداگر نے سارا قصہ سنا دیا ۔ آپ نے فرمایا ۔ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ۔ تم شوق سے ملک شام کو جاؤ ۔ انشاء اللہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا ۔ اور تم کامیاب اور خیریت کے ساتھ لوٹو گے ۔ چنانچہ سوداگر ملک شام کو روانہ ہوگیا ۔

شام میں اسے بہت سا نفع ہوا ۔ اور وہ ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی لیے ملک حلب میں پہنچا ۔ اور اتفاقاً وہ تھیلی کہیں رکھ کر بھول گیا ۔ اسی فکر میں نیند نے غلبہ کیا ۔ اور سو گیا ۔ تو خواب میں دیکھا کہ کچھ ڈاکوؤں نے اس کے قافلہ پر حملہ کر کے سارا سامان لوٹ لیا ہے ۔ اور اسے قتل کر ڈالا ہے ۔ یہ دہشت ناک خواب دیکھ کر سوداگر خواب سے چونکا ۔ تو دیکھا ۔ وہاں کچھ بھی نہ تھا ۔ مگر اٹھا تو یاد آیا ۔ کہ اشرفیوں کی تھیلی میں نے فلاں جگہ رکھی تھی ۔ چنانچہ جھٹ وہاں گیا ۔ تو تھیلی مل گئی ۔ اور خوشی خوشی بغداد واپس آیا اور اب سوچنے لگا ۔ کہ پہلے شیخ حماد کو ملوں ۔ یا غوث اعظم کو رضی اللہ عنہما ، اتفاقاً بازار میں شیخ حماد مل گئے ۔ اور دیکھ کر فرمانے لگے ۔ پہلے جا کر غوث اعظم کو ملو ۔ کہ وہ محبوب ربانی ہیں ۔ یہ انہی کی دعا و برکت سے تم قتل سے بچ گئے ہو ۔ اور انہی کے باعث تمہاری تقدیر بدلی ہے ۔ تمہیں قتل ہو جانا تھا ۔ مگر غوث اعظم کی دعا سے تمہارے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کو بیداری سے خواب میں منتقل کر دیا گیا ۔ چنانچہ سوداگر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ۔ اسے دیکھتے ہی حضور غوث اعظم نے فرمایا ۔ میں نے تمہارے لیے ستر بار دعا کی تھی ۔ اور تمہاری تقدیر کو بدل کر رکھ دیا ۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۹)

بھائیو ! یہ ہے ایک محمدی دولہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا کمال و تصرف ۔

ڈھیلا اور پتھر

اب آیئے دیوبندی حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے قلم سے لکھا ہوا ایک واقعہ سنئے ۔ جس سے

ان اللہ والوں کے تصرف کا پتہ چلتا ہے ۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں ۔ کہ" شاہ عبدالرزاق جھنجانوی کے صاحبزادے کو کیمیا کا شوق تھا ۔ ایک دفعہ شاہ صاحب استنجا فرما رہے تھے اور یہ صاحبزادے کچھ دوائیں کیمیا کی لیے ہوئے کھڑے تھے ۔ بعد فراغ ڈھیلا پتھر پر مارا ۔ تو وہ پتھر سونے کا ہو گیا ۔ ایک سنار اس میں سے کچھ کاٹ کر لے گیا ۔ تو سنار یوں کو تکلیف ہو جائے گی ۔ پھر دعا کی وہ پتھر ہو گیا ۔

(مولوی اشرف علی صاحب کے ملفوظات حسن العزیز صہ ۹۴)

دیکھا آپ نے ۔ یہ ہیں اللہ والوں کے تصرف و برکات کہ ان کے استنجا کا ڈھیلا بھی پتھر کو سونا بنا سکتا ہے ۔ اور ایک وہ بھی ہیں ۔ جو عمر بھر استنجے کا ڈھیلا ہی بنے رہے ۔ اور کوئی پاکیزگی عقیدہ حاصل نہ کر سکے ۔

ہاں تو بھائیو ! هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۔ سلیمان علیہ السلام نے جو فرمایا ۔ تو یہ اپنے ایک غلام کے اختیار و تصرف کو دیکھ کر فرمایا ۔ اور واقعی یہ ان کا بہت بڑا اختیار و تصرف تھا ۔ پس حضور کے غلاموں کے اختیار و تصرف کا کوئی انکار کیوں کرے ؟

لطیفہ ہمارے قصبہ میں اس دلیل کو سن کر یہ سنا گیا کہ سلیمان علیہ السلام کے اس عالم نے جو تخت لا کر دکھایا ۔ یہ اسم اعظم کی برکت تھی ۔ اس مرد عالم نے وہیں بیٹھے بیٹھے "یا اللہ" کا زور سے نعرہ لگایا ۔ تو تخت ایک دم وہاں پہنچ گیا ۔ ہمارے ایک دوست نے ان مولوی صاحب سے کہا ۔ اچھا تو مولوی صاحب آپ بھی ذرا یہیں اپنی مسجد میں بیٹھے بیٹھے یا اللہ کا نعرہ لگایئے ۔ اور اپنے گھر سے ذرا اپنا ایک پلنگ ہی منگوا کر دکھا دیجئے اس پر لطف بات کا بڑا اثر ہوا ۔ اور سمجھنے والوں نے سمجھ لیا ۔ کہ یا اللہ کا نعرہ بھی اگر کسی اللہ والے ہی کے منہ سے نکلے ۔ تو اپنا اثر دکھاتا ہے ۔ پھر بھی اللہ والوں ہی کی فضیلت ظاہر ہوئی ۔ پس اے میرے بزرگو اور دوستو! ان اللہ والوں کی بلند شانوں اور ان کے اختیار و تصرف کے قائل ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اس کے بعد اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ . وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ.
نَحْمَدُهٗ عَلٰى اَنْ اَرْسَلَ اِلَيْنَا رُسُلًا مُّبَلِّغِيْنَ
مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ مِنَ النِّيْرَانِ . وَهَدَانَا
اِلٰى سَوَآءِ الطَّرِيْقِ وَرَزَقَنَا الْاِيْمَانَ. وَنَشْكُرُهٗ
عَلٰى اَنْ جَعَلَنَا مِنْ اُمَّةِ سَيِّدِ اَصْفِيَآئِهٖ وَ
رَاسِ اَوْلِيَآئِهٖ مُحَمَّدِنِ الْمَبْعُوْثِ اِلٰى كَافَّةِ
الْخَلْقِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجَآنِّ. اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَاحِبُ الْحِكْمَةِ وَالْفُرْقَانِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ مَادَارَ النَّيِّرَانِ.

اَمَّا بَعْدُ

يٰمَعَاشِرَ الْخُلَّانِ. وَحِّدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا
وَاعْبُدُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَاِنَّ التَّوْحِيْدَ

رَاسُ الْاِیْمَانِ. وَعَلَیْکُمْ بِالْاِلْتِزَامِ اَدَاءِ الْاَرْکَانِ

الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالزَّکٰوةِ وَحَجِّ بَیْتِ الرَّحْمٰنِ

وَاَدَاءِ جَمِیْعِ مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ وَالْاِجْتِنَابِ

عَمَّا نَهَاکُمْ عَنْهُ وَزَجَرَکُمْ بِالسِّرِّ وَالْاِعْلَانِ

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اِرْتِکَابَ الْمَنْهِیَّاتِ یُسْخِطُ الرَّحْمٰنَ

وَیُرْضِ الشَّیْطَانَ. وَیَذْهَبُ الْجَمَالَ وَالْکَمَالَ

وَاَنْوَارَ الْاِیْمَانِ. اَیُّهَا الثَّقَلَانِ اِلٰی مَتٰی هٰذِهِ

الْغَفْلَةُ اِلٰی مَتٰی هٰذِهِ الْقَسْوَةُ اِلٰی مَتٰی هٰذَا

الْاِنْهِمَاكُ فِی الْعِصْیَانِ. اَلَکُمْ بَرَاءَةٌ مِّنَ

الْعَذَابِ. اَمْ لَکُمْ عِلْمُ الْیَقِیْنِ بِحُصُوْلِ الثَّوَابِ.

اَمْ ظَنَنْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُؤَاخِذُکُمْ وَلَا یُحَاسِبُکُمْ

اَمْ عَلِمْتُمْ بِالنَّجَاةِ مِنَ النِّیْرَانِ. فَمَا هٰذِهِ

الْجُرْأَةُ عَلَی الْمَعَاصِیْ وَمَا هٰذِهِ الْمُبَالَغَةُ

فِی الطُّغْیَانِ. تَفَکَّرُوْا مَا سَیَمُرُّ عَلَیْکُمْ فِیْمَا

بَعْدَ الْمَوْتِ مِنَ الشَّدَائِدِ وَالْاَهْوَالِ الْعَظِیْمَةِ

الشَّانِ . اِذَا تَوَلّٰى دَفْنَكُمْ اَحْبَابُكُمْ وَتَرَخَّصَ مِنْكُمْ اَقْرَانُكُمْ وَبَقِيْتُمْ بِلَا اَنْصَارٍ وَّلَا اَعْوَانٍ وَاَحَاطَتْكُمُ الظُّلْمَةُ مِنْ كُلِّ نَاحِيَةٍ وَّضَمَّكُمُ الْقَبْرُ ضَمَّةً تَخْتَلِفُ مِنْهَا اَضْلَاعُكُمْ وَحَضَرَكُمُ النَّكِيْرَانِ فَيَسْاَلَانِكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ وَعَنْ رَبِّكُمْ وَعَنْ نَبِيِّكُمْ سَيِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَانِ . فَانْظُرُوْا مَا تُجِيْبُوْنَهُمَا بِهٖ وَتَفَكَّرُوْا فِيْمَا تُخَاطِبُوْنَهُمَا بِهٖ . فَاِنْ اَجَبْتُمُوْهُمَا بِالصَّوَابِ فُزْتُمْ بِدَرَجَاتِ الثَّوَابِ . وَغُرُفَاتِ الْجِنَانِ . وَاِنْ شَكَكْتُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ وَقَعْتُمْ فِي الْمُهْلِكَةِ وَالْخُسْرَانِ .

فَتَنَبَّهُوْا اَيُّهَا الْاِخْوَانُ . تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا وَاسْتَغْفِرُوْهُ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ وَّمَكَانٍ . لَعَلَّ اللّٰهُ يَغْفِرُ ذُنُوْبَكُمْ وَيَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُنَجِّيْكُمْ مِنْ دَرَكَاتِ النِّيْرَانِ . وَقُوْلُوْا بِصَمِيْمِ الْجَنَانِ وَخُلُوْصِ اللِّسَانِ . اَللّٰهُمَّ يَا مَنَّانُ يَا رَحْمٰنُ .

يَا دَيَّانُ يَا حَنَّانُ اِغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاسْتُرْ عُيُوْبَنَا وَاَدْخِلْنَا فِيْ جَنَّتِكَ مَعَ اَهْلِ الْاِيْقَانِ

بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ.

اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ قَدِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَحِيْمٌ

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر پھر

دُوسرا خُطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

ماہِ ربیع الثانی کے چوتھے جمعہ کا وعظ

حقیقتِ دنیا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ. وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا ۚ وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (پ ۲۷ ع ۱۹)

جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں ہے۔ مگر کھیل کود۔ اور آرائش۔ اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا۔ اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا۔ اس مینہ کی طرح جس کا اوگایا سبزہ کسانوں کو بھایا۔

پھر سوکھا۔ کہ تو اسے زرد دیکھے۔ پھر روندن ہو گیا۔ اور آخرت میں
سخت عذاب ہے۔ اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا۔
اور دنیا کا جینا تو نہیں۔ مگر دھوکے کا مال"

حضرات! میں آج اس ناپائیدار دنیا کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جس دنیا کی خاطر غافل انسان اپنا دین برباد کر لیتا ہے۔ وہ کس قدر ناپائیدار اور بے اعتبار اور دھوکا باز ہے۔ جو شخص اس دنیا کی محبت میں پڑ کر اپنا دین برباد کر لیتا ہے۔ وہ انجام کار نہ ادھر کا رہتا ہے۔ نہ ادھر کا۔ اور بجز وندامت کے اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

بھائیو! یہ دنیا بڑی ناپائیدار اور بے وفا ہے۔ اس سے کبھی دل نہیں لگانا چاہیئے۔ خدا تعالےٰ نے اس کی جو مثال بیان فرمائی ہے وہ سمجھنے کے لائق ہے۔ خدا تعالےٰ نے اسے کھیل کود بیان فرمایا ہے۔ جس طرح تماشہ گاہوں میں گھڑی دو گھڑی رونق رہتی ہے۔ پھر وہ جگہ خالی اور سنسان ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ دنیا بھی گھڑی دو گھڑی کا میلہ ہے۔ اور ایک دن اس پر فنا طاری ہونے والی ہے۔ اور یہ ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں۔ ؎

بحر ہستی بجز سراب نہیں
چشمۂ زندگی میں آب نہیں

اور اس زندگانی کی مثال اللہ تعالےٰ نے مینہ کی بیان فرمائی ہے جو زمین پر برستا ہے۔ اور اس سے کھیتی لہلہانے لگتی ہے۔ اور کاشتکار کھیتی کو دیکھ کر خوشیاں کرنے لگتے ہیں۔ پھر یک لخت خشک ہو جاتی ہے اور زرد پڑ جاتی ہے۔ پھر آخر کار روندن بن جاتی ہے۔ اسی طرح دنیا کی رونق بھی چند روزہ ہے۔ اور آخرت میں دنیا کی زندگی کے دو انجام ہیں۔ بعض کو تو عذاب اور بعض کو خدا کی طرف سے معافی اور اس کی رضا اس مثال کے بعد خدا تعالےٰ نے دنیا کے متعلق فرمایا۔ کہ دنیا محض ایک دھوکے کا مال ہے۔

بھائیو! یہ انسان اول عمر میں تو کھیل کود کی طرف راغب رہتا ہے۔ پھر تماشوں کا شوق رکھتا ہے۔ پھر بناؤ سنگار کا۔ پھر شیخی مارنی اور نام آوری حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچتا ہے یعنی مرنے کے قریب آتا ہے۔ تو اسے مال و دولت اور اولاد کی فکر پڑتی ہے۔ کہ کسی طرح میرے پیچھے میرا گھر بنا رہے۔ غرض انہیں خواہشات میں پھنسا رہتا ہے۔ اور نہیں سمجھتا کہ یہ سب دھوکا اور فریب ہے سب کچھ یہیں دھر ادھر ایا رہ جائے گا۔ اور جس طرح خالی ہاتھ آیا تھا۔ اسی طرح خالی ہاتھ ہی یہاں سے جائے گا۔ ؎

دنیا گو کہ سب سامان ملکی اور مالی تھے!
سکندر جب گیا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرات! حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد سنئے۔ آپ نے اس دنیا کی حقیقت ظاہر کرنے کے لیے فرمایا۔ کہ دنیا چھ چیزوں سے عبارت ہے کھانے۔ پینے پہننے اور سونگھنے۔ سوار ہونے۔ اور نکاح کرنے سے یعنی دنیا انہی باتوں کا نام ہے۔ اب آیئے ان چھ چیزوں کی حقیقت ملاحظہ فرمایئے:۔

کھانے کی چیزوں میں سب سے بہتر شہد ہے۔ اور وہ ایک مکھی کے پیٹ سے نکلی ہوئی چیز ہے۔

پینے کی چیزوں میں سب سے بہتر پانی ہے۔ اور اس میں سارا جہاں برابر ہے۔ جانور بھی پانی پیتے ہیں۔

پہننے کی چیزوں میں سب سے بہتر ریشم ہے۔ اور وہ کیڑوں سے نکلتا ہے۔

سونگھنے کی چیزوں میں سب سے بہتر مشک ہے۔ اور وہ ہرن کا خون ہے۔

سوار ہونے والی چیزوں میں سب سے شریف تر گھوڑا ہے اور لڑائی میں اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر دوسروں کو قتل کیا جاتا ہے

اور نکاح میں عورت آتی ہے۔ اور اس سے اختلاط کی جو حقیقت ہے۔

وہ معلوم ہی ہے۔ (کیمیائے سعادت ص۲۴۶)

سبحان اللہ! کیا عجیب انداز میں دنیا کی حقیقت ظاہر فرما دی ہے۔ واقعی یہ دنیا کیا ہے! کچھ بھی نہیں۔

دنیا بُری نہیں میرے بھائیو! یہ دنیا اور اس کے جملہ سامان جو اللہ نے پیدا فرمائے ہیں۔ انسان اگر دائرہ شریعت میں رہ کر اسے اپنائے۔ اور عاقبت کے سنوارنے کے لیے اگر اسے استعمال میں لائے۔ تو یہ دنیا پھر بُری نہیں۔ بلکہ ایسی دنیا بھی دین ہی ہے۔ اور اگر اس دنیا میں ایسا دل لگا بیٹھے۔ کہ اسی کو مقصود بالذات سمجھ لے۔ اور عاقبت کے بگڑنے کی کوئی پرواہ نہ کرے۔ تو پھر یہ دنیا دنیا ہے۔ اور بہت بُری دنیا ہے۔ اس کا انجام بڑا مہلک ہے۔ اور ایسا شخص بڑا ہی نادان ہے۔

ایک مثال بزرگوں نے ایک مثال لکھی ہے۔ کہ جو لوگ دنیا میں مشغول ہو کر آخرت کو بھول گئے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ آدمیوں کی ایک جماعت کشتی میں آئی۔ اور وہ کشتی کسی جزیرہ میں پہنچی۔ وہ جماعت حاجت انسانی اور طہارت جسمانی کے واسطے کشتی سے باہر آئے۔ اور کشتی بان نے منادی کر دی ہو۔ کہ کوئی شخص دیر نہ لگائے۔ طہارت کے سوا کسی اور کام میں مشغول نہ ہو جائے۔ کیونکہ کشتی جلدی روانہ ہو جائے گی۔ پس یہ لوگ اس جزیرہ میں پہنچے۔ اور وہاں پہنچ کر منتشر ہو گئے۔ ایک گروہ جو بہت عقلمند تھا۔ جلدی سے طہارت کر کے واپس چلا آیا۔ اور کشتی کو خالی پایا۔ اور جو جگہ اپنے موافق نظر آئی۔ لے لی ایک گروہ اس جزیرہ کے عجائبات دیکھنے کو ٹھہر گیا۔ اور خوش رنگ پھل پھول اور خوش الحان جانور۔ اور منقش سنگریزے دیکھنے لگ گیا۔ لیکن جب واپس آیا۔ تو کشتی میں کشادہ جگہ نہ پائی۔ اور تنگ و تاریک جگہ میں بیٹھا اور تکلیف اٹھائی۔

ایک گروہ نے عجائبات دیکھنے پر ہی کفایت نہ کی۔ وہاں سے عمدہ عمدہ پھل پھول چن لایا۔ اور کشتی میں ان کے رکھنے کی جگہ نہ پائی۔ تنگ جگہ میں آپ تو

بیٹھ گیا۔ لیکن پھل پھول اور سنگریزوں کو اپنی گردن پر رکھنا پڑا۔ جب دو دن گزرے تو ان میں سے بدبو آنے لگی۔ جب پھینکنے کی جگہ نہ ملی۔ تو وہ گروہ پشیمان ہوا۔ اور اس بدبودار بوجھ کو اپنی گردن پر لادنا پڑا۔

ایک گروہ اس جزیرہ کے عجائبات کو دیکھ کر ایسا متحیر ہوا۔ کہ انہیں دیکھتا ہی رہا۔ اور کشتی کی طرف اس کا دھیان ہی نہ رہا۔ اور کشتی چل نکلی۔ اور کشتی بان کا کہنا یاد نہ رکھ کر مصیبت میں پھنس گیا۔ اور اسی جزیرے میں رہنا پڑا۔ یہاں تک کہ اس گروہ کے بعض آدمی بھوک کے مارے مر گئے۔ اور بعض آدمیوں کو درندوں نے ہلاک کر ڈالا۔

بھائیو! اس مثال کے بعد اب اس کی تطبیق سنو۔ کہ پہلا گروہ تو عقلمند گروہ اور پرہیزگاروں کی مثل ہے۔ اور پچھلا گروہ جو ہلاک ہو گیا۔ کافروں کی مانند ہے۔ کہ خدا و آخرت کو بھول کر اپنے آپ کو بالکل دنیا کے حوالے کر دیا۔ اور اس دنیا کے نقش و نگار اور اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ پر ایسے فدا ہوئے۔ کہ اپنا سفر یاد ہی نہ رکھا اور یہیں کے ہو گئے۔ اور

اِسۡتَحَبُّوا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَۃِ

کے مطابق دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے کر ہلاک ہو گئے۔

اور بیچ والے دونوں گروہ گنہ گاروں کی مانند ہیں۔ کہ اصل ایمان کو تو محفوظ رکھا۔ لیکن دنیا سے اپنے ہاتھوں کو نہ کھینچا اور گناہوں کی گٹھڑیاں سر پر اٹھا کر چلے گئے۔

حضرات! اس دنیا میں آکر دائرہ شریعت میں رہو۔ اور خدا و رسول کے کے ارشادات کو یاد رکھ کر بقدر ضرورت اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ مگر اس میں ہمہ تن مشغول ہو کر اپنے سفر آخرت کو مت بھولو۔ اور بقول شاعر دنیا میں یوں رہو کہ ؎

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گذرا ہوں خریدار نہیں ہوں

آخرت کی کھیتی

میرے بھائیو! یہ دنیا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ ہے۔ یعنی آخرت کی کھیتی ہے۔ اس میں آج جو بوؤ گے وہی کل کاٹو گے۔ اس سے آخرت کا ذخیرہ پیدا کرنا چاہیئے۔ ایک نمازی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلا تو ایک ملحد نے اس سے کہا کہ بھلا ہم دیکھیں۔ کہ نماز پڑھنے سے تمہیں کیا ملا؟ دکھاؤ اس نماز سے تمہیں کیا حاصل ہوا۔ نمازی نے جواب دیا۔ کہ بھئی ابھی تو میں بیج بو کر آیا ہوں۔ اور اس کا پھل کل قیامت میں کاٹوں گا۔ کل دیکھ لینا۔ کہ تمہارے جیسے نکھے منہ دیکھتے رہ جائیں گے اور جنہوں نے آج محنت کی ہے۔ ان کے اعمال کی کھیتیاں سرسبز لہلہا رہی ہوں گی۔ ؎

دنیا کھیتی آخر سیتی خود حضرت فرماوے
جیسا اس وچہ بیجے کوئی ویسا ہی پھل پاوے
جے توں اس وچہ محنت کر کے بیجیں اج دہاڑے
بھلکے ہوسن تیرے تائیں بوہل اتے کھلواڑے
جے بیجیں ویلے کھوہ بیجیں موسم پیا گوا دیں!
اگے فصل جو پکے دیکھیں رو رو پچھوتا دیں

عقلمند وہی ہے۔ جو اس دنیا سے آخرت کا ذخیرہ پیدا کرے۔ دولت دنیا کے بقا کا خیال نہ کرے۔ اس لیے کہ وہ بہرحال فانی ہے۔ اس لیے قبل اس کے کہ موت آئے۔ اس سفر کے لیے زادِ راہ مہیا کر لینا چاہیے۔ ایک عربی شاعر لکھتا ہے۔ کہ ؎

تَزَوَّدْ مِنَ الدُّنْیَا فَاِنَّکَ رَاحِلٌ
وَاَعْلَمْ بِاَنَّ الْمَوْتَ لَاشَکَّ نَازِلٌ
اِلَا اِنَّمَا الدُّنْیَا کَمَنْزِلِ رَاکِبٍ
اَنَاخَ عَشِیًّا وَّھُوَ فِی الصُّبْحِ رَاحِلٌ

یعنی آخرت کے لیے ذخیرہ بنالے۔ کیونکہ موت یقینی ہے۔ اور دنیا سے

تجھے ایک دن جانا ہے۔ اور یہ دنیا اس سوار کی منزل کی طرح ہے۔ جو شام کو اترتا ہے۔ اور رات رہ کر صبح پھر چل پڑتا ہے۔

بھائیو! اس دنیا میں ایک سال اناج جمع نہ ہونے سے رنج و افسوس اور ندامت ہوتی ہے۔ حالانکہ دوسرے سال پیدا کر لینے کا بھروسہ بھی ہوتا ہے۔ پھر آخرت میں جو ابدالآباد کے واسطے ہے۔ اور جس میں آئندہ کھیتی کرکے اناج جمع کر لینے کا بھروسہ بھی نہیں۔ اگر اعمال حسنہ کا آج ذخیرہ تیار نہ کیا گیا۔ تو کل یہ مبارک اناج جمع نہ ہونے سے سوچئے۔ کہ کس قدر حسرت ہوگی۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو دنیا میں مشغول ہو کر دین کو بھلا بیٹھے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ دین خود ہی گنوا بیٹھے اور دنیا نے ساتھ نہ دیا۔ نہ وہ رہا نہ یہ رہی۔

لطیفہ ایک چھوٹے بچے کو ماں نے چھوٹی سی پیالی دے کر بازار بھیجا کہ جاؤ ایک آنے کا سرسوں کا تیل لے آؤ۔ بچہ گیا۔ اور دوکاندار نے جب اس پیالی میں تیل ڈالا۔ تو تیل کچھ بچ گیا۔ دکاندار نے کہا۔ کہ یہ باقی کا تیل کہاں ڈالوں بچے نے پیالی کو الٹ کر دوسری طرف جو تھوڑی سی جگہ بنی ہوتی ہے آگے کر دی۔ کہ یہاں ڈال دو اس کے الٹنے سے پہلا تیل سارا بہ گیا۔ اور وہ الٹی طرف کا تھوڑا سا تیل گھر لے کر آیا۔ تو ماں نے ڈانٹا۔ کہ ایک آنہ کا یہ تیل؟ تو بچہ نے پیالی سیدھی کر کے کہا۔ نہیں۔ تیل اس طرف بھی تو ہے۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ دوسری طرف کا تیل بھی بہ گیا۔ نہ اُدھر کا تیل بھی بہ گیا۔ نہ ادھر کا تیل رہا۔ اور نہ ادھر کا۔

کچھ اسی طرح دنیا دار کا قصہ بھی ہے۔ کہ اس نے دین کو الٹ کر دین بھی گنوا لیا۔ اور دنیا نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔ اور وہ "نہ ادھر کے رہے۔ نہ ادھر کے رہے۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم"۔ کے مطابق خالی کا خالی رہ گیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمَآءَ بِغَيْرِ عِمَادٍ. وَ
قَوّٰى اَطْرَافَ الْاَرْضِ بِالْجِبَالِ وَالْاَوْتَادِ. نَحْمَدُهٗ
حَمْدًا كَثِيْرًا عَلٰى اَنْ بَسَطَ لِعِبَادِهِ الْمِهَادَ. وَ
نَشْكُرُهٗ شُكْرًا جَمِيْلًا عَلٰى اَنْ زَيَّنَ الْبِسَاطَ
بِالْاَحْجَارِ وَالْاَشْجَارِ نَفْعًا لِلْعِبَادِ. وَنَشْهَدُ
اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ قَسَّمَ
الْاَرْضَ عَلٰى اَقَالِيْمَ وَفِىْ كُلِّ اِقْلِيْمٍ كَثَّرَ الْبِلَادَ.
وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
سَيِّدَ اَهْلِ الْاَمْجَادِ.

اَمَّا بَعْدُ

اَيُّهَا النَّاسُ اشْكُرُوا اللّٰهَ عَلٰى نَعْمَآئِهٖ كَمَا
اَنْعَمَ عَلَيْكُمْ بِالْاَوْلَادِ وَالْاَحْفَادِ وَاَحْرِقُوْا بِنَارِ
عِشْقِ الْمَوْلٰى الْاَكْبَادَ. وَلَا تُوَافِقُوا الْاَقْرَانَ

فِيْ كُلِّ شَانٍ فَاِنَّهٗ لَيْسَ فِيْهِ مَفَادٌ وَاَطِيْعُوا
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاسْلُكُوْا سُبُلَ السَّدَادِ. وَ
اجْتَهِدُوْا فِي التَّجَنُّبِ عَنِ السُّخْرِيَةِ بِالْمُسْلِمِيْنَ
وَاِيْذَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ غَايَةَ الْاِجْتِهَادِ. فَقَدْ قَالَ
اللّٰهُ تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ
قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ
نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَامٌ عَلَى الْمُؤْمِنِ عِرْضُهٗ
عَلَيْهِ حَرَامٌ اَنْ يُّحْرِقَهٗ وَلَحْمُهٗ عَلَيْهِ حَرَامٌ
اَنْ يَّاكُلَهٗ وَيَغْتَابَهٗ وَوَجْهُهٗ عَلَيْهِ حَرَامٌ
اَنْ يَّلْطِمَهٗ وَاعْلَمُوْا اَنَّ مَنْ سَخِرَ مِنْ مُّؤْمِنٍ
اَوْ مُؤْمِنَةٍ اَوِ اغْتَابَهٗ اَوْ اٰذَاهُ خَاصَمَهٗ يَوْمَ
التَّنَادِ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ التَّنَادِ. يَوْمٌ يُّحَاسَبُ
فِيْهِ عَلٰى كُلِّ كَثِيْرٍ وَّقَلِيْلٍ. يُنَاقَشُ بِكُلِّ حَقِيْرٍ
وَّجَلِيْلٍ. وَّتُوَفّٰى فِيْهِ حُقُوْقُ الْعِبَادِ. كَيْفَ حَالُكُمْ

إِذَا أَحَاطَتْكُمْ خُصَمَاؤُكُمْ وَخَاصَمَكُمْ
أَحْبَابُكُمْ فَمِنْ قَائِلٍ إِنَّهُ اغْتَابَنِيْ وَمِنْ قَائِلٍ إِنَّهُ
سَخِرَ مِنِّيْ وَمِنْ قَائِلٍ إِنَّهُ ضَحِكَ عَلَيَّ وَمِنْ
قَائِلٍ إِنَّهُ دَعَا عَلَيَّ وَمِنْ قَائِلٍ إِنَّهُ قَصَّرَ فِيْ
حُقُوْقِ الْوِدَادِ. فَاللّٰهَ اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ اتَّقُوا اللّٰهَ
وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ أَرْبَابِ الْفَسَادِ. وَانْظُرُوْا لِسِيَرِ
مَنْ مَضٰى مِنَ الْآبَاءِ وَالْأَجْدَادِ. كَانُوْا لَا
يَخَافُوْنَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ. وَيَجْتَهِدُوْنَ
فِيْ طَاعَةِ الْمَلِكِ الدَّائِمِ. فَخَلَفَكُمْ خَلْفًا
أَضَعْتُمُ الصَّلٰوتِ وَاتَّبَعْتُمُ الشَّهَوَاتِ. وَ
رَبَطْتُمْ بَيْنَ نُفُوْسِكُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّكُمْ رَابِطَةَ
الْوِدَادِ. فَتَنَبَّهُوْا مِنْ نَوْمِ الْغَفْلَةِ وَدَاوِمُوْا
عَلٰى تَطْهِيْرِ النَّفْسِ وَالتَّزْكِيَةِ وَرَابِطُوْا نُفُوْسَكُمْ
عَلَى الْأُخُوَّةِ بِجَمِيْعِ الْعِبَادِ. وَعَلَيْكُمْ بِالْمُدَاوَمَةِ
عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَعَلَى الْأَذْكَارِ وَالْأَوْرَادِ فَلَا

ذِكْرُ اللّٰهِ دَوَآءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ وَّ مُنَقٍّ مِّنَ الْفَسَادِ. اَللّٰهُمَّ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا مَنَّانُ يَا كَرِيْمُ يَا خَالِقَ الْعِبَادِ وَمُدَبِّرَ الْبِلَادِ. اِغْفِرْ لَنَا وَسَامِحْنَا وَاعْفُ عَنَّا وَاَعْطِنَا خَيْرَ مَا يُرَادُ. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ قَدِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے

وہاں سے پڑھیے

جمادی الاولیٰ کے پہلے جمعہ کا وعظ

خوفِ خدا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْغَفَّارِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَالَّذِیْ ھُوَ الرَّحِیْمُ وَالسَّتَّارُ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا نُوْرِ الْاَنْوَارِ. وَسِرِّ الْاَسْرَارِ. وَسَیِّدِ الْاَبْرَارِ. مُحَمَّدِ نِ الْمُخْتَارِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ بَلَغُوْا فِیْ اَقْصٰی مَرَاتِبِ الْحَقِّ بِصُحْبَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِتَصْدِیْقِہٖ وَالْاِقْرَارِ.

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (پ ۴ ع ۲)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔"

حضرات! آج میرے وعظ کا عنوان ہے۔ "خوفِ خدا"۔ یعنی مجھے آج اللہ سے ڈرنے کا بیان کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا

کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ ایسا ڈرو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ جو کام بھی کیا جائے۔ مزہ جب ہی آتا ہے۔ جب کہ وہ کام کما حقہٗ کیا جائے چنانچہ کہتے ہیں۔ بھائی قمیص ایسی سینا۔ جیسا کہ سینے کا حق ہوتا ہے۔ کپڑے ایسے دھونا جیسا کہ دھونے کا حق ہوتا ہے۔ اور ماڈرن مثال بھی سن لیجئے۔ بھائی داڑھی ایسی مونڈنا جیسا کہ مونڈنے کا حق ہوتا ہے۔ یعنی بال بھر بھی تو کچھ نشان داڑھی کا باقی نہ رہ جائے۔

بھائیو ایماں بھی یہی فرمایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے ایسا ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہوتا ہے۔ یعنی ذرہ بھر بھی کوئی ایسا کام نہ ہونے پائے۔ جس بے خوفی ظاہر ہوتی ہو۔ مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر وقت اللہ سے ڈرتا رہے۔ اور اس بات پر ایمان رکھے۔ کہ میرے ہر فعل وعمل اور دلی ارادوں کو بھی اللہ تعالےٰ دیکھتا اور جانتا ہے۔ اور وہ بڑی طاقت وقوت کا مالک اور سب بادشاہوں کا بھی بادشاہ ہے۔ اور اس کی گرفت اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ کے مطابق بڑی سخت ہے اور اس کا عذاب آجائے۔ تو دنیوی ساری طاقتیں اور سائنس کی ساری رفعتیں وہاں بیکار اور لپیٹ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَالَهٗ مِنْ دَافِعٍ یعنی جب رب کا عذاب آجائے تو کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

حتی الامکان میرے بزرگو اور عزیزو! خدا تعالےٰ کا کرم دیکھئے۔ کہ اس آیۃ شریف کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس امر کی کس شخص میں طاقت ہے کہ وہ خدا تعالےٰ سے ویسا ڈرے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ ہم ناتواں بندوں سے اس کے تقوے کا حق ادا ہونا کس طرح ممکن ہے۔ تو خدا نے ارشاد فرمایا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (پ۲۸ع۱۶)

تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔

یعنی اپنی طاقت و وسعت کے مطابق ڈرو۔ مگر ڈرو ضرور۔ سبحان اللہ! کس قدر فضل و کرم ہے۔ کہ فرما دیا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ڈرو۔ بھائیو! خدا کا خوف ایک ایسی چیز ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے برائیوں کی جڑ کٹ سکتی ہے۔ آج جس قدر برائیوں کا وجود ہے۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے۔ کہ خدا کا خوف باقی نہیں رہا۔ اعلیٰ حضرت نے اسی لیے لکھا ہے۔ کہ ؎

دن لہو میں کھونا تجھے شب رات بھر سونا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ایک لڑکے کا خوف ایک بزرگ نے ایک لڑکے کو دیکھا۔ جو رو رہا تھا۔ اس بزرگ نے پوچھا بیٹا کیوں روتے ہو؟ تو وہ کہنے لگا۔ آج میں قرآن پاک کی ایک آیت کا سبق پڑھ کر آیا ہوں۔ اسی وقت سے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کے مارے رو رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا۔ وہ کون سی آیت ہے۔ جسے پڑھ کر تم رونے لگے ہو۔ تو بولا۔ خدا فرماتا ہے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن نافرمان بندے اور پتھر ہیں۔" کہنے لگا خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا ہے۔ کہ جہنم کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ تو میں اس لیے رو رہا ہوں۔ کہ میری ماں جب چولھے میں جلانے کے لیے بڑی بڑی لکڑیاں رکھتی ہے۔ اور انہیں آگ لگاتی ہے۔ تو ان بڑی لکڑیوں کو اگر آگ نہ لگے۔ تو وہ نیچے چھوٹی چھوٹی لکڑیاں رکھ دیتی ہے۔ تاکہ انہیں آگ لگ کر بڑی لکڑیوں کو بھی آگ لگ جائے۔ میں ڈر رہا ہوں۔ کہ اللہ نے اگر جہنم میں بڑے بڑے نافرمان بندے ڈالے۔ اور اگر انہیں آگ نہ لگی۔ تو خدا کہیں مجھ جیسے چھوٹوں کو بھی اندر نہ ڈال دے۔

سبحان اللہ! ایک چھوٹے بچے کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہو گیا اور وہ رونے لگا۔ مگر آہ! آج ہم بڑی بڑی عمر کے ہو گئے۔ مگر خدا کے خوف سے کبھی ایک آنسو تک بھی نہ بہا۔

یعنی اپنی طاقت و وسعت کے مطابق ڈرو۔ مگر ڈرو ضرور۔ سبحان اللہ! کس قدر فضل و کرم ہے۔ کہ فرما دیا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ڈرو۔ بھائیو! خدا کا خوف ایک ایسی چیز ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے برائیوں کی جڑ کٹ سکتی ہے۔ آج جس قدر برائیوں کا وجود ہے۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے۔ کہ خدا کا خوف باقی نہیں رہا۔ اعلیٰ حضرت نے اسی لیے لکھا ہے۔ کہ ؎

دن لہو میں کھونا تجھے شب رات بھر سونا تجھے
شرم نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ایک لڑکے کا خوف ایک بزرگ نے ایک لڑکے کو دیکھا۔ جو رو رہا تھا۔ اس بزرگ نے پوچھا بیٹا کیوں روتے ہو؟ تو وہ کہنے لگا۔ آج میں قرآن پاک کی ایک آیت کا سبق پڑھ کر آیا ہوں۔ اسی وقت سے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کے مارے رو رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا۔ وہ کون سی آیت ہے۔ جسے پڑھ کر تم رونے لگے ہو۔ تو بولا۔ خدا فرماتا ہے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن نافرمان بندے اور پتھر ہیں۔" کہنے لگا خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا ہے۔ کہ جہنم کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ تو میں اس لیے رو رہا ہوں۔ کہ میری ماں جب چولھے میں جلانے کے لیے بڑی بڑی لکڑیاں رکھتی ہے۔ اور انہیں آگ لگاتی ہے۔ تو ان بڑی لکڑیوں کو اگر آگ نہ لگے۔ تو وہ نیچے چھوٹی چھوٹی لکڑیاں رکھ دیتی ہے۔ تاکہ انہیں آگ لگ کر بڑی لکڑیوں کو بھی آگ لگ جائے۔ میں ڈر رہا ہوں۔ کہ اللہ نے اگر جہنم میں بڑے بڑے نافرمان بندے ڈالے۔ اور اگر انہیں آگ نہ لگی۔ تو خدا کہیں مجھ جیسے چھوٹوں کو بھی اندر نہ ڈال دے۔

سبحان اللہ! ایک چھوٹے بچے کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہو گیا اور وہ رونے لگا۔ مگر آہ! آج ہم بڑی بڑی عمر کے ہو گئے۔ مگر خدا کے خوف سے کبھی ایک آنسو تک بھی نہ بہا۔

حضرت شبلی حضرت شبلی کا بھی ایک واقعہ سنئے۔ آپ نے ایک مرتبہ چولہے میں ایک لکڑی کو جلتے دیکھا۔ جو ایک طرف سے جل رہی تھی۔ اور اس کے دوسری طرف سے پانی نکل رہا تھا۔ آپ یہ دیکھ کر رو پڑے۔ اور فرمایا "لوگو! اگر تم بھی آتشِ شوق میں جلتے ہو۔ اور اس دعویٰ میں سچے ہو۔ تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کیوں نہیں بہتے؟

حضرات! اللہ کے خوف سے رونا گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

ہر کجا آبِ رواں غنچہ بود!
ہر کجا اشکِ رواں رحمت بود

جہاں پانی بہتا ہے۔ وہاں پھول اور غنچے اگتے ہیں۔ اور جہاں آنکھوں سے آنسو بہتے ہوں۔ وہاں رحمت کے پھول اگتے ہیں۔ ؎

تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن
تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

بچہ روتا ہے۔ تو ماں کا دودھ جوش مارنے لگتا ہے۔ آسمان روتا ہے تو زمین پر باغات کھلتے ہیں۔

ہاں تو بھائیو! اپنے دلوں میں خدا کا خوف پیدا کرو۔ اور یقین رکھو ایک دن مرنا ہے۔ اور اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ
عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى (پ۳۰ ع۲)

"یعنی جو شخص اللہ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور جس نے اپنے نفس کو خواہشات سے باز رکھا۔ اس کا مقام جنت ہے"۔

کھجلی بھائیو! خواہشاتِ نفسانیہ کی تکمیل کے لیے خدا کو بھول جانا بہت بڑی نادانی ہے۔ کھجلی کا مریض جب کھجلاتا ہے تو اسے وقتی طور پر بڑا مزہ آتا

ہے۔ مگر انجام اس کا بہت بُرا ہے۔ اسی طرح خواہشات کی تکمیل میں وقتی طور پر تو حظِ نفسانی حاصل ہو جاتا ہے مگر انجام اس کا بڑا ہولناک ہے۔

مصائب و آلام

آج کل مصائب و آلام کی کثرت ہے۔ جسے دیکھئے کسی نہ کسی مشکل و مصیبت کا رونا روتا نظر آتا ہے۔ باوجود ترقی و دنیوی اسباب کی فراوانی کے ایک دنیا گویا مصائب و آلام کے بحرِ عمیق میں غرق ہے۔ اور جسے دیکھئے پریشان ہی نظر آتا ہے۔ بھائیو! اس کی وجہ یہی خدا تعالیٰ سے بے نیازی اور بے خوفی اور خواہشات میں انہماک ہے۔ اللہ کے مقبول بندوں کو دیکھئے۔ ان کے دلوں میں خدا کا خوف ہوتا ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ بیان ہوا۔ کہ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ خدا سے ڈرنے کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ خدائی بھر میں ان کی عظمت و ہیبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خدا سے بے خوفی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک خدا سے نہ ڈر کر ذرہ ذرہ سے ڈرنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ بیوی اور چوہے سے بھی ڈرنے لگتا ہے۔ بھائیو! آج کل دنیا بھر میں اختلاجِ قلب کا مرض عام ہے ہارٹ فیل ہو جانے کی اکثر شکایت ہے۔ آخر یہ کیوں! اسی لیے تو اس دل میں خدا کا خوف نہیں رہا۔ اور اس کے نکل جانے سے دنیا بھر کے خوف اس میں سما گئے۔ یہ بچارا فیل نہ ہو تو کیا ہو، کسی ولی اللہ کا دل بھی فیل ہوا! اللہ والوں کے تو پاس بھی بیٹھ جانے والے کا دل جاری ہو جاتا ہے۔ بھائیو! اپنے دلوں میں خدا کا خوف پیدا کرو۔ تاکہ اطمینان، اور چین کی زندگی بسر کرسکو۔

بڑا حوض

یہاں ایک اور حقیقت کی بات بھی سن لیجئے۔ جس کا بیان مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

شہ چوں حوضے واں حشم چوں لولہا
آب از لولہ رود در کولہا!

یعنی بادشاہ کو ایک بڑے حوض کی مانند سمجھئے۔ اور اس کے لشکر کو اس کو اس کے لشکر کو اس حوض کی ٹونٹیاں ؎

چونکہ آب جملہ از حوضے است پاک
ہر یکے آبے دہد خوش ذوقناک!

حوض کا پانی اگر پاک ہے۔ تو ہر ٹونٹی سے بھی پاک ہی پانی نکلے گا۔ ؎

در دراں حوض آبِ شور است و پلید
ہر یکے لولہ ہماں آرد پدید

اور اگر اس حوض کا پانی پلید ہے۔ تو جس ٹونٹی کو کھولئے۔ پلید پانی ہی نکلے گا۔ کیوں؟ ؎

زانکہ پیوست است ہر لولہ بحوض
خوض کن در معنیٔ ایں حرف حوض

اس لیے کہ ہر ٹونٹی اس حوض سے پیوستہ ہے۔

مولانا نے اس مثال میں یہ بات سمجھائی ہے۔ کہ انسان کا دل ایک بڑا حوض ہے۔ اور دیگر سب اعضا اس کی ٹونٹیاں ہیں۔ دل میں اگر خدا کا خوف ہے تو ہر عضو میں بھی خدا کا خوف نظر آئے گا۔ دل خدا سے ڈرتا ہوگا۔ تو آنکھ کی مجال نہیں۔ کہ کسی غیر محرم کی طرف اٹھے۔ کان کی مجال نہیں۔ کہ کسی ناجائز آواز کی طرف لگے۔ ہاتھ کی جرأت نہیں۔ کہ کسی غیر شرعی چیز کی طرف بڑھے۔ اور پاؤں کی ہمت نہیں۔ کہ کسی بُری جگہ کی طرف چلے۔ اور اگر دل ہی میں خدا کا خوف نہیں۔ تو یہ سارے اعضا بھی بے خوف ہوں گے۔ آنکھیں سینما و تھیٹر اور دیگر لہو ولعب دیکھنے کو کھل جائیں گی۔ کان گانوں کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ ہاتھ ظلم کے لیے اٹھنے لگیں گے۔ اور پیر مسجدوں کے بجائے کلبوں اور تھیٹروں میں ٹکنے لگیں گے۔ دل میں اگر خدا کا خوف ہے۔ تو آنکھیں يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ کے مطابق نیچی رہنے لگیں گی۔ اور اگر دل میں خدا کا خوف نہیں تو بات یہ ہوئی۔ کہ ؎

چشم را گفتم نظر از خوبرویاں دور دار!
چشم گفتہ کار ما ایں است تو معذور دار!

شاعر کہتا ہے۔ کہ میں نے آنکھ سے کہا۔ کہ خوبصورتوں اور غیر محرموں کی طرف مت دیکھو۔ تو آنکھ نے جواب دیا۔ کہ میرا تو کام ہی یہی ہے۔ مجھے اس بات سے مت روکو۔

دل میں اگر خدا کا خوف ہوگا۔ تو زبان پر قرآنی آیات جاری ہوگی۔ ورنہ فلمی نغمات جاری ہوں گے۔ دل میں اگر خدا کا خوف ہوگا۔ تو ہاتھ غریبوں کی مدد کے لیے اٹھیں گے۔ ورنہ یتیموں کے جیب میں ہوں گے۔ دل میں اگر خدا کا خوف ہوگا۔ تو پاؤں اللہ کی عبادت میں کھڑے ہوں گے۔ ورنہ ناچتے نظر آئیں گے۔

دل اور اہلِ دل اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ انسان کے بدن میں دل ایک ایسا ٹکڑا ہے۔ جب وہ ٹھیک ہو جائے۔ تو سارا بدن ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اہل دل حضرات دل کی اصلاح کے درپے ہوتے ہیں۔ اور دلی امراض کا علاج کرتے ہیں۔ یہ تکبر و غرور۔ انانیت اور غیبت و معصیت وغیرہ دلی امراض ہیں۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کے مطابق جو لوگ دل کے بیمار ہیں۔ انہیں اس مرض کی فکر کرنا چاہیئے اور کسی اہل دل سے رجوع کر کے دل کا علاج کرانا چاہیے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ۔

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (پ۲۱ ع ۱۱)

یعنی اے انسان! تو اس شخص کی پیروی کر جس نے اپنا دل میری طرف پھیر رکھا ہے۔

اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

اِصْحَبْ اَرْبَابَ الْقُلُوْبِ، حَتّٰی تَصِيْرَ لَكَ قَلْبٌ، لَا بُدَّ لَكَ مِنْ شَيْخٍ حَكِيْمٍ عَامِلٍ بِحُكْمِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يُهَذِّبُكَ وَيُعَلِّمُكَ وَيَنْصَحُكَ۔

(فتح الربانی مواعظ حضور غوث اعظم ص۸۱ مجلس ۲۲)

اہل دل کی صحبت اختیار کر۔ تاکہ تو بھی صاحب دل ہو جائے۔ تیرے لیے ایسے شیخ کی ضرورت ہے۔ جو سمجھدار اور حکم خداوندی کی تعمیل کرنے والا ہو۔

تاکہ وہ تجھے خوب جانے ۔ علم بڑھ جائے اور نصیحت کرے ۔
بھائیو! کسی شیخ کامل کی بدولت دل جب صاف وستھرا اور واقعی دل بن جاتا ہے ۔ تو پھر ایسا دل یہ شان رکھتا ہے ۔ کہ ؂

ضمیرے کہ او روشن است از غبار
شود نقش غیبی دراو آشکار!!

اولیاء کرام! حضرات! اولیاء کرام بہت بڑی شانوں ۔ کے مالک ہیں ۔ ان لوگوں ۔ نے اپنے دلوں کو صاف ستھرا اور مصفا کر کے اپنے یہ دل انوار و تجلیات حق کے مہبط و مظہر بنا لیے ہیں ۔ حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں ۔ ؂

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی
نیک بیں باشی اگر اہل دلی

یعنی ولی کے اندر نور حق کا جلوہ ہوتا ہے ۔ اگر تم اہل دل ہو ۔ تو ان پاک لوگوں کو اچھا سمجھو ۔ یوں نہ کہو ۔ کہ جیسے وہ ویسے ہم ۔ وہ بھی بشر ہم بھی بشر ۔ بھائیو! البشریت ہی پر اٹک نہ جایا کرو ۔ خدا توفیق دے ۔ تو ان پاک لوگوں کے قلوب کی شانیں دیکھو اور خدا تعالیٰ کے نور کا وہ جلوہ بھی تو دیکھو ۔ جو ان کے دلوں سے نظر آتا ہے ۔ اور اسی جلوہ کی بدولت ان پاک لوگوں کے چہرے بھی اس قدر نورانی اور بابرکت ہوتے ہیں ۔ کہ اہل دل کی نظریں بھی جاہتی ہیں ۔ کہ انہیں دیکھتی ہی رہیں ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ ۔

اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱)

جب انہیں دیکھا جاتا ہے ۔ تو اللہ یاد آجاتا ہے ۔

سبحان اللہ! کیا حقیقت افروز ارشاد ہے ۔ کہ ان اللہ والوں کو دیکھتے ہی اللہ یاد آجاتا ہے ۔ بے شک یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ اللہ کے مقبول بندوں کی زیارت کرتے ہی اللہ کی یاد آجاتی ہے ۔ میرے بھائیو! ہمیں اس امر پر ہزار ناز ہے ۔ اور یہ حقیقت ہے ۔ کہ ایسے لوگ اہل سنت میں بکثرت پائے

جاتے ہیں۔ کہ ان کی زیارت ہی سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی یاد آ جاتی ہے۔ دلی ہو تو ایسا کہ اس کا چہرہ انور خدا کی یاد دلائے۔ نہ ایسا کہ اسے دیکھتے ہی گاندھی و نہرو کی تصویر سامنے آ جائے۔ اور اسی طرح میرے بھائیو!

شکل و صورت ہماری شکل و صورت بھی مسلمانوں کی سی ہونی چاہیے۔ جسے دیکھتے ہی پتہ چل جائے۔ کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے نہ ایسی کہ پتہ ہی نہ چلے۔ کہ یہ محمد دین ہے۔ یا لالہ گھسیٹا رام۔ پاکستانی ہے یا میڈ ان انگلینڈ۔ یہاں بعض لوگ کہہ دیں گے۔ کہ صاحب شکل و صورت میں کیا ہے۔ اندر سے مسلمان ہونا چاہیے۔ میرے بھائیو! اندر سے بھی اور باہر سے بھی مسلمان ہونا چاہیے۔ یہ کیا کہ اندر سے کچھ اور۔ اور باہر سے کچھ اور۔ آپ زمین میں بیج بوتے ہیں۔ تو وہ بیج جب پھوٹتا ہے۔ تو اس کی ٹہنیاں پتے قائم ہوتے ہیں۔ اس وقت اگر کوئی شخص اس کی ٹہنیاں پتے کاٹنا شروع کر دے۔ اور اسے کوئی منع کرے۔ تو وہ یوں جواب دے۔ کہ باہر کو چھوڑو۔ اندر تو بیج سے ہی نا! تو سب کہیں گے۔ کہ صاحب! اندر بھی بیج ہونا ضروری ہے۔ اور باہر بھی اس کی ٹہنیاں پتے ہونے ضروری ہیں۔ اگر بیج ہی نہیں بویا۔ تو بھی پھل نہیں ملے گا۔ اور اگر بیج تو بو دیا۔ مگر اس کی ٹہنیاں پتے سلامت نہ رہنے دیئے تو بھی پھل ملنا مشکل ہے اسی طرح میرے عزیزو۔ ایمان ایک بیج ہے۔ اور اسلامی شکل و صورت اور دیگر نیک اعمال اس بیج کے ٹہنیاں پتے ہیں۔ ایمان تو ہے۔ مگر اسے اب بڑھنے پھولنے پھلنے بھی تو دیجئے۔ یہ کیا کہ اس کی شاخیں پتے ہر روز بلا ناغہ آپ پیسے دے دے کر کٹوا ڈالتے ہیں۔ اور اسی طرح اس بیج کے بڑھنے پھلنے پھولنے کے لیے جو سعی و کوشش درکار ہے۔ اس کی بھی آپ پروا نہیں کرتے یعنی نماز روزہ وغیرہ ارکان اسلامی کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ تو فرمایئے اس بیج کا ثمرہ اگر حاصل نہ ہو تو یہ کس کا قصور ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔ کہ دل ایک بڑا حوض ہے۔ اور دیگر اعضاء اس کی ٹونٹیاں۔ اور مولانا رومی نے اس مثال سے دوسری بات یہ سمجھائی ہے۔ کہ

بڑے آدمی قوم میں جنہیں اللہ نے بڑائی دی ہے۔ وہ اگر خدا کا خوف رکھیں گے تو چھوٹے آدمیوں کے دلوں میں بھی خدا کا خوف پیدا ہو جائے گا۔ وہ اگر مسجد میں آئیں گے تو ان کے ماتحت جو ہیں۔ انہیں بھی مسجدوں میں آنا پڑے گا۔ اور اگر وہی کلبوں اور تھیٹروں کی سرپرستی کرنے لگیں گے تو پھر چھوٹوں سے بھی یہی کچھ صادر ہونے لگے گا۔ اس لیے کہ بڑے حوض میں جو کچھ ہو گا۔ جس ٹونٹی کو بھی کھول لیجئے۔ اس سے وہی کچھ نکلے گا۔

بھائیو! آج ساری دنیا کی طرف نظر دوڑایئے۔ کہ دل کس طرح خدا کے خوف سے خالی ہو چکے ہیں (الا ماشاء اللہ) یہ سب برکتیں ہیں نئی تہذیب کی۔ اور یورپین نظام زندگی کی۔ آج دنیا جن مصائب و آلام میں گھر چکی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے۔ کہ لوگ خدا کو بھول چکے ہیں۔

ایک عورت کا خوف پرانے زمانہ میں ایک اللہ تعالیٰ کی مقبول بندی تھی ایک بدمعاش اس کے گھر گھس آیا اور اسے اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لیے مجبور کرنے لگا۔ اس عورت نے اسے لاکھ سمجھایا۔ خدا سے ڈرایا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اور اس سے کہا کہ سب دروازے بند کر آؤ۔ وہ اللہ کی بندی اٹھی اور ڈیوڑھی میں جا کر تھوڑی دیر رک کر وہیں سے بولی ؎

لگی کہنے کہ ہر دروازہ میں نے بند کر ڈالا
مگر ہوتا نہیں ہے بند مجھ سے در خدا والا

یعنی سب دروازے تو بند کر لیے۔ مگر مجھے بتا کہ خدا کے دروازے کو کیوں کر بند کروں؟ وہ تو بہر حال ہمیں دیکھے گا۔ سبحان اللہ! دل سے جو بات نکلتی ہے۔ اثر رکھتی ہے۔ اس شخص کے دل پر یہ بات اثر کر گئی۔ اور اس کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہو گیا۔ اور وہیں معافی مانگنے لگا۔ اور تائب ہو کر وہاں سے نکل گیا۔

ایک اور حکایت ایک بادشاہ نے اپنے پلنگ پر گھر کی ایک ملازمہ کو لیٹے ہوئے

دیکھ لیا۔ جو کام کرنے کے بعد تھک ہار کر تھوڑی دیر کے لیے اس پر لیٹی۔ اور اس کی آنکھ لگ گئی بادشاہ اسے اپنے پلنگ پر لیٹے ہوئے دیکھ کر بڑا ناراض ہوا۔ اور اسے دُرّے مارنے لگا۔ وہ عورت دُرّے کھاتے ہوئے ہنسنے لگی۔ بادشاہ نے پوچھا۔ ؎

یہ دُرّے کھا کے کیوں تم ہنس رہی ہو مجھ کو بتلاؤ
لگی کہنے میں کیوں ہنستی ہوں بتلاتی ہوں لو آؤ

کہنے لگی سنو میں کیوں ہنس رہی ہوں ؟ مسلمانو ! ذرا اس کا پر لطف جواب سنا بولی۔

میں اس بستر پہ کیا لیٹی کہ میری جان پہ بن آئی !
سزا تھوڑے سے ہی سونے کی میں نے اس قدر پائی
بروزِ حشر جس دم حاضری پیشِ خدا ہوگی !
جو اس پر عمر بھر سویا اسے کتنی سزا ہوگی

اللہ اکبر ! اس جواب سے بادشاہ کا دل خوفِ خدا سے کانپ اٹھا اور رونے لگا۔ بھائیو ! اللہ سے ڈرو۔ اور خوب جان لو کہ ایک روز اس کے حضور حاضر ہو کر اسے ہر بات کا جواب دینا پڑے گا۔ اسی لیے اللہ فرماتا ہے۔ کہ اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور پھر فرمایا لَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اور تم مرو تو مسلمان ہو کر مرو۔ یعنی جیو بھی تو مسلمان۔

مسلمان مرو بھی تو مسلمان۔ سوتے میں جاگتے میں۔ گھر میں بازار میں۔ دکان پہ اور مسجد میں چاہے کہیں بھی ہو۔ ہر حال میں مسلمان ہی رہو۔ اور تمہارا جو کام بھی ہو مسلمانوں والا ہو۔ یوں نہ ہو۔ کہ نام کے مسلمان اور کام کے غیر مسلم۔ بھائیو ! یہ لہو و لعب۔ رشوت و خیانت۔ دھوکا بازیاں۔ ذخیرہ اندوزیاں۔ مکر و فریب۔ لڑائی فساد۔ جنگ و جدال۔ قتل اور خونریزیاں یہ کام مسلمانوں کے کب ہیں ؟ افسوس کہ جو کام آج ہمارے ہیں۔ کچھ اسی قسم کے برائے نام ہم مسلمان بھی ہیں۔ پہلے مسلمان واقعی مسلمان تھے۔ اور ان کے کام بھی واقعی مسلمانوں کے سے تھے۔ اور جیسے مسلمان ویسے ہی کام۔

لطیفہ فرعون کے زمانہ میں ایک سال بارش نہ ہوئی۔ قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے فرعون

سے شکایت کی۔ کہ ہم لوگ قحط میں ہلاک ہو رہے ہیں۔ تم کیسے خدا ہو۔ بارش کیوں نہیں برساتے۔ فرعون نے شیطان سے کہا۔ کہ اب تم بتاؤ۔ میں کیا کروں شیطان نے سب تسلی دی۔ اور کہا گھبراؤ نہیں بارش ہو جائے گی۔ چنانچہ شیطان نے سب شیطانوں کو جمع کر کے کہا۔ کہ سب اوپر جا کر پیشاب کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر یہ بارش اس قسم کی ہوئی۔ کہ بدبو کے مارے دماغ پھٹنے لگے۔ اور کھیتیاں جو تھوڑی بہت تھیں بھی وہ بھی سڑ گئیں۔ فرعون نے شیطان سے پوچھا۔ کہ یہ کیسی بارش تھی؟ شیطان نے جواب دیا۔

"جس قسم کا تو خدا ہے۔ اسی قسم کی بارش بھی ہے۔"

تو بھائیو! جس قسم کے ہمارے کام ہیں۔ کچھ اسی قسم کے ہم مسلمان بھی ہیں۔ میرے بھائیو! سچے مسلمان بنو۔ اور ہر حال میں مسلمان رہو۔ جیو بھی تو مسلمان اور مرو بھی تو اس حال میں کہ مسلمان ہی ہو درود شریف پڑھتے مرو۔ نماز پڑھتے مرو۔ جہاد کرتے مرو۔ اللہ اللہ کرتے مرو۔ یوں نہ ہو کہ گھوڑ دوڑ میں گر کر مر جاؤ۔ جوا خانہ میں بازی لگاتے ہوئے مر جاؤ۔ سینما دیکھتے ہوئے اور رشوت لیتے ہوئے ہارٹ فیل ہو جائے۔ فلمی گیت گاتے اور "آجا مورے بالم" فرماتے ہوئے دم نکل جائے اللہ اللہ کرتے مرو۔ تاکہ قبر میں جاگو تو زبان پر اللہ ہی اللہ جاری ہو۔ درود شریف پڑھتے ہوئے مرو تاکہ قبر میں جاگو تو اسی نام پاک کا ورد ہو شاعر نے کیا خوب لکھا ہے کہ ؎

میں سو جاؤں یا مصطفےٰ کہتے کہتے

یعنی جب میں ابدی نیند سو جاؤں یعنی مر جاؤں۔ تو میری زبان پر نعرۂ رسالت ہو۔ تاکہ

کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے

قبر میں اٹھوں تو درود شریف ہی پڑھتا اٹھوں۔ سبحان اللہ کیا نیک تمنا ہے اللہ اگر سینما دیکھتے ہی مر گئے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ قبر میں سوال علمی ہو گا۔ اللہ تمہارے

ذہن میں گانا فلمی ہوگا۔ پھر اس کا جو نتیجہ ہے ظاہر ہے۔ کہ اچھا نہیں ہو سکتا۔

لطیفہ ایک ہندو بزاز اپنے گھر سو رہا تھا۔ آدھی رات کے وقت اس کی دھرم پتنی نے ایک آواز "چرر" کی سنی اور وہ ایک دم اٹھ بیٹھی۔ اس نے دیکھا۔ کہ اس کے شوہر لالہ جی مہاراج نے اپنی ہی دھوتی کو اتار کر درمیان سے پھاڑ ڈالا ہے۔ اور ایک ٹکڑا اس ہاتھ میں اور دوسرا اس ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیں۔ دھرم پتنی نے پوچھا مہاراج! یہ کیا قصہ ہے۔ تو بولے کیا بتاؤں۔ خواب میں دکان پر ایک گاہک آگیا۔ جس نے دھوتی طلب کی۔ میں نے تھان دکھایا۔ تو اس نے پسند کر کے کہا۔ کہ ایک دھوتی پھاڑ دو۔ میں نے تھان میں سے دھوتی پھاڑی۔ تو ساتھ ہی آنکھ بھی کھل گئی۔ اور دیکھا کہ اپنی ہی دھوتی پھاڑ چکا ہوں۔

سمجھے کچھ آپ؟ وہ بزاز چونکہ دن بھر یہی کام کرتا تھا۔ اس لیے جیسا اس کا ماحول تھا۔ وہی کچھ اسے خواب میں بھی نظر آیا۔

اسی طرح اس دنیا میں جیسا بھی ماحول ہوگا۔ اسی کے مطابق کل بھی اس کا حشر ہوگا۔ مسلمان ہو کر مرو گے۔ تو قبر میں بھی مسلمان ہی اٹھو گے۔ اور اسلام تمہاری مدد کریگا۔ اور اگر یہاں غیر اسلامی حرکات کے مرتکب رہے۔ اور اسی حالت میں مر گئے۔ تو وہاں بھی پھر سلوک غیروں کا سا ہی ہوگا۔ اسی لیے اللہ فرماتا ہے کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ مرو تو مسلمان ہو کر مرو۔ خدا تعالیٰ ہمیں مسلمان رہنے اور مسلمان ہی مرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بَسَطَ بِسَاطَ الْاَرْضِ وَاَدَارَ الْفَلَكَ. نَفْعًا لِّلْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ اِنْسٍ وَّجِنٍّ وَّمَلَكٍ. فَسُبْحَانَهٗ مِنْ اِلٰهٍ عَلِیْمٌ بِمَا فِیْ بُطُوْنِ الْاُمَّهَاتِ خَبِیْرٌ بِمَا فِیْ جَوْفِ الطَّبَقَاتِ حَكِیْمٌ بِصُنْعِهٖ مُدَبِّرٌ فِیْ مُلْكِهٖ مِنَ الْاَرْضِ اِلَى الْفُلْكِ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قَائِلِیْنَ اَنْتَ رَبَّنَا لَا شَرِیْكَ لَكَ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ نُوْدِیَ فِی الْاَزَلِ كَرَّمَكَ اللّٰهُ بِجَلَّكَ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مَا طَارَ الطَّائِرُ وَسَارَ السَّائِرُ وَدَارَ الدَّائِرُ فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْكِ.

اَمَّا بَعْدُ

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ

خلقك فسواك فعدلك. في أي صورة ما
شاء ركبك. خلقك من مني يمنى ثم جعلك
علقة ثم مضغة ثم عظاما ولحما وصورك.
أيها المغتر بحسنه وجماله. والمتفخر بماله و
كماله. هذا أصلك فتذكر. وهذا امدك
فما أجهلك. تخالف المولى الذي جلت قدرته
وعمت نعمته على المهدي ومن هلك. و
تعصي خالقك الذي عزت حكمته. وشملت
رحمته. للفاجر ومن على سبيل السواء سلك
أخرجك من العدم إلى الوجود وهو صاحب
الكرم والجود. وفي دار البلاء أمهلك ليعلم
المطيع من العاصي والسعيد من القاسي و
يميز بين من أحاطه النور وبين من حواه
الحلك. ما خلق الجن والإنس إلا ليعبدوه و لا
ما يريد منهم رزقا وما يريد أن يطعموه

إِنَّهُ هُوَ الرَّزَّاقُ لِكُلِّ مَنْ دَارَ عَلَيْهِ الْفَلَكُ.
أَيُّهَا الْغَافِلُ أَمَا تَتَفَكَّرُ فِي أَحْوَالِ مَا بَعْدَكَ
إِذَا قُبِضَ مَلَكُ الْمَوْتِ رُوحَكَ فَعَجَّلَ مَنْ
هُوَ حَبِيبُكَ فِي تَدْفِينِكَ وَكَفْنِكَ. وَمَنْ هُوَ
قَرِينُكَ فِي الْحَيٰوةِ أَقْبَرَكَ. فَإِذَا دَخَلْتَ بَيْتَ
الْوَحْشَةِ دَارَ الْغُرْبَةِ جَاءَكَ الْمَلَكُ وَسَأَلَ
عَنْ رَبِّكَ وَعَنْ دِينِكَ وَعَنْ رَسُولِكَ أَجْلَسَكَ
فَإِنَّ أَجَبْتَهُ بِالصَّوَابِ فَبُشْرَاى لَكَ وَإِنْ كُنْتَ
تَرَدَّدْتَ بَطَشَكَ بَطْشَةً وَعَذَّبَكَ ثُمَّ بَعَثَكَ
اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامِ وَبِحَضْرَتِهٖ أَحْضَرَكَ.
فَسَأَلَ عَنْ ذُنُوبِكَ وَحَاسَبَكَ. وَعَرَضَ عَلَيْكَ
عُيُوبَكَ وَنَاقَشَكَ. فَاللّٰهُ اللّٰهُ عِبَادَ اللّٰهِ اتَّقُوا
اللّٰهَ فَإِنَّ يَوْمَ الْحِسَابِ يَوْمٌ شَدِيدٌ مَنْ نَجَىٰ
مِنْ شَدَائِدِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنِ ابْتُلِيَ بِهَا
فَإِلَى قَعْرِ الْجَحِيمِ سَلَكَ. عَجَبًا لَكَ يَا مِسْكِينُ

تَعْتَرِفُ بِالْمَمَاتِ وَتَتَيَقَّنُ بِزَوَالِ الْحَيٰوةِ. وَلَا تَتَزَوَّدُ لِدَارِ الْاٰخِرَةِ. وَلَا تَتَيَقَّظُ مِنْ نَوْمِ الْغَفْلَةِ. مَا اَغْفَلَكَ. صَرَفْتَ الْاَيَّامَ الْقَدِيْمَةَ فِيْ مُخَالَفَةِ مَوْلَاكَ الَّذِيْ رَبَّاكَ فَالزَّمَانَ لَا تُضَيِّعِ الْجَدِيْدَةَ وَتُبْ اِلَى اللّٰهِ مِمَّا فَعَلْتَ وَامْتَثِلْ بِمَا هُوَ لَكَ جَعَلَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ مِمَّنْ غُفِرَتْ ذُنُوْبُهٗ وَسُتِرَتْ عُيُوْبُهٗ وَاَدْخَلَنَا وَاِيَّاكُمْ فِيْ زُمْرَةِ مَنِ اخْتَارَ الطَّرِيْقَ السَّوِيَّ وَعَلَيْهِ سَلَكَ. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ. اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر پھر

دُوسرا خُطبہ

دوسرا خطبہ اس کے کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے
وہاں سے پڑھیے

جمادی الاولی کے دوسرے جمعہ کا وعظ

آخرت کی کھیتی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ ۰ (پ ۲۵ ع ۴)

"جو آخرت کی کھیتی چاہے۔ ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں۔ اور جو دنیا کی کھیتی چاہے۔ ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے۔ اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔"

حضرات! میں نے آج جو آیت کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں آخرت کی کھیتی اور دنیا کی کھیتی کا بیان ہے۔ مجھے آج یہی بیان کرنا ہے کہ ہم جو اس دنیا میں آئے ہیں۔ تو اس لیے کہ یہاں رہ کر ہم اپنی آخرت کے لیے کچھ بنا لیں۔ اور یہاں ایسے اچھے بیج بوئیں جس کا پھل ہم کل قیامت کے روز پاکر

دائمی راحت حاصل کر سکیں۔

بھائیو! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے۔ کہ اس دنیا میں ہم جو کام بھی کریں۔ اس میں ہماری نیت یہ ہو۔ کہ یہ کام میں خدا کی رضا کے لیے کرتا ہوں۔ اور اس لیے کرتا ہوں تاکہ آخرت میں مجھے اس کا ثواب ملے۔ دنیوی فائدے کی نیت نہ ہو۔ اس طرح فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اس نیت سے خدا خوش ہو جائے گا۔ اور آخرت میں ہم اجر کے مستحق ہو جائیں گے اور دنیا کا جو فائدہ ہے۔ وہ تو ہوگا ہی۔ اور اگر محض دنیا کے فائدہ ہی کی نیت ہوئی۔ تو دنیا سے ملنا تو اسی قدر ہے۔ جو مقدر میں ہے۔ اور آخرت کا اجر اور خدا کی رضا یہ ہاتھ سے چلی جائے گی۔ پھر کیوں نہ ہر کام میں نیت یہ ہو۔ کہ میرا یہ کام خدا کی رضا کے لیے اور آخرت کی بہتری کے لیے ہے۔ تاکہ دنیا بھی ملے۔ اور آخرت بھی ہاتھ سے نہ جائے۔

مثنوی شریف کا ایک قصہ چنانچہ مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے مکان تعمیر کیا۔ تو مسجد کی طرف اس نے ایک کھڑکی رکھی۔ کسی نے پوچھا۔ کہ یہ کھڑکی کیوں رکھی ہے۔ تو اس نے کہا۔ ہوا کے لیے۔ اس شخص نے کہا۔ اگر تم یوں کہہ دیتے۔ کہ میں نے یہ کھڑکی اس لیے رکھی ہے۔ تاکہ مسجد سے اذان کی آواز آجایا کرے۔ تو اس طرح تمہاری آخرت بن جاتی۔ اور اس نیت سے تمہیں ثواب ملتا اور ہوا تو بہر حال آنا ہی تھا۔ مگر اب تمہارے لیے یہ ہوا ہی ہوا رہے گی۔ آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔

میرے بزرگو! اور عزیزو۔ اس دنیا کو استعمال میں لاؤ۔ مگر نیت بہر حال آخرت کی بہتری کی رکھو۔ اگر اس دنیا میں کوئی بڑے سے بڑا نیک کام بھی کیا جائے۔ مگر نیت اس میں دنیا کی ہوئی۔ تو دنیا میں وہی کچھ ملے گا۔ جو مقدر میں ہے۔ مگر قیامت کو کچھ نہ ملے گا۔ اور جس نے نیت خدا کی رضا اور آخرت کی بہتری کی رکھی۔ تو دنیا میں سے بھی جو اس کی قسمت میں ہے۔ مل جاتا ہے۔ اور قیامت میں

بھی وہ بڑے اجر کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص اگر کوئی چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی کرے۔ تو بھی اللہ تعالیٰ اسے بڑھا کر پہاڑ کی مانند کر دیتا ہے۔

دنیا و آخرت

بھائیو! اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آخرت کی کھیتی تیار کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ ہمارے عمل یہ کھیتی ہے۔ اور دنیا کھیتی کرنے کی جگہ۔ اور موت کا وقت اس کھیتی کے کاٹنے کا وقت ہے۔ اس وقت تک کھیتی حد کمال تک پہنچ کر پک جاتی ہے۔ موت آگئی۔ تو گویا کھیتی کٹ گئی۔ اور آخرت کا دن گویا اس کے کھلواڑے کے قائم مقام ہے۔ اس میں اس کے کیے ہوئے تمام عمل جمع ہو جائیں گے۔ جیسے کھلواڑے میں تمام کھیتی جمع کر دی جاتی ہے۔ اور جس طرح کھلواڑوں پر پہرے دار اور محافظ مقرر رہتے ہیں۔ تاکہ کوئی درمیان سے اٹھا کر نہ لے جائے۔ اسی طرح آخرت میں بھی اس کے جمع شدہ اعمال پر خدا کی طرف سے فرشتے محافظ رہیں گے۔ اور جس طرح کھلواڑے میں گھاس پھونس وغیرہ الگ کر دیئے جاتے ہیں۔ اور دانے الگ اسی طرح اس کے اعمال میں سے نیکیاں الگ۔ اور برائیاں الگ کر دی جائیں گی۔ اور جیسے دانوں کو یہاں تولا جاتا ہے۔ وہاں بھی نیک و بد عمل تولے جائیں گے۔ جس کے نیک عمل زیادہ نکلیں گے وہ رہائی پائے گا۔ اور جس کے بدعمل زیادہ ہوں گے۔ وہ پکڑا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ دنیا کی کھیتی بھی دنیا ہی میں ہوتی ہے۔ ایک پنجابی شاعر لکھتا ہے۔

دنیا کھیتی آخر سیتی حضرت خود فرماوے
جیسا اس وچہ بیجے کوئی ویسا ہی پھل پاوے
اس کھیتی نال نہ کھیتی کوئی جے توں بیج کماویں
سونا روپا پیدا ہووے خوشیاں کر کر کھاویں
جے تو اس نوں محنت کر کے بیجیں اج دہاڑے
بھلکے تیرے تائیں ہوسن بوہل اتے کھلواڑے

جے بیجن ویلے کجھ نہ بیجیں موسم پیا گواویں
اے فصل جو پکی ویکھیں رو رو کے پچھتاویں!
تیں تھیں اگے چنگے ہالی ہل واہ گئے اگیرے
شوق عشق دی ہل پنجالی نوں بھی بھرڑ سویرے
بیج صدق دا ہتا پائیں چنگی کریں بیائی
جو کجھ بیجیں چنگا بیجیں بُرا نہ بیجیں بھائی!

ہاں تو بھائیو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جس شخص نے دنیا میں آ کے آخرت کی کھیتی کی۔ یعنی جس نے نیک کام کیے۔ تو ہم اس کی کھیتی کو بڑھا دیتے ہیں۔ جیسا کہ ایک دانہ سے سینکڑوں دانے ہو جاتے ہیں۔ ویسے ہی اس کی ایک نیکی سے ہم سینکڑوں نیکیاں بنا دیتے ہیں۔ اور جس نے دنیا میں آ کر دنیا ہی کے لیے کام کیے۔ آخرت کے لیے کچھ تیار نہ کیا۔ تو ہم دنیا میں اسے اسی قدر دیتے ہیں۔ جو اس کی قسمت میں لکھا ہے۔ اور قیامت کے نفع میں سے اسے کچھ بھی نہیں ملتا۔

ایک مجذوب کا قصہ

بھائیو! خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنی آخرت بنا لیتے ہیں۔ اور جنہوں نے اپنی دنیا کو تو بنا لیا۔ مگر آخرت بگاڑ لی۔ ان سے بڑھ کر کوئی نادان نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مجذوب بزرگ کا قصہ ہے۔ کہ بادشاہ نے بھری مجلس میں اسے اپنا رومال دیا۔ اور کہا۔ سائیں جی! اس مجلس میں جو سب سے بڑا بیوقوف آپ کو نظر آئے۔ اُسے یہ رومال دے دیجئے۔ بادشاہ کا مقصد یہ تھا۔ کہ سائیں صاحب جس شخص کو رومال دیں گے۔ ہم اس کا مذاق اڑائیں گے۔ کہ دیکھو! سائیں جی نے تمہیں کو سب سے بڑا بے وقوف سمجھا۔ چنانچہ سائیں جی نے وہ رومال لیا۔ اور ساری مجلس کو ایک نظر دیکھا۔ اور پھر رومال لے کر گھر چلے گئے۔ سب حیران رہ گئے۔ اور بولے کہ لو دیکھ لو۔ سائیں جی سب کو بے وقوف بنا گئے۔ اور رومال ہی لے کر چلے گئے۔

تھوڑے دنوں کے بعد بادشاہ بیمار پڑ گیا۔ اور بیماری نے اتنا طول کھینچا کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔ سائیں جی کو پتہ چلا۔ کہ بادشاہ مرنے والا ہے۔ تو عیادت کے لیے آئے۔ اور بادشاہ سے کہنے لگے۔ کیا حال ہے؟ بادشاہ بڑا تنگ تھا۔ کہنے لگا۔ سائیں جی! اب ہم جا رہے ہیں۔ سائیں جی بولے۔ کہاں جا رہے ہیں آپ؟ بادشاہ نے کہا وہاں جہاں سے پھر کبھی نہ آؤں گا۔ سائیں جی نے کہا۔ اچھا تو آپ نے وہاں کافی سامان بھیج دیا ہو گا۔ اپنے پہننے کے لیے بہت سے کپڑے۔ اور کھانے پینے کے لیے بے شمار مرغیاں اور انڈے، وہاں پہلے ہی بھیج دیئے ہوں گے۔ کافی فوج بھی وہاں پہلے ہی بھیج دی ہو گی۔

بادشاہ نے کہا نہیں سائیں جی! وہاں کے لیے کوئی فوج۔ کوئی کپڑا اور کوئی مرغی انڈا وغیرہ نہیں بھیجا جاتا۔ آپ شاید نہیں جانتے۔ میں مر رہا ہوں۔ اور وہاں جا رہا ہوں۔ جہاں سے اب واپسی نصیب نہ ہو گی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہاں جا رہا ہوں۔

سائیں جی نے کہا۔ مگر حضور! آپ جہاں دو دن کے لیے جایا کرتے تھے میں جانتا ہوں۔ کہ آپ وہاں تو پہلے ہی اپنی فوج بھیج دیا کرتے تھے سینکڑوں مرغیاں اور انڈے وہاں پہلے ہی بھیج دیا کرتے تھے۔ اپنے استعمال کی چیزیں وہاں پہلے ہی روانہ کر دیا کرتے تھے۔ تو جہاں آپ نے ہمیشہ کے لیے رہنا ہے وہاں کے لیے کچھ بھی پہلے نہیں بھیجا۔ تو قبلہ ٹھہر جایئے۔ مجھے گھر سے وہ رومال لے آنے دیجئے۔ چنانچہ سائیں جی ایک دم اٹھے۔ اور گھر سے وہ رومال لے کر واپس آئے۔ اور کہنے لگے۔ اس روز آپ نے یہ رومال مجھے دیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ جو شخص سب سے زیادہ بے وقوف ہو۔ یہ رومال اسے دے دو۔ تو سنئے کہ جو شخص صرف دو دن کے لیے جہاں جائے۔ وہاں کے لیے تو بہت سا سامان پہلے ہی وہاں بھیج دے۔ اور جہاں سے اس نے کبھی واپس آنا ہی نہیں، وہاں کے لیے اس نے کچھ بھی تیاری نہ کی ہو۔ اور وہاں کچھ بھی نہ بھیجا ہو۔ تو اس

اس شخص سے زیادہ اور کون بے وقوف ہو سکتا ہے۔ لیجئے۔ یہ آپ کا رومال آپ ہی کو دیتا ہوں۔ کہ آپ سے زیادہ بے وقوف اور کوئی بھی نہیں۔
بادشاہ یہ بات سن کر رونے لگا۔
سبحان اللہ! کیا سبق آموز بات کہی اس مجذوب بزرگ نے۔ بھائیو! واقعی جو شخص اس دنیا میں رہ کر آخرت کے لیے کچھ نہیں بناتا۔ اس سے زیادہ بے وقوف اور کون ہو سکتا ہے۔

مال و دولت میرے بھائیو! یہ مال و دولت جہاں اس دنیا کی کھیتی کے لیے کار آمد چیز ہے۔ وہاں اس سے تم آخرت کی کھیتی بھی تیار کر سکتے ہو۔ دین ہمیں یہ نہیں کہتا۔ کہ دنیا کی کھیتی تیار نہ کرو۔ کرو اور ضرور کرو۔ مگر آخرت کی کھیتی بھی ضرور تیار کرو۔ اس مال کو خدا کی راہ میں صرف کرنا۔ فقیروں محتاجوں اور یتیموں، بیواؤں کی امداد میں خرچ کرنا آخرت کی کھیتی تیار کرنا ہے جو لوگ اس مال سے محض دنیا ہی بناتے ہیں۔ وہ لوگ خسارے میں ہیں۔ اور جو لوگ اس مال کو شریعت کے ارشاد کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔ اور قیامت کے روز انہیں یہ فائدے نظر آئیں گے۔

ایک بزرگ کا واقعہ میرے بھائیو! آخرت کی کھیتی تیار کرنے والوں کے حالات پڑھیئے۔ تو ایمان تازہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے دنیوی مال و دولت سے بقدر ضرورت دنیا بنائی۔ اور باقی اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اپنی آخرت کی کھیتی تیار کی۔ چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمۃ حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ مصر میں ایک شخص تھا۔ جس کا نام محتسب تھا۔ اس کا یہ دستور تھا کہ اپنا مال فقیروں پر تقسیم کر دیا کرتا تھا ایک شخص کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ تو وہ محتسب کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ مجھے خرچ کے لیے کچھ رقم کی ضرورت ہے۔ محتسب کے پاس اس وقت صرف ایک دینار کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ محتسب نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا۔ اور قبرستان

میں پہنچ گیا۔ پھر ایک قبر کے پاس بیٹھ کر کہنے لگا۔ اے صاحب قبر! خدا تجھ پر رحمت کرے تو ایسا مرد سخی تھا۔ کہ عمر بھر سخاوت کرتا رہا۔ محتاجوں کی مدد کرتا رہا آج اس شخص کو بھی کچھ رقم کی احتیاج ہے۔ یہ میرے پاس آیا ہے۔ مگر میرے پاس بھی کچھ نہیں۔ یہ کہہ کر وہاں سے اٹھا اور پھر اپنی جیب سے ایک دینار نکال کر اس کے دو حصے کئے۔ اور ایک حصہ اس محتاج کو دے دیا۔ اور کہا۔ جب تک تجھے کہیں سے رقم نہ ملے۔ یہ نصف دینار میں تجھے بطور قرض دیتا ہوں۔ محتسب نے اسی رات خواب میں اس صاحب قبر کو دیکھا۔ اس نے کہا۔ جو کچھ تم نے میری قبر پر آکر کہا۔ میں نے سنا۔ جاؤ میرے گھر جاکر میرے لڑکوں سے کہو۔ کہ چولھے کے پاس زمین کھودیں۔ پانچ سو دینار وہاں گڑے ہیں۔ وہ پانچ دینار اس محتاج کو دے دیں۔ چنانچہ محتسب صبح ہی صبح اس کے گھر پہنچا۔ اور لڑکوں سے چولھے کے پاس زمین کھودنے کی بات سنائی اور زمین کھودی۔ تو پانچ سو دینار نکل آئے۔ محتسب نے ان لڑکوں سے کہا کہ میرا خواب حکمی نہیں ہے یہ دینار چاہو تو اپنے پاس ہی رکھو مگر ان لڑکوں نے کہا۔ کہ سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہمارا باپ مرنے کے بعد بھی سخاوت کرے۔ اور ہم جیتے جی بھی بخل سے کام لیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ پانچ سو دینار اس مرد حاجت مند کو دے دیئے۔ اس حاجت مند نے پانچ سو میں سے ایک دینار کے دو حصے کیے اور نصف دینار محتسب کو دے کر کہا۔ کہ یہ آپ کا قرض ادا کرتا ہوں۔ اور باقی دیناروں کی اب مجھے حاجت نہیں۔ ان سب کو خیرات کر دیجئے۔ اور دیگر محتاجوں میں تقسیم کر دیجئے۔ حضرت ابو سعید فرماتے ہیں۔ کہ نہ معلوم ان سب میں کون بہتر اور بڑا سخی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں جب مصر میں گیا۔ تو اس صاحب قبر کا گھر تلاش کر کے اس کے لڑکوں سے ملا۔ اور دیکھا۔ کہ ان کے چہروں سے خیر کے آثار نمایاں ہیں۔ (کیمیائے سعادت صفحہ ۳۲۶ چھٹی اصل اور تیسرا رکن)

دیکھا آپ نے یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کی کھیتی تیار کی۔ کہ مرنے کے بعد بھی محتاجوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ بھائیو! یہ واقعہ کسی ایسے غیرے کا بیان کردہ نہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کا لکھا ہوا ہے۔ اور دیکھ لیجئے۔ اس میں صاف مذکور ہے کہ احتیاج کے وقت ایک مرد سخی کی قبر پہ پر حاضری دی گئی۔ اور رفع مشکل کے لیے وہاں عرض کی گئی۔ اور صاحب قبر نے جو نیک اور سخی تھا۔ یہ عرض سنی۔ اور پھر مدد بھی فرمائی۔ بھائیو! اصل مددگار تو اللہ ہی ہے۔ مگر یہ بزرگانِ دین اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے مظہر ہیں۔ ان اللہ والوں کے مزارات بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے منبع و مخزن ہوتے ہیں۔ ہم جو ان مزارات کی حاضری دیتے ہیں۔ تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے یہ مقام مخزن ہوتے ہیں۔ مسافر کا مقصود گاڑی ہوتا ہے۔ مگر جانا وہ اسٹیشن پر ہے۔ اسٹیشن اس کا مقصود بالذات نہیں ہوتا۔ مقصود تو گاڑی ہی ہے۔ مگر وہ جانتا ہے۔ کہ گاڑی کا ملنا اسی بات پر موقوف ہے۔ کہ اسٹیشن پر پہنچا جائے۔ میرے بزرگو! یہ اللہ والوں کے آستانے خدا کی رحمت کے گویا اسٹیشن ہیں اور رحمت کا سب سے بڑا اور جنکشن اسٹیشن جہاں سے لائنیں پھوٹتی ہیں۔ مدینہ منورہ ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

یعنی جن گنہگاروں کو اللہ کی رحمت و مغفرت مطلوب ہے۔

"یارسول اللہ! وہ تیرے پاس آئیں۔ ؎

چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر

حق کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر!

سورج میرے بھائیو! کھیتی پکنے کے لیے سورج کی گرمی انتہائی لازمی ہے زمین میں بیج بویا جائے۔ اور جب پودا نکلتا ہے۔ اور دانہ بنتا ہے۔ تو سورج اپنی حرارت ڈال کر اس کی عفونت دور کرتا ہے۔

اسے موٹا کرتا ہے۔ اور پکاتا ہے۔ سورج کی گرمی نہ ہو۔ تو دانہ پک ہی سکتا نہیں
بلاتشبیہ آخرت کی کھیتی کے لیے بھی ایک سورج کی ضرورت ہے۔ اور وہ سورج
برج رسالت کا چمکتا آفتاب یعنی حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کوئی
نیک عمل کیجئے۔ کسی اچھے کام کا بیج بویئے۔ تو اس کا دانہ پکانے کے لیے آفتاب
رسالت کی محبت کی حرارت ضروری ہے۔ یعنی جب تک اُس دانہ کو یہ حرارتِ
حبِ رسول نہ پہنچے گی۔ وہ دانہ ہرگز پک کر تیار نہ ہوگا۔ اور اس کی عفونت دور
نہ ہوگی۔ بغیر اس حرارت کے جتنے دانے ہوں گے۔ بیکار، اور عفونت بھرے
ہوں گے۔

بھائیو! نماز و روزہ اور دیگر عبادتوں کی یہ سب کھیتی جب تک حبِ رسول
کی حرارت سے پک نہ ہوگی۔ بیکارِ محض اور ناقابلِ استعمال ہوگی۔ قیامت میں
ان عفونت بھرے اور خشک دانوں کا کوئی گاہک نہ ہوگا۔ اور یہ سارے دانے
لانے والے کے منہ پر مار دیئے جائیں گے اگر ان دانوں کو مفید بنانا اور پکانا
مقصود ہے۔ تو آفتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی گرمی میں انہیں لاؤ۔
اور اگر کوئی شخص اپنی کھیتی کے دانوں کو سورج کی حرارت سے بچاتا پھرے اور یوں
کہتا پھرے۔ کہ جن دانوں میں سورج کی گرمی سرایت کرے گی وہ دانے خراب ہو
جائیں گے۔ اس شخص کے دماغ کی خرابی پر کسے یقین نہ آئے گا؟ بھائیو! یہ نماز
و روزہ تو بنتا ہی حبِ رسول سے ہے پھر جو شخص نماز میں خیال مصطفےٰ آ
جانے کو مفسد نماز بتاتا پھرے۔ اس کے فساد دماغ کا کون اقرار نہ کرے گا۔

چاند کھیتی پکانے کے لیے سورج کے بعد چاند کی بھی ضرورت ہے
کھیتی کا پانی جو اکثر جڑ تک ہی رہتا ہے۔ چاند کی روشنی سے یہ
پانی سارے پودے میں پہنچ جاتا ہے اگر چاند کی روشنی نہ ہو۔ تو پانی جڑ تک
ہی رہے۔ اور کھیتی اوپر سے خشک ہو جائے۔ چاند سارے پودے میں
رطوبت پہنچا دیتا ہے۔ اور کھیتی کو سرسبز و ہرا بھرا کر دیتا ہے۔ اسی طرح نیک

اعمال کی سرسبزی کے لیے سورج کے بعد چاند کی یعنی نبی کے بعد مرشد کامل کی ضرورت ہے ۔اسی لیے بزرگان دین نے لکھا ہے ۔کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورج اور چاند کی قسم فرمائی ہے ۔اور یوں فرمایا ہے ۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا. وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا

سورج اور اس کی روشنی کی قسم ۔ اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے ۔

فرماتے ہیں ۔کہ یہاں سورج سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔کہ مجھے قسم ہے ذات پاک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو ایک چمکتا سورج ہیں ۔ اور قسم ہے اس کے نور کی روشنی کی یعنی سارے جہان میں اسی نور پاک کا ظہور ہے ۔ اور قسم ہے چاند یعنی مرشد اہل طریقت کی جبکہ وہ اس سورج کی پیروی کرے ۔یعنی وہ آفتاب رسالت کا تابع اور اس کے پیچھے پیچھے چلنے والا ہو ۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرح چاند سورج کے پیچھے پیچھے آنے والا ہوتا ہے ۔سورج کے جو پیچھے پیچھے نہ آئے ۔ وہ چاند ہی نہیں ۔ اسی طرح مرشد وہی ہے ۔جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تابع اور ان کے پیچھے پیچھے چلنے والا ہو اور جو حضور کا تابعدار اور ان کا پیروکار نہیں ۔ وہ مرشد ہی نہیں

سچا پیر میرے بزرگو! نہیں یہ بات بھی واضح ہو گئی ۔کہ سچا پیر اور مرشد برحق وہی ہے ۔جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا تابعدار اور شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا پیروکار ہو ۔ اور جو ایسا نہیں ۔ وہ ہرگز پیر نہیں بے دین ہے ۔ اور جاہل ہے ۔ اور ایسے شخص کو پیر ماننا یا اس کی بیعت کرنا بالکل حرام اور ناجائز ہے ۔

لطیفہ کہتے ہیں ۔ ایک ایسا ہی جاہل و مکار شخص پیر بن کر ایک گاؤں میں آیا اور چند جہلا کا مرشد بن بیٹھا نماز وہ بالکل نہیں پڑھتا تھا ۔ اور

لوگوں میں یہ کہتا تھا۔ کہ میں ہر روز مکہ شریف جا کر نماز پڑھ آتا ہوں۔ ایک روز ایک دہقانی نے اسی جعلی پیر کو دیکھا۔ کہ وہ اس کے کھیت میں بیٹھا رفع حاجت کر رہا ہے۔ دہقانی کو غصہ آیا۔ اور اس کے پاس پہنچ کر اسے ایک گھونسا مار کر اٹھا دیا۔ اور کہنے لگا۔ نماز پڑھنے کے لیے مکہ شریف کی زمین اور ہگنے کے لیے میرا کھیت! رفع حاجت کے لیے بھی کہیں دوسرے ملک میں تشریف لے جایا کیجئے۔ اور اگر ہگنے کے لیے یہی ملک ہے۔ تو نماز بھی یہیں پڑھا کرو۔ بھائیو! پیر وہی ہے۔ جو نماز و روزہ اور جملہ شرعی احکام کی تعمیل کرنے اور کرانے والا ہو۔ ورنہ سب جھوٹ ہے۔

ہاں تو بھائیو! آخرت کی کھیتی کے لیے کوشش کرو۔ اور اس زندگی کو غنیمت جان کر آخرت کے لیے کچھ تیار کر لو۔ ورنہ یہ وقت ہاتھ نہ آئے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَ مِنْ بَیْنِ خَلْقِهٖ بَنِیْ اٰدَمَ وَزَیَّنَهُمْ بِحِلَی الْکَمَالِ. وَبَعَثَ مِنْهُمْ رُسُلًا وَّ اَنْبِیَآءَ وَاجْتَبٰی مِنْهُمُ الْاَوْلِیَآءَ وَ الْاَصْفِیَآءَ وَخَصَّهُمْ بِمَزِیْدِ الْاَفْضَالِ. اَحْمَدُهٗ

حَمْدًا كَثِيْرًا وَّاَشْكُرُهٗ شُكْرًا كَبِيْرًا فِيْ لَمَحَاتِ الْاَيَّامِ وَاللَّيَالِ. وَاَشْهَدُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَهُوَ ذُو الْكَرَمِ وَالْجَلَالِ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَاحِبَ الْعِزِّ وَالْاِقْبَالِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ خَيْرِ صَحْبٍ وَّخَيْرِ اٰلٍ.

اَمَّا بَعْدُ

اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا اجْتَرَحْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْمَاضِيَةِ. وَحَاسِبُوْا نُفُوْسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا فِي الْاَيَّامِ الْبَاقِيَةِ. لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْحَمُكُمْ وَيُنْجِيْكُمْ مِّنْ اَصْحَابِ الشِّمَالِ. فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَآ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ وَاِنَّمَا الْعِبْرَةُ عِنْدَهٗ لِحُسْنِ الْاَعْمَالِ وَعَلَيْكُمْ بِالْاِحْتِيَاطِ فِيْ كَسْبِ الْاَمْوَالِ. فَلَا يَزُوْلُ قَدَمُ عَبْدٍ حَتّٰى يُسْاَلُ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَآ اَفْنَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ

اِيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْ مَا اَنْفَقَهٗ فِي الْحَرَامِ اَوِ الْحَلَالِ

وَمَنْ جَمَعَ مَالًا وَّجِمًالًا وَّلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ مَا كَانَ

حَرَامًا وَّبَيْنَ مَا كَانَ حَلَالًا لَمْ يَنْفَعْهُ جَمَالٌ

وَلَا مَالٌ وَّقَدْ وَرَدَ فِي الْخَبَرِ عَنْ سَيِّدِ الْبَشَرِ

اِنَّ مَنْ اَكَلَ لُقْمَةً مِّنْ حَرَامٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ

صَلٰوةٌ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا وَّوَقَعَ فِي النَّكَالِ. وَ

عَلَيْكُمْ بِتَصْفِيَةِ الْبَالِ. مِنَ الْحَسَدِ وَالْحِقْدِ

وَالْبُغْضِ وَالْحِرْصِ وَسَائِرِ الْمُهْلِكَاتِ الْمُوْرِثَةِ

اِلَى الضَّلَالِ. فَقَدْ وَرَدَ اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً

اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ

فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَخَبُثَتْ مِنْهُ الْاَفْعَالُ وَ

عَلَيْكُمْ بِحِفْظِ اللِّسَانِ مِنَ الْغِيْبَةِ وَالنَّمِيْمَةِ وَ

السَّبِّ وَالْفُحْشِ وَالْخُصُوْمَةِ وَالْمِرَآءِ وَالْجِدَالِ

وَسَائِرِ الْمُوْبِقَاتِ الْمُهْلِكَةِ الْمُوْرِثَةِ اِلَى السَّلَاسِلِ

وَالْاَغْلَالِ. فَمَنْ حَفِظَ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ

رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَنَجَا مِنَ النَّكَالِ. وَإِيَّاكُمْ ثُمَّ إِيَّاكُمْ عَنْ كَثْرَةِ السُّوَالِ. وَإِضَاعَةِ الْأَمْوَالِ وَالْإِشْتِغَالِ بِمَا قِيْلَ وَمَا يُقَالُ. فَقَدْ وَرَدَ النَّهْيُ عَنْهَا فِي صِحَاحِ الْأَقْوَالِ. وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوْبَةِ وَالْإِنَابَةِ إِلَى خَالِقِ الْبَرِيَّةِ فِي الْبُكُوْرِ وَالْآصَالِ فَطُوْبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيْفَتِهِ اسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا وَّخُفِّفَتْ عَنْهُ الْأَثْقَالُ. وَدَاوِمُوْا ذِكْرَ اللّٰهِ فِي كُلِّ صَبَاحٍ وَّمَسَاءٍ وَّعَلٰى كُلِّ الْأَحْوَالِ. فَإِنَّ ذِكْرَهٗ دَوَآءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ وَّشِفَآءٌ مِّنْ جَمِيْعِ الْأَمْرَاضِ وَالْأَعْلَالِ. وَهُوَ حِصْنٌ حَصِيْنٌ مِّنَ الشَّيَاطِيْنِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ وَاضِعٌ خُرْطُوْمَهٗ عَلٰى قُلُوْبِ النِّسَآءِ وَالرِّجَالِ. فَإِذَا غَفَلُوْا وَسْوَسَ وَإِذَا ذَكَرُوا اللّٰهَ خَنَسَ وَرَجَعَ بِشَرِّ مَآلٍ. وَأَكْثِرُوا الدُّعَآءَ إِلٰى قَاضِي الْحَاجَاتِ الْمُنْجِيْ مِنَ الدَّآءِ الْعُضَالِ. فَإِنَّ الدُّعَآءَ

مُخُّ الْعِبَادَاتِ وَرَأْسُ الطَّاعَاتِ. وَهُوَ الْمُنْجِيْ مِنْ هَلَكَاتِ الضَّلَالِ. وَقُوْلُوْا مِنْ صَمِيْمِ الْبَالِ اَللّٰهُمَّ يَا حَنَّانُ يَا رَحْمٰنُ يَا كَبِيْرُ يَا مُتَعَالُ اِغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَاسْتُرْ عُيُوْبَنَا وَوَفِّقْنَا لِتَزْكِيَةِ الْقَلْبِ وَصِدْقِ الْمَقَالِ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ. اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

جو اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

جمادی الاولیٰ کے تیسرے جمعہ کا وعظ بعنوان

ذخیرۂ آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الْعَظَمَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ ذَوِی الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا۔ (پ ۲۹ ع ۱۴)

اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے۔ اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے

حضرات! آج میرے وعظ کا عنوان ہے۔ "ذخیرۂ آخرت" مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے ایک جگہ لکھا ہے۔ ؎

مردِ آخر بین مبارک بندہ ایست

یعنی انجام و آخرت کو دیکھنے والا بہت اچھا آدمی ہے۔ جو شخص اس دنیا میں ہی مگن رہے۔ اور آخرت کا کوئی خیال نہ رکھے اس سے زیادہ بے وقوف اور کوئی نہیں۔ بھائیو! میں نے اسی بات کا بیان کرنے کے لیے یہ آیت کریمہ پڑھی ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ تم جو کچھ بھی آخرت کے

لیے آگے بھیجو گے۔ وہ تمہیں اللہ کے پاس ملے گا۔ اور آخرت میں تمہارے کام آئے گا۔"

لذّاتِ دُنیا

میرے بھائیو! دنیا کی جن لذتوں کے پیچھے لگ کر ہم نے آخرت کو بھلا رکھا ہے۔ پہلے دنیا کی ان لذتوں کا حال سن لیجئے۔ خدا تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ "یعنی دنیا کا سارا سامان بہت تھوڑا اور معمولی چیز ہے۔ اصل چیز تو متاعِ آخرت ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ یعنی دنیا کی زندگی تو دھوکے کا مال ہے"

بھائیو! ذرا اس دنیا کی حقیقت پر غور کرو۔ کہ یہ مع اپنے جملہ سامان عیش و عشرت کے محض ایک حقیر اور ذلیل چیز ہے۔ آیئے اس کی لذتوں کا ذرا تجزیہ کریں۔ اول تو اس دنیا کی لذت کم مقدار اور ناپائیدار ہے۔ دوم اس میں انسان کی عمر بہت تھوڑی ہے۔ اور اس کے حصول کے لیے سر دردی۔ محنت اور دکھ زیادہ اور راحت و آرام بہت تھوڑا ہے۔ سوم یہ کہ دنیا کی تمام لذتیں یا کھانے کی ہیں۔ یا پینے کی۔ یا سونگھنے کی یا پہننے کی اور یا سننے کی۔ اب ان سب قسموں کی حقیقت پر غور کیجئے۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ ان کی ماہیت اور اصل بہت ہی گندی اور گھنونی ہے۔ سب سے پہلے کھانے کی لذت لیجئے تو کھانے والی چیزوں میں بہترین اشیاء یا تو حیوانوں کا خون یا اس کا نچوڑ اور فضلہ ہے۔ مثلاً گوشت۔ گھی۔ اور دودھ وغیرہ۔ گوشت حیوان کا گو یا خون ہی ہے۔ گھی دودھ سے بنتا ہے۔ اور دودھ کے متعلق ارشادِ حق ہے۔ نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ۔ یعنی یہ دودھ حیوانوں کے گوبر اور خون کے درمیان سے نکلا ہوا ہے۔ اسی طرح جو پینے والی چیزیں ہیں۔ ان میں سے بہترین چیز شہد ہے۔ اور شہد ایک ناچیز مکھی کے لعابِ دہن سے بنتا ہے۔ سونگھنے والی چیزوں

میں سے بہترین چیز مشک اور کستوری ہے۔ اور وہ ایک حیوان یعنی ہرن کی ناف کا جما ہوا خون اور وہ میل کچیل ہے اور پہننے والی چیزوں میں سب سے بہتر ریشم ہے۔ اور وہ ایک کیڑے کا فضلہ ہے۔ اور سننے والی تمام لذتیں اور سامانِ سرور و سماع جانوروں کے چمڑوں اور ان کی رگوں اور رودوں کی رگڑ اور ضربوں سے ماخوذ ہے۔ الغرض دنیا کی تمام لذتوں کے یہی ماخذ ہیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اسی لیے ایک شاعر نے لکھا ہے کہ ؎

حال دنیا را بپرسیدم من از فرزانۂ
گفت یا خوابیست یا ہمیست یا افسانۂ
باز پرسیدم زحالِ آنکہ دل در وے ببست
گفت یا دیویست یا غولیست یا دیوانۂ

یعنی میں نے ایک دانا سے پوچھا۔ کہ دنیا کا کیا حال ہے؟ اس نے بتایا۔ کہ دنیا یا خواب ہے۔ یا وہم اور یا محض ایک افسانہ۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ جو شخص اس دنیا میں دل لگائے۔ اس کا کیا حال ہے؟ تو اس نے بتایا۔ کہ ایسا شخص یا شیطان ہے۔ یا گمراہ اور یا پھر پاگل ہے۔

مقدارِ لذت میرے بزرگو! اب ذرا ان لذتوں کی مدت اور مقدار کا حال سنئے۔ کہ کھانے جب تک زبان پر ہیں۔ تو چند سیکنڈ کے لیے سرِ زبان کو ایک خفیف سی لذت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن جب پیٹ بھر گیا۔ تو وہ ذرا سی لذت بھی جاتی رہی۔ اور بعض اوقات وہی لذیز غذا پیٹ میں فتور ڈال دیتی ہے۔ اور وبالِ جان بن جاتی ہے اسی طرح دیگر تمام لذتوں کی بھی مقدار و مدت بہت تھوڑی ہے۔ مگر باوجود اس کے اس معمولی سی لذت کے لیے کس قدر محنت و مشقت کی جاتی ہے۔ اور کس قدر جانفشانی بلکہ کس قدر خون بہایا جاتا ہے۔

امیر و غریب اور پھر اس لذت دنیا کا ایک ہیچ پہلو یہ بھی ہے کہ امیر آدمی

کے لیے یہ لذت بھی لذت نہیں رہتی غریب آدمی اپنی محنت و مشقت کی وجہ
سے خوب بھوک لگتے پر جب کچھ کھاتا ہے۔ تو اسے جو لذت ملتی ہے۔
اس لذت سے ایک امیر آدمی محروم رہتا ہے۔ اس لیے کہ امیر آدمی ہر روز نہار
کھانے کھاتے رہنے اور ہر وقت کھانے ہی کے چکر میں رہنے کے باعث
ان کھانوں کا کچھ ایسا عادی ہو جاتا ہے۔ کہ ان چیزوں میں ان کی اشتہا اور ذوق
و ذائقہ بالکل کم بلکہ تقریباً زائل ہی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اصل ذائقہ فاقہ کے بعد
ہے۔ اور فاقہ امیروں کے یہاں مفقود ہے۔ اور غریب و نادار لوگ شدت
فاقہ کے سبب روکھی سوکھی میں بھی وہ لذت پاتے ہیں۔ جو امیروں اور دنیا
داروں کو طرح طرح کے لذیذ کھانوں میں میسر نہیں ہوتی اسی طرح امیر آدمی رات
کو اپنے شاندار محلات اور کوٹھیوں میں اور نرم و گداز بستروں پر اپنی دولت
کے دھندوں کی فکر و پریشانی میں ساری رات عالم پریشانی میں کروٹیں بدلتے
رہتے ہیں۔ اور نیند کا مزہ حاصل نہیں کر سکتے۔ برخلاف ایک محنت و مشقت
کرنے والے مزدور کے جو دن بھر کا تھکا ہوا جب اپنی ٹوٹی پھوٹی چارپائی
پر لیٹتا ہے۔ تو ایسی گہری نیند کے مزے لیتا ہے۔ کہ ساری رات اس
کی ایک ہی پہلو پر لیٹے گذر جاتی ہے۔ امراء کا طبقہ ساری عمر ایک لحظہ کی
خوشگوار نیند اور لمحہ بھر کی حقیقی بھوک کو ترستے رہتے ہیں۔

حکائیت چنانچہ ایک حکایت ہے۔ کہ ایک بادشاہ نے دیکھا۔ کہ ایک
غریب آدمی جو بڑا صحت مند اور تندرست تھا۔ اور چہرہ اس
کا سیب کی مانند سرخ تھا۔ بڑے مزے سے فرشِ زمین پر گہری نیند سو
رہا ہے۔ بادشاہ نے اس کی قابلِ رشک صحت دیکھی۔ تو اسے جگا کر پوچھا
کہ تم کیا کھاتے ہو؟ اس مزدور نے جواب دیا۔ کہ میں ہر روز بھنے ہوئے
مرغ سے کھانا کھاتا ہوں۔ بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا۔ کہ ایک غریب
آدمی ہو کر ہر روز بھنے ہوئے مرغ سے کھانا کیسے کھاتے ہو؟ تو اس نے

دیا۔ کہ بات دراصل یہ ہے۔ کہ مجھے جب خوب بھوک لگتی ہے۔ تو میں اس وقت کھانا کھانے بیٹھتا ہوں اور شدت بھوک کی وجہ سے نمک مرچ بھی مجھے بھنے ہوئے مرغ کا مزہ دے جاتے ہیں۔ مگر جن لوگوں کا کام یہ ہے۔ کہ ہر وقت کھاتے ہی رہیں۔ تو بار بار کے کھانے سے ان کی بھوک مر جاتی ہے۔ اور ان کے لیے مرغ مسلم میں بھی کوئی لذت باقی نہیں رہتی۔ بادشاہ نے کہا۔ بالکل ٹھیک ہے۔ واقعی ہم لوگ باوجود سب کچھ پانے کے ان کی لذتوں سے محروم ہیں۔ ایسے ہی ایک محروم راحت امیر کی طرف سے یہ شعر کہا گیا ہے کہ ؎

دل میں ہے سرمایۂ کونین راحت کے سوا
دونوں عالم ہیں مرے قبضے میں قسمت کے سوا

میرے بھائیو! امراء کو دیکھ کر ہرگز کوئی رشک نہ کرنا۔ اس لیے کہ اس طبقہ میں ؎

آہ! تجھ سے کیا بتاؤں کتنے سینے ہیں فگار
زندگی میں دو گھڑی آرام پانے کے لیے

دلی اطمینان میرے بزرگو! دوستو اور عزیزو! یہیں یہ بات سمجھ لو کہ یہ دنیا اور اس کے سامانِ عیش و عشرت، اور اس کی ساری لذتیں دلی اطمینان کا باعث ہرگز نہیں۔ ایک آدمی کو دنیا کا ہر عیش میسر ہو۔ دنیا کی آسودگی کا ہر سامان اسے حاصل ہو۔ کھانے کو لذیز غذائیں۔ پینے کو میٹھے اور ٹھنڈے شربت۔ پہننے کو نرم اور نفیس کپڑے۔ رہنے کو خوبصورت محلات سیر و سیاحت کے لیے گھوڑے اور کاریں۔ خدمت کے لیے خوبصورت عورتیں اور غلام۔ غرضیکہ سب کچھ موجود ہے۔ ایسے آدمی سے سوال کیجیے کہ دنیا کی ان تمام لذتوں کے باوجود کیا تمہیں دلی اطمینان حاصل ہے۔ اور تم خوش ہو! تو یقیناً جواب یہی ملے گا۔ کہ وہ ہرگز اس دنیا میں خوش نہیں

اور اس کے دل میں خدا جانے کیوں بلاوجہ ایک اضطراب سا اور ایک پریشانی سی رہتی ہے۔ اور دل ہر وقت افسردہ اور پژمردہ ہی رہتا ہے۔ میرے بھائیو! ایسے لوگوں کو آپ ذرا ٹٹول کر دیکھئے۔ تو آپ ضرور انہیں دل کی پریشانی اور بے اطمینانی کا شاکی پائیں گے اور آپ جانتے ہیں۔ کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ بھائیو! وجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ دل کی غذا ذکر اللہ ہے۔ جس سے آج کل دل محروم ہے۔ پیٹ اگرچہ اپنی غذا پا کر سیر ہے۔ مگر دل بھوکا ہے اس لیے وہ بے اطمینان رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یورپ و امریکہ میں باوجود اس کے کہ دولت کی چہل پہل ہے، اور دنیوی راحت کا وہاں ہر سامان موجود ہے۔ مگر اس عیش و عشرت کے باوجود وہ لوگ دلی اطمینان سے یکسر محروم ہیں اور دل کے ہاتھوں وہ نالاں و پریشان ہیں۔ برعکس ان کے جو اللہ والے ہیں۔ ان کے پاس یہ دنیوی ساز و سامان نہ بھی ہوں۔ پھر بھی وہ ہر طرح خوش اور مطمئن ہیں۔ دلی اطمینان کی عظیم نعمت سے بہرہ ور ہیں۔ اور ؎

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

کے مطابق ایک ایسی دولت رکھتے ہیں۔ جو بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس بھی نہیں۔ اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا ہے۔ کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

آخرت

ہاں تو بھائیو! یہ دنیا کیا ہے؟ محض ایک دھوکا اور غرور کی جگہ اور اس کی لذتیں کیا ہیں۔ محض ایک فانی اور وقتی چسکا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک دوسرے عالم یعنی آخرت کی بھی خبر دی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ زندگی اگر ہے۔ تو آخرت کی ہے۔ جو پائیدار اور باقی ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ پ ۲۱ ع ۳

"یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود۔ اور بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے۔کیا اچھا تھا اگر جانتے"۔

مگر کافروں اور غافلوں نے اس حقیقت کو نہ جانا۔ اور آخرت کو بھول کر اسی دنیا کی لذات میں منہمک ہو گئے۔ بھول تو رہی ایک طرف۔ لذاتِ دنیا میں اس قدر انہماک ہوا۔ کہ ملحدین نے روزِ آخرت کا انکار ہی کر دیا۔

وَقَالُوا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا (پ۲۵ع۱۹)

"اور وہ بولے وہ تو نہیں۔ مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی۔ مرتے ہیں اور جیتے ہیں"۔

ایسے لوگوں کے لیے گویا صرف یہی ایک دنیا، اور اسی دنیا کی لذتیں ہیں اور اس کے بعد کچھ نہیں (معاذ اللہ) بھائیو! آج کل کے بعض شعروں سے بھی اللہ محفوظ رکھے۔ اسی قسم کا ایک ملحدانہ شعر غالب کا بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ؎

غالب کا شعر

عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گذرتی ہے

دیکھا آپ نے۔ لذاتِ دنیا میں انہماک کا کس طرح درس دیا جا رہا ہے۔ یعنی آخرت و عاقبت کی کیا خبر؟ اسی دنیا میں جو کچھ ہے اس سے لذت حاصل کرو۔ اور اپنی زندگی آرام سے گذارو۔ اور عاقبت کی باتیں خدا پر چھوڑو۔ غالب صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ وہ جنت کو بھی محض ایک جی بہلاوا سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ؎

ہمیں معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

معاذ اللہ! کس جرأت سے کہہ دیا۔ کہ جنت کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ وہ محض ایک دل کو بہلانے والی بات ہے۔ اور کچھ بھی نہیں۔ خدا تعالےٰ

ایسے ملحدانہ نعروں سے بچائے۔ بھائیو! جنت ہے اور یقیناً ہے۔
کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ آج اگر روس و امریکہ اپنے راکٹوں اور راکٹوں کے بھیجے ہوئے پیغامات و فوٹوؤں کی بنا پر چاند میں پہاڑوں۔ دریاؤں اور نیل کے ذخیروں وغیرہ کا اعلان کرنے لگیں۔ تو آج کل کے یہ "روشن خیال" ان باتوں پر ایمان لے آئیں۔ حالانکہ یہ سب باتیں محض قیاس آرائیاں اور غیر یقینی ہیں مگر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن حقائق کا اعلان فرمائیں۔ ان کے متعلق یوں کہا جائے۔ کہ "ہمیں معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن" یہ لیکن ویکن ان کے پاس دین ہی کے لیے رہ گیا ہے۔ افسوس ان لوگوں نے خدا اور رسول کی قدر نہ کی۔ اور مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ کی زد میں آ گئے۔
ہاں تو بھائیو! مسلمان کا آخرت کی زندگی ہی دراصل زندگی ہے۔ اس دنیا کی زندگی تو محض لہو و لعب اور اس کی ساری لذتیں دھوکا و فریب ہیں۔ اصل لذت آخرت کی لذت ہے۔ اور دانا شخص وہی ہے۔ جو آخرت کے لیے کچھ ذخیرہ جمع کرے۔ اور اس دنیا میں رہ کر اگلے جہان کے لیے کچھ بھیجتا رہے اور اپنی "اخروی زندگی کو اچھا بنالے۔
چنانچہ اس آیۂ کریمہ میں جو میں نے پڑھی ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پالو گے۔ اور وہ کل تمہارے کام آئے گی۔

حکایت مثنوی

مسلمانو! اس موقعہ پر مثنوی شریف کی ایک حکایت سنو۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ ایک ملک میں رواج تھا۔ کہ سال بھر کے بعد سمندر کے کنارے پر جاتے۔ جو شخص ان کے ساحل پر پہلے اترتا۔ اسے اپنے ملک کا بادشاہ بنا لیتے۔ پھر سال گذر جانے کے بعد اسے معزول کر کے ایک ویران جزیرے میں بھیج دیتے۔ جہاں وہ تکالیف و مصائب کا سامنا کرتے ہوئے ہلاک ہو جاتا۔ ایک سال ایک مرد دانا ان کے ساحل پر اترا۔ لوگوں نے

اسے اپنے ملک کا بادشاہ بنالیا۔ بادشاہ کو اس ملک کے رواج کا علم ہوا تو اس نے سارے سال میں اس ویران جزیرے کو آباد کرنے کی ٹھان لی۔ اور شاہی احکام جاری کردئے۔ اور سینکڑوں کی تعداد میں وہاں معمار اور مزدور بھیج دیئے، ہزاروں لاکھوں کا مال وہاں بھیج کر اس ویران جزیرے میں شاہی محلات بنوالیے۔ باغات لگوالیے۔ اور سب ضروری سامان، اور مختلف سواریاں وہاں بھیج دیں۔ الغرض سال بھر میں اس ویران جزیرے کو ایک عظیم الشان شہر کی شکل میں بدل کر رکھ دیا۔ اب بادشاہ خود بے چین تھا۔ کہ کب سال گذرے اور مجھے یہاں سے معزول کرکے وہاں بھیجا جائے۔ چنانچہ سال بھر کا عرصہ گذرا۔ تو لوگوں نے اسے حسب دستور معزول کرکے وہاں بھیج دیا۔ بادشاہ وہاں پہنچا۔ تو اس کے استقبال کے لیے وہاں سینکڑوں اس کے غلام حاضر تھے۔ اور اس کی راحت کے جملہ سامان وہاں پہلے ہی موجود تھے۔ سال بھر کی محنت کا اس نے یہ پھل پایا۔ کہ پھر ساری عمر وہاں اس نے بڑے آرام سے گذری۔

میرے بھائیو! اسی طرح اس دنیا میں جو بھی آیا۔ ایک مدّت مقررہ تک وہ یہاں رہتا ہے۔ اور پھر وہ یہاں سے اگلے جہان بھیج دیا جاتا ہے بد قسمت لوگ تو اپنا اگلا جہان ویران کرلیتے ہیں۔ اور وہاں پہنچ کر تنگ ہوتے ہیں۔ مگر دانا لوگ یہاں رہ کر اپنی آخرت بنانے کے لیے آگے بھلائی اور نیکی بھیجنا شروع کردیتے ہیں اور ایسے ایسے کام کرتے ہیں۔ جن سے ان کی آخرت آباد ہوجاتی ہے۔ اور پھر وہ یہاں سے جاتے ہوئے گھبراتے بھی نہیں۔ اس لیے کہ ان کی آخرت آباد ہے۔ پھر وہ ایسے آباد مقام کی طرف جاتے ہوئے گھبرائیں کیوں؟ بلکہ وہ یہاں سے خوشی خوشی جاتے ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے۔ کہ ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم ‏ ‏ چو مرگ آید تبسّم برلبِ اوست

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضور! ہم دنیا سے جاتے ہوئے گھبراتے کیوں ہیں؟ فرمایا۔ تم نے دنیا آباد کی۔ اور آخرت برباد کی۔ اس آبادی کو چھوڑ کر ویرانے کو جاتے ہوئے گھبراہٹ کا ہونا لازمی ہے۔ مگر جنہوں نے اپنی آخرت آباد کر رکھی ہے۔ وہ اس دنیا کو چھوڑتے ہوئے ہرگز نہیں گھبراتے۔ بلکہ وہ تو یوں کہتے ہیں۔ کہ

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ

"موت ایک پل ہے۔ جو دوست کو دوست کے پاس پہنچا دیتا ہے۔"

بھائیو! جس طرح اس بادشاہ نے ویران جزیرے کو آباد کر لیا تھا اور جب وہاں پہنچایا گیا۔ تو اس کے استقبال کے لیے وہاں سینکڑوں غلام حاضر تھے۔ مرد مومن بھی جب یہاں سے کوچ کرتا ہے تو ـــــ تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ ـــــ کے مطابق فرشتے اس کا استقبال کرنے کو موجود ہوتے ہیں۔ اور جنت کی بشارت دیتے ہوئے لے چلتے ہیں۔ لہٰذا اے میرے بزرگو! دوستو اور عزیزو۔ بڑے ہی خوش قسمت ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے ذخیرۂ آخرت کر لیا۔ اور اس دنیا میں رہ کر اپنے لیے آگے کچھ بھیج لیا۔ اسی لیے خدا تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

"یعنی ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے"

ارشادِ سعدی

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

غم خویش در زندگی خور کہ خویش را
بمردہ نہ پرواز د از حرص خویش!
زرو نعمت اکنوں بدہ کان تست
کہ بعد از تو بیروں ز فرمان تست

کسے گوئے دولت ز دنیا برد
کہ با خود نصیبے بعقبے برد

یعنی اے ایک نہ ایک دن موت کے منہ میں جانے والے انسان! تو اپنی زندگی میں اپنا غم آپ کھا۔ یعنی آخرت کے لیے سامان مہیا کرنے کے واسطے اہتمام کر۔ کیونکہ تیرے مر جانے کے بعد تیرے خویش واقربا تیرے لیے کچھ غم نہ کھائیں گے۔ تیرے لیے خیرات وغیرہ نہیں کریں گے۔ اب تیرے ہاتھ میں زر ونعمت کی کان ہے۔ خدا کی راہ میں جی کھول کر دے لے۔ کیونکہ تیرے قبضہ میں ہے۔ تیرے مرنے کے بعد یہ زر ومال تیرے زیر فرمان نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی تجھے کسی قسم کی اس پر دسترس ہی حاصل ہوگی۔ اس دنیا سے وہی شخص بامراد اور سرخرو ہو کر جاتا ہے۔ جو اپنے لیئے آخرت کے واسطے اپنے ہمراہ نیک اعمال کا توشہ لے جاتا ہے ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

اس کے بعد دوسری اذان اور

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ظَهَرَتْ حِكْمَتُهُ الْبَالِغَةُ فِیْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ. وَّخَضَعَ لَهٗ شَیْءٌ حَتَّى الْوُحُوْشُ وَالطُّیُوْرُ وَالدُّوْدُ نَحْمَدُهٗ عَلٰۤی اَنَّهٗ یَرْزُقُ بِغَیْرِ

الْاَسْبَابِ الطِّفْلِ الْمَوْلُوْدِ. وَنَشْكُرُهٗ عَلٰى اَنَّهٗ
اَلْقٰى مَحَبَّتَهٗ فِىْ قُلُوْبِ الْاٰبَآءِ وَالْجُدُوْدِ - وَ
نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْمَعْبُوْدُ - وَ
نَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
صَاحِبَ الْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ

اَمَّا بَعْدُ

يَا عِبَادَ اللّٰهِ اتَّقُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَتَذَكَّرُوْا
اَحْوَالَهَا فَاِنَّهٗ يَوْمٌ عَظِيْمٌ كَرْبُهٗ كَثِيْرٌ غَمُّهٗ
شَدِيْدٌ زِلْزَالُهَا اَقْسَمَ اللّٰهُ بِهٖ عِبْرَةً بِقَوْلِهٖ
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَ
شَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ. وَوَرَدَ عَنْ صَاحِبِ
الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ. اَنَّهٗ قَالَ لِجِبْرِيْلَ مَالِىْ لَمْ
اَرَ مِيْكَائِيْلَ يَضْحَكُ فَقَالَ لَمْ يَضْحَكْ مُنْذُ
خُلِقَتِ النَّارُ ذَاتِ الْوُقُوْدِ. تَدَبَّرُوْا فِىْ عَظَمَةِ
اللّٰهِ تَخْشَى الْمَلَآئِكَةُ مَعَ تَقَرُّبِهِمْ وَنَسْتَعِيْنُ

عَنْ اَنْ یَّکُوْنَ کَالشَّیْطَانِ الْمَرْدُوْدِ. خَلَقَ اللّٰهُ
مَلَآئِکَةً لَا یُحْصِیْ عَدَدَهُمْ اِلَّا فَمِنْهُمْ قِیَامٌ
اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ وَمِنْهُمْ رُکَّعٌ وَسُجُوْدٌ تَرْعَدُ
فَرَائِصُهُمْ وَتَقْشَعِرُّ اَجْسَادُهُمْ خَوْفًا مِّنَ الْخَالِقِ
الْوَدُوْدِ. وَخَلَقَ النَّارَ ذَاتَ الْوَقُوْدِ. لَهَا زَفِیْرٌ
وَشَهِیْقٌ اُعِدَّتْ لِلْعُصَاةِ مَاکِثِیْنَ فِیْهَا وَ
لِلْکُفَّارِ عَلٰی طَرِیْقِ الْخُلُوْدِ. وَبَسَطَ عَلٰی مَتْنِ
جَهَنَّمَ صِرَاطًا فَهُوَ عَلَیْهِ مَمْدُوْدٌ اَدَقُّ مِنَ
الشَّعْرِ وَاَحَدُّ مِنَ السَّیْفِ یُؤْمَرُ النَّاسُ بِا
الْمُرُوْرِ عَلَیْهِ وَهُمْ حَامِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی
ظُهُوْرِهِمْ خَائِفُوْنَ زَلَّةَ اَقْدَامِهِمْ فَمِنْهُمْ
مَنْ یَّمُرُّ کَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ وَمِنْهُمْ کَالْفَرَسِ
السَّابِعِ وَمِنْهُمْ کَالنَّمْلَةِ الْمُطِیْئَةِ فَیَدْخُلُوْنَ
فِیْ دَارِ النَّعِیْمِ وَلَهُمْ فِیْهَا خُلُوْدٌ وَمِنْهُمْ مَنْ
لَّا یَقْدِرُ عَلَی الْعُبُوْرِ وَیَسْقُطُ فِیْ اَثْنَاءِ الْمُرُوْرِ

وَيَصْبِرُ فِي النَّارِ كَالْمَفْقُودِ. فَتَحْرِقُ النَّارُ جُلُودَهُمْ وَأَجْسَادَهُمْ وَيَلْبَسُونَ نِعَالَ النَّارِ يَتَقَطَّعُ بِهَا مِنَ الْأَقْدَامِ إِلَى الْخُدُودِ. وَلَهُمْ فِيهَا مُكْثٌ دَائِمٌ لَا يَخْرُجُونَ وَلَا يُخْرَجُونَ. يَتَمَنَّعُونَ بِالَيْتَهُمْ كَانُوا مِنَ الْحَيَوَانَاتِ وَالدُّودِ. فَيَا إِخْوَانِي وَخُلَّانِي إِنَّ اللّٰهَ بَسَطَ عَلَيْكُمْ بِسَاطَ الْإِحْسَانِ وَفَرَشَ لَكُمْ فِرَاشَ الْإِمْتِنَانِ وَوَهَبَ لَكُمُ الْمُرَادَ وَالْمَقْصُودَ وَرَزَقَكُمْ وَأَنْتُمْ أَجِنَّةٌ وَكُنْتُمْ نُطْفَةً قَذِرَةً فَجَعَلَكُمْ عَلَقَةً ثُمَّ مُضْغَةً ثُمَّ عِظَامًا ثُمَّ كَسَاهَا لَحْمًا وَأَنْعَمَ إِنْعَامًا غَيْرَ مَحْدُودٍ. فَاشْكُرُوا عَلَى نَعْمَائِهِ وَاحْمَدُوهُ عَلَى الْآئِهِ. وَتَدَبَّرُوا فِي مَا سَيَمْضِي عَلَيْكُمْ مِنْ أَهْوَالِ الْيَوْمِ الْمَوْعُودِ. وَارْفَعُوا أَكُفَّ السُّؤَالِ إِلَى حَضْرَةِ الْمَلِكِ الْمَعْبُودِ. قَائِلِينَ اللّٰهُمَّ يَا رَحْمٰنُ يَا وَدُودُ. إِنَّ صَحَائِفَ

اَعْمَالَنَا بِذُنُوْبِنَا سُوْدٌ. فَاعْفُ عَنَّا وَسَمِعْتَنَا وَارْحَمْنَا يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الْوَالِدُ وَلَا الْمَوْلُوْدُ۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ. وَ نَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ط

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے

وہاں سے پڑھیے

جمادی الاولیٰ کے چوتھے جمعہ کا وعظ بعنوان

ہوائے نفس

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْجَلِيْلِ . اَلَّذِیْ خَصَّ رَسُوْلَهٗ بِالتَّشْرِيْفِ وَالتَّفْضِيْلِ . وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدِنِ الْجَمِيْلِ ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْ فَازُوْا بِالْاَجْرِ الْجَزِيْلِ .

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ○ (پ ۳۰ ع ۴)

اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا ۔ اور نفس کو خواہش سے روکا ۔ تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے ۔

حضرات! آج مجھے ہوائے نفس کے متعلق کچھ بیان کرنا ہے ۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ کہ جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ۔ یعنی اس کے دل میں یہ ڈر پیدا ہو گیا کہ ایک روز مجھے اللہ کے سامنے جانا ہے ۔ اور اسے ہر بات کا حساب دینا ہے ، اور جس نے ہوائے نفس سے اجتناب کیا ۔ یعنی خواہشات نفس کی مخالفت کی تو وہ یقیناً جنتی ہے ۔

روزِ قیامت بھائیو! ہم مسلمانوں کا ایمان ہے ۔ کہ قیامت کا روز آنے والا ہے ۔ اور اس روز سب نے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے

یہ روزِ قیامت ایک حقیقی چیز اور واقعی امر ہے اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ یعنی ایمانداروں کی ایک صفت یہ بھی ہے۔ کہ وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

حضرات! روزِ قیامت پر یقین اور اللہ کے حضور پیش ہونے پر ایمان رکھنے سے انسان گناہوں سے باز رہتا ہے۔ جب اسے اس بات کا یقین ہو۔ کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے۔ جس دن اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ تو یقیناً وہ گناہوں سے باز رہے گا۔ اور اگر روزِ قیامت پر ہی ایمان نہ ہوا۔ تو یہ نفس ہر گناہ پر آمادہ رہے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ روزِ قیامت پر ایمان لایا جائے۔ اور اس بات پر یقین رکھا جائے۔ کہ اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور اسے ہر بات کا حساب وجواب دینا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ہُد ہُد

قرآن پاک میں آتا ہے۔ کہ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں ہد ہد کو نہ پاکر انتہائی جلال میں فرمایا۔ کہ اگر وہ کوئی معقول عذر پیش کرسکا۔ تو بہتر۔ اور اگر وہ کوئی عذرِ معقول پیش نہ کرسکا تو میں اسے سخت سزا دوں گا۔

علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ المجالس میں لکھا ہے۔ کہ ہد ہد جب آیا۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے غصہ کا معلوم کرکے کانپتا ہوا۔ دربار میں حاضر ہوا۔ اور دور ہی کھڑے رہ کر کانپتے ہوئے کہنے لگا۔

حضور! آپ میرے حاکم ہیں۔ اور اس وقت میں کانپتا ہوا آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ مگر خیال رکھیئے۔ کہ آپ سے بھی اوپر ایک حاکم ہے۔ جو احکم الحاکمین ہے۔ اور سب سے زیادہ طاقت وجلال کا مالک ہے۔ دیکھیئے۔ کہیں مجھ سے ایسا سلوک نہ کر بیٹھیئے گا۔ کہ کل آپ کو بھی میری طرح اس کے

حضور پیش ہونا پڑے۔"

ہدہد کا یہ کہنا ہی تھا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے آنسو نکل آئے اور جلال میں کمی آگئی۔

بھائیو! یہ سب باتیں ہمارے سمجھانے کے لیے ہیں۔ ورنہ پیغمبر تو معصوم ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے لیے درس ہے۔ کہ خبردار کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ اللہ کے حضور کانپتے اور گزرتے ہوئے جانا پڑے۔

ہوائے نفس ہوائے نفس سے اجتناب کا یہ معنی ہے۔ کہ جو خواہشات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وارشادات کے خلاف پیدا ہوں۔ ان سے بچا جائے۔ اور اس ظالم نفس کی اس قسم کی خواہشات پیدا ہوتی ہی رہتی ہیں۔ اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس ہوائے نفس کی پیروی نہیں کرتے یہ ظالم نفس بری باتوں پر ابھار کرنا اور ناعاقبت اندیشی میں مبتلا کرکے انسانوں کو موردِ عتاب بنا دیتا ہے۔ پہلی قوموں نے ہوائے نفس کی پیروی کی کیا کیا ذلتیں اٹھائیں اور خدا کے خوفناک عذابوں میں مبتلا ہوئیں۔

بھائیو! اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے ہوائے نفس سے بچو۔ اللہ کا عذاب بڑا دردناک اور سخت ہے۔ ایک عربی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے۔ کہ ؎

يَا عَامِلًا لِلنَّارِ جِسْمُكَ لَيِّنٌ ۔۔۔ فَجَرِّبْهُ تَمْرِيْنًا بِحَرِّ الظَّهِيْرَةِ

وَدَرِّجْهُ فِي لَسْعِ الزَّنَابِيْرِ تَجْتَرِي ۔۔۔ عَلٰى نَهْشِ حَيَّاتٍ هُنَاكَ عَظِيْمَةٍ

یعنی اے وہ شخص کہ تو دوزخ کے لیے تیاریاں کر رہا ہے۔ تیرا جسم تو بہت نازک ہے۔ پھر وہ دوزخ میں کیسے برداشت کر سکے گا تو دوپہر کی سخت گرمی میں دھوپ میں کھڑے ہو کر اپنے جسم کی آزمائش کر۔ کہ وہ اس میں صبر و تحمل کر سکتا ہے؟ اور اسی طرح بھڑوں کے چھتوں میں ان کے ڈنکوں کی تو برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر تو دوزخ کے بڑے بڑے اژدہاؤں پر جرأت کیسے کر رہا ہے۔"

طریقِ کار نفس کے مارنے کا بہتر طریقِ کار بزرگوں نے یہ لکھا ہے۔ کہ شہوات کو ترک کیا جائے۔ اس لیئے کہ نفس جب ناز و نعم کا عادی ہو جائے تو مباحاتِ دنیا کی طرف راغب ہوتا ہے۔ اور ان میں محو ہو جاتا ہے۔ اور دنیا ہی کو بہشت سمجھنے لگتا ہے۔ اور موت اس پر دشوار نظر آتی ہے۔ اس لیے وہ غفلت میں پڑ جاتا ہے۔ اور ذکر و عبادت میں اسے لذت محسوس نہیں ہوتی۔ اور جب مباح چیزوں کی لذت بھی اس سے اٹھالی جائے۔ تو پھر وہ عاجز ہو جاتا ہے اور دنیا سے بھاگنے لگتا ہے۔ اور آخرت کی نعمتوں کا شوق اس میں پیدا ہونے لگتا ہے۔ پھر اس حال میں اس پر ایک ہی تسبیح کا ایسا اثر ہوتا ہے، کہ غفلت کی حالت میں سو تسبیح کا بھی ایسا اثر نہ ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض بزرگوں نے مباحات سے بھی پرہیز کی۔

ایک بزرگ کا واقعہ چنانچہ ابراہیم خواص فرماتے ہیں۔ میں ایک پہاڑ پر گیا۔ وہاں بہت سے انار دیکھے۔ چاہا کہ ایک انار توڑ کر کھاؤں۔ جب توڑا اور کھایا۔ تو ترش تھا۔ چھوڑ دیا۔ آگے گیا۔ تو ایک شخص کو زمین پر گرے ہوئے دیکھا۔ جو عجیب حال میں تھا۔ بہت سی بھڑیں اس کے گرد اڑ رہی تھیں۔ مگر اسے پرواہ نہ تھی۔ میں نے جاکر سلام کیا تو اس نے جواب میں کہا۔ وعلیکم السلام یا ابراہیم۔ میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے کیسے پہچان لیا؟ تو وہ بولا۔ جس نے خدا کو پہچان لیا۔ کیا وہ بندے کو نہیں پہچان سکتا؟ میں نے کہا۔ آپ اس مرتبہ میں ہیں تو آپ خدا سے کیوں نہیں کہتے ـــ کہ وہ ان بھڑوں کو آپ سے ہٹا دے، وہ بولا اور اے ابراہیم! تم خدا سے کیوں یہ نہیں کہتے۔ کہ وہ انار کی محبت تمہارے دل سے نکال دے۔ حالانکہ انار کی محبت اس جہان میں مضر ہے۔ اور بھڑ کا زخم تو اسی جہان میں ہے۔

(کیمیائے سعادت لامام غزالی صفحہ ۲۸۵)

باز کی مثال حضرات! بزرگوں نے اس نفس کی مثال باز کی بھی لکھی ہے۔

فرماتے ہیں۔ جیسے باز کو سکھاتے ہیں تو اس کی آنکھیں بند کر کے اسے بھوکا رکھتے ہیں۔ پھر تھوڑا تھوڑا گوشت دیتے ہیں۔ تاکہ وہ شکار کا عادی ہو جائے۔ اسی طرح نفس کو اللہ کی محبت سکھانے کے لیے اسے اس کی سب عادتوں اور خواہشوں سے روکنا چاہیئے۔ یہ بات ابتدا میں تو اسے مشکل نظر آئے گی۔ مگر بعد میں آسان ہو جائے گی۔ جس طرح شیر خوار بچہ کے لیے دودھ چھڑاتے کے بعد پہلے پہلے تو بہت مشکل ہوتی ہے۔ مگر آہستہ آہستہ پھر وہ خوگر ہو جاتا ہے۔ اور دودھ کی طرف دیکھتا بھی نہیں اسی طرح نفس کو دنیا سے ہٹا کر پہلے پہلے ہی مشکل نظر آئے گی۔ پھر یہ خدا کی طرف متوجہ ہو کر دنیا سے کوئی رغبت نہ رکھے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ خَالِقِ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْاِنْسِ وَالْجِنَّۃِ ءَ جِ بِمَا فِی الْاَرْحَامِ مِنَ الْاَجِنَّۃِ اَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا اَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ بِحَارِ اللُّطْفِ وَالْمِنَّۃِ وَ اَشْکُرُہٗ عَلٰی مَا کَرَّمَنَا عَلٰی جَمِیْعِ مَخْلُوْقَاتِہٖ حَتّٰی الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْجِنَّۃِ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ شَھَادَۃً تَکُوْنُ

لَنَا عَنِ النَّارِ جُنَّةً. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ
مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَاحِبَ
الْاٰيَاتِ وَالسُّنَّةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ
صَحْبِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ صَلٰوةً تَجْعَلُ النُّفُوْسَ الْمُطْمَئِنَّةَ

اَمَّا بَعْدُ

مُعَاشِرَ الْحَاضِرِيْنَ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا
تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مِنْ اَهْلِ التَّوْبَةِ. وَاسْتَغْفِرُوا
اللّٰهَ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ وَلَمْحَةٍ. وَادْعُوْهُ صَبَاحًا وَّمَسَاءً
فَاِنَّ الدُّعَاءَ مُخُّ الْعِبَادَةِ. وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْعَبْدَ
اِذَا اَذْنَبَ ذَنْبًا اَسْوَدَّتِ الْمُضْغَةُ الَّتِيْ هِيَ
اَشْرَفُ الْاَعْضَاءِ وَرَئِيْسُهَا وَاَوَّلُهَا فِي الْخِلْقَةِ
وَوَقَعَتْ فِيْهَا مِنَ السَّوَادِ نُكْتَةٌ. فَاِنْ تَابَ تَابَ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَزَالَ النُّكْتَةَ. وَاِنْ اَصَرَّ عَلَى اجْتِرَاحِ
الْخَطِيْئَةِ وَكَسَبَ سَيِّئَةً بَعْدَ سَيِّئَةٍ اِزْدَادَ
سَوَادُ قَلْبِهٖ اِلٰى اَنْ تُحِيْطَ مِنْ جَوَانِبِهِ الظُّلْمَةُ.

فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ وَسَمْعِهٖ وَ
بَصَرِهٖ وَيُغْشٰى لَهٗ سُوْءُ الْمَوْتَةِ. فَاللّٰهَ اللّٰهَ
عِبَادَ اللّٰهِ، اَقْبِلُوْا قُلُوْبَكُمْ وَحَاسِبُوْا نُفُوْسَكُمْ
مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقَعَ فِى الشِّدَّةِ. وَاِيَّاكُمْ اَنْ
تُضَيِّعُوْا اَعْمَارَكُمْ فِى انْقِيَادِ الشَّهْوَةِ. مَا
حَالُكُمْ اِذَا جَآءَكُمُ الْاَجَلُ وَانْقَطَعَ الْاَمَلُ وَ
وَقَعْتُمْ فِىْ غَمْرَةٍ بَعْدَ غَمْرَةٍ. وَحَضَرَتْكُمْ
مَلٰٓئِكَةٌ اُولُوا الْبَطْشِ وَالْقُوَّةِ. فَتَنَزَّعُوْا
اَرْوَاحَكُمْ بِسُكْرَةٍ بَعْدَ سُكْرَةٍ فَعِنْدَ ذٰلِكَ
تَتَحَسَّرُوْنَ وَمَا تُفِيْدُكُمُ الْحَسْرَةُ - وَ
تَتَضَرَّعُوْنَ وَمَا تَنْفَعُكُمُ الضَّرَاعَةُ. وَوَرَآءَ
ذٰلِكَ فِى الْقَبْرِ اَهْوَالٌ شَدِيْدَةٌ. وَمَصَآئِبُ
عَدِيْدَةٌ. ذَاتَ الْوَحْشَةِ وَالدَّهْشَةِ. كَيْفَ
حَالُكُمْ اِذَا اَحَاطَتْكُمْ ظُلُمَاتٌ مُتَرَاكِمَةٌ وَفِتْنَةٌ
بَعْدَ فِتْنَةٍ. وَضَغَطَ بِكُمُ الْقَبْرُ ضَغْطَةً تَخْتَلِفُ

بِهَا الْأَضْلَاعُ وَتَتَوَحَّشُ مِنْهَا الْأَرْوَاحُ وَ
تَعْرِضُهَا الزَّبَانِيَةُ كُلُّ الزَّبَانِيَةِ وَوَرَاءَ ذٰلِكَ
فِي الْقَبْرِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَضِيقٌ مَدِيدٌ وَظُلْمَةٌ
فَوْقَ ظُلْمَةٍ. وَفَنَوِّرُوْا قُبُوْرَكُمْ بِكَثْرَةِ الْأَعْمَالِ
عَلٰى طَبْقِ السُّنَّةِ وَبِالتَّجَنُّبِ عَنْ سَيِّئَاتِ
الْأَفْعَالِ وَقَبَائِحِ الْبِدْعَةِ. وَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ يَا
رَحْمَانُ يَا مَنَّانُ اِغْفِرْ لَنَا وَنَجِّنَا مِنْ شَدَائِدِ
الدُّنْيَا وَمَصَائِبِ الْعُقْبٰى وَاجْعَلْ صَالِحَ أَعْمَالِنَا
لَنَا عُدَّةً. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ
الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ
الْحَكِيْمِ. اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ
الرَّحِيْمُ ط

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

جمادی الثانی کے پہلے جمعہ کا وعظ بعنوان

اَللّٰہُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ. وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ. (پ ۲۶ ع ۱۲)

محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں۔ اور آپس میں نرم دل۔"

حضرات! خدا تعالیٰ کا ہزار بار شکر ہے۔ کہ اس نے ہمیں انسان بنایا اور انسان بنا کر پھر ہمیں مسلمان بنایا۔ ہم ایک اللہ کے ماننے والے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ہے۔ اور ایک ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ ہم پر بہت بڑا کرم ہے۔ کہ اس نے ہمیں کفر و الحاد سے محفوظ رکھا۔ بھائیو! اسی دنیا میں ایسے بدنصیب لوگ بھی ہیں۔ جو معاذ اللہ اللہ کی ہستی کے منکر ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو بھی خدا مانتے ہیں۔ اللہ کا ہزار بار شکر ہے۔ کہ اس نے

ہمیں ان دونوں گمراہیوں سے بچایا اور ہمیں توفیق بخشی۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ ہے۔ یقیناً ہے۔ اور ایک ہے۔ بھائیو! عقل سلیم اگر ہو۔ تو کائنات کے ہر ذرہ سے وجود باری اور توحید کا ثبوت اور درس مل سکتا ہے۔ ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لاشریک مے گوید

ایک دانا عورت آیئے پرانے زمانہ کی ایک دانا عورت کا ایمان افروز قصہ سنیئے بھائیو! پرانے زمانہ کی عورتیں بھی بڑی دانا اور دین کی خبر رکھنے والی ہوا کرتی تھیں۔ اور قرآن وحدیث سے شغف رکھنے والی اور اللہ اللہ کرنے والی ہوا کرتی تھیں۔ سبحان اللہ! مجھے ایک دوسری اللہ کی مقبول بندی کا بھی واقعہ یاد آگیا۔ لیجئے پہلے وہ سن لیجئے۔ پھر اس دانا عورت کا ذکر کروں گا۔ جس کا بیان کرنے لگا تھا۔

قرآن سے جواب دینے والی عورت حضرت عبداللہ واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے عرفات میں ایک عورت کو دیکھا۔ جو تنہا کھڑی تھی۔ میں نے اسے پریشان دیکھ کر پوچھا۔ کہ آپ کیوں پریشان کھڑی ہیں۔ تو اللہ کی اس مقبول بندی نے میری بات کا جواب قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ کر دیا۔

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ

"یعنی جسے خدا راہ دکھادے اسے کوئی بھٹکا نہیں سکتا۔ اور جسے وہ راہ بھلادے۔ اسے کوئی راہ سمجھا نہیں سکتا۔"

میں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ عورت راستہ بھول گئی ہے۔ میں نے اس کے قریب جاکر کہا۔ کہ اے نیک عورت! آپ کہاں سے آئی ہیں؟ تو اس اللہ کی بندی نے اس بات کا جواب بھی قرآن ہی سے یہ آیت پڑھ کر دیا کہ۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

گویا اس نے بتایا۔کہ وہ بیت المقدس سے آئی ہے میں نے پھر
پوچھا۔ آپ یہاں کیوں آئیں ؟ تو بولی ۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ ۔

مجھے معلوم ہو گیا ۔کہ یہ حج کرنے آئی ہیں ۔
میں نے پھر پوچھا ۔آپ کا شوہر بھی ساتھ ہے ۔یا آپ اکیلی ہیں ؟ تو جواب
دیا ۔ اور وہ بھی قرآن کی آیت سے ۔

وَلَنَذِيْقَنَّهُمْ ذَائِقَةَ الْمَوْتِ ۔

یعنی اپنے شوہر کے وفات یافتہ ہونے کی یہ آیت پڑھ کر مجھے خبر کردی میں
نے پھر پوچھا ۔ کوئی اولاد ہے ؟ تو بولی ۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ ۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اس کی وصیت کی ۔
یہ آیت پڑھ کر گویا مجھے بتا دیا ۔کہ میرے بیٹے ہیں ۔ میں نے پوچھا ۔ان
کے نام کیا ہیں ؟ تو جواب دیا ۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۔ وَاتَّخَذَ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۔ يَا
دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً ۔

ان آیات سے اس نے مجھے اپنے تینوں کے نام بھی بتا دیئے کہ ایک
کا نام موسیٰ ۔ دوسرے کا ابراہیم ۔ اور تیسرے کا نام داؤد ہے ۔سبحان اللہ ! میں
اس اللہ کی مقبول بندی کے اس علم و عرفان کو دیکھ کر حیران رہ گیا ۔ اور اس کی خدمت
گذاری کے لیے کمربستہ ہو گیا ۔

میں نے پھر پوچھا ۔ آپ کا اپنا نام کیا ہے ؟ تو بولی ۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۔

سبحان اللہ ! اپنا نام بھی بتا دیا کہ مریم ہے ۔
میں نے پوچھا آپ اونٹ پر سوار ہوں گی ؟ تو بولی ۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۔

یعنی تم جو اچھا کام کرو گے ۔ اللہ اُسے جانتا ہے ۔"

یہ آیت پڑھ کر گویا اونٹ کی سواری پر آمادگی کا اظہار کیا ۔ چنانچہ میں نے سواری کے لیے اونٹ بٹھا دیا ۔ اور وہ سوار ہونے لگی ۔ جب سوار ہونے لگی ۔ تو بولی ۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

مومنوں سے کہہ دیجئے ۔ کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں ۔

میں نے اپنی نظر دوسری طرف کر لی ۔ اور پھر ہم اس کے بیٹوں کی تلاش کرنے لگے ۔ میں نے یہ بھی پوچھ لیا ۔ کہ اگر بھوک لگی ہو ۔ تو کچھ کھلاؤں ؟ تو جواب دیا ۔

اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا

میں نے اللہ کے لیے روزہ کی نذر مانی ہے ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ! کیا عارفہ عورت تھی ۔ کہ دوسری کوئی بات کرتی ہی نہیں ۔

اس کے بعد تلاش کرتے ہوئے اس کے تینوں بیٹے مل گئے ۔ اور جب انہوں نے اپنی والدہ کو دیکھا ۔ تو بڑے خوش ہوئے ۔ اور میرا شکریہ ادا کرنے لگے ۔ پھر اس نے اپنے بیٹوں سے کہا ۔

فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ ۔

"تو اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر میں بھیجو ۔ پھر وہ غور کرے ۔ کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ ستھرا ہے ۔ تمہارے لیے اس میں سے کھانے کو لائے ۔"

یہ اصحاب کہف کا قصہ ہے ۔ جب وہ ایک مدت دراز کے بعد غار میں بیدار ہوئے ۔ تو ان میں سے بعض نے سکے نکال کر کہا تھا ۔ کہ ان سکوں

کے عوض بازار سے کچھ کھانے کو لے آؤ۔" اس اللہ کی مقبول بندی نے یہ آیت پڑھ کر گویا اپنے بیٹوں کو حکم دیا۔ کہ وہ میرے کھانے کے لیے بازار سے کچھ لے آئیں۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ میں اس پاکباز عورت کا یہ فرمان اور علم قرآن دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ کہ اس نے مجھے اس عارفہ و عالمہ خاتون کی خدمت کا موقعہ دیا۔ (نزہتہ المجالس ص۲۷ جلد ۲)

بھائیو! یہ پرانے زمانہ کی باتیں ہیں۔ اور یہ پرانی تہذیب کی پاکباز عورتیں ہیں۔ اور اس نئے زمانہ کی نئی پیداوار توالاماں والحفیظ۔ قرآن سے ذرہ بھر لگاؤ نہیں۔ اس نئی تہذیب نے مسلمان مرد اور عورتوں کا مذاق ہی بگاڑ ڈالا ہے۔ انہیں اب تلاوت قرآن میں مزہ نہیں آتا۔ ہاں فلمی گانوں میں لطف آتا ہے۔ ایک وہ بھی عورتیں تھیں۔ کہ قرآن کے سوا اور کوئی بات نہیں کرتیں۔ اور ایک آج کل کی بھی ہیں کہ قرآن پاک کو نہ کبھی دیکھا۔ نہ کبھی پڑھا۔ اور نہ ہی کسی سے سنا۔ عمر بھر انگریزی پڑھنے میں گذر گئی۔ اور جو دین و دنیا میں کام آنے والی چیز تھی۔ اسے حاصل ہی نہیں کیا۔

تین لونڈیاں

بھائیو! پرانے زمانہ کی تو لونڈیاں بھی قرآن دان تھیں چنانچہ مامون رشید کو ایک مرتبہ ایک لونڈی کی ضرورت پیش آئی تو اس نے اعلان کیا۔ تو اس کی خدمت میں تین لونڈیاں آئیں۔ اور تینوں سامنے کھڑی ہو گئیں۔ بادشاہ نے دیکھا۔ تو کہا کہ مجھے تو ایک درکار ہے۔ اور تم تین ہو۔ اچھا میں تم تینوں میں سے ایک کا انتخاب کر لیتا ہوں۔ تینوں لونڈیاں سامنے ایک صف میں کھڑی تھیں۔ بادشاہ جب انتخاب کے لیے اٹھا۔ تو پہلی بولی۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ

پہلی نے جب یہ آیت پڑھی۔ تو دوسری جو دونوں کے وسط میں کھڑی تھی بولی۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۔

تیسری جو سب سے آخر کھڑی تھی ۔ بولی ۔

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۔

مامون رشید تینوں پر بڑا خوش ہوا ۔ اور تینوں کو خرید لیا ۔ (لولو والنثرع ۹۱)

دیکھا میرے بھائیو! اس کا نام ہے قابلیت ۔ قرآن کو جاننا ہی دراصل علم و قابلیت ہے ۔ اور اگر قرآن کا کچھ پتہ ہی نہیں ۔ پھر کیا جو دنیوی باتوں کے عالم و ماہر ہو گئے ۔ ایسے افراد قابل کہلانے کے ہرگز قابل نہیں ۔

لطیفہ چنانچہ ایک لطیفہ ہے ۔ کہ ایک مولوی صاحب فرما رہے تھے ۔ کہ ان نئی تہذیب والوں کو کیا خبر ۔ کہ نبوت ولایت کیا چیز ہے ؟ دین سے بے بہرہ لوگ نبوت و ولایت کو ہرگز نہیں جانتے ۔۔۔ ایک صاحب فوراً بول اٹھے ۔ مولوی صاحب ! جانتے کیوں نہیں ۔ نبوت بھی کوئی جزیرہ ہی ہوگا ۔ اور ولایت ہے تو میں خود ہو کر آیا ہوں ۔ معاذ اللہ ! کس قدر جہالت ہے ۔ نبوت اور ولایت کا پتہ ہی نہیں ۔ کہ یہ کون سی مقدس چیزیں ہیں ۔ ہاں ایک ہی "ولایت" یاد ہے ۔ یورپ کی ولایت ۔

میرے بھائیو! میرا یہ مطلب نہیں ۔ کہ سبھی ایسے ہیں ۔ الحمد للہ کہ ان لوگوں میں باخبر لوگ بھی ہیں ۔ دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ قرآن کا علم و عرفان بھی ہے مگر ایسے لوگ بہت کم ہیں ۔ کثرت السیوں کی ہے ۔ کہ ؎

کیا کہوں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے !

بی ۔ اے کیا نوکر ہوئے پنشن ملی پھر مر گئے

نہ قرآن پڑھا ۔ نہ نماز پڑھی ۔ نہ روزہ رکھا ۔ نہ کوئی اور دینی کام کیا بس دنیا ہی کے چکر میں رہے ۔ اور مر گئے ۔

دانا عورت ہاں تو بھائیو! یہ تھیں پرانے زمانہ کی دانا عورتیں ۔ تو میں بیان کرنے لگا تھا ۔ کہ ایک بزرگ کا گذر ایک پاکباز بڑھیا کے پاس سے ہوا ۔ دیکھا کہ وہ بڑھیا چرخہ کاتنے میں مصروف ہے ۔ سبحان اللہ ! پرانی عورتیں چرخہ

کاتا کرتی تھیں۔ گھر کا کام کاج بھی کرتی تھیں۔ اور نماز روزہ کی بھی پابند ہوتی تھیں۔ اور خدا تعالےٰ ان کی اس پاکیزہ زندگی کی بدولت ان کے گھروں میں برکت پیدا فرمایا کرتا تھا۔ مگر آج کل تو چرخے کی جگہ ٹینس نے لے لی۔ اور گھر کے کام کاج کی جگہ بازاروں میں پھرنے اور نماز روزہ کی جگہ سینما و کلب نے لے لی۔ پھر ایسے میں اگر نحوستیں پیدا نہ ہوں۔ تو اور کیا ہو۔ خدا شاہد ہے کہ پرانی تہذیب کے گھروں میں جو دلی اطمینان۔ سکون اور انبساط و سرور تھا۔ وہ آج کل کے نئے نئے بظاہر دلکش مکانوں میں بالکل مفقود ہے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اس نئی طرز کی زندگی کے ہاتھوں زندگی زندگی نہیں رہی۔ اور ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے کے مطابق آج کل کی زندگی ہزار ہا پریشانیوں کا مجموعہ ہے۔ بھائیو! اچھی زندگی پانے کے لیے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا پر عمل کر کے فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً کے مطابق اپنی زندگی اچھی زندگی بنالو۔

ہاں تو وہ بزرگ ایک ایسی بڑھیا کے پاس سے گذرے۔ جو چرخہ کات رہی تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ کیوں بڑی بی! ساری عمر چرخہ ہی کاتتی رہی ہو۔ یا کوئی دین کی بات بھی سیکھی؟ بڑھیا نے کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ دین کی باتیں بھی سیکھی ہیں۔ فرمایئے! آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا۔ اچھا بتاؤ۔ خدا ہے؟

بڑھیا نے جواب دیا۔ یقیناً ہے۔ پوچھا۔ اس پر کوئی دلیل؟ بولی! اس پر دلیل یہ میرا چرخہ۔ پوچھا یہ کیسے؟ بولی! یہ ایسے۔ کہ یہ میرا چھوٹا سا چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چلتا۔ تو زمین و آسمان کا اتنا بڑا چرخہ کیا بغیر کسی چلانے والے ہی کے چل رہا ہے۔ یقیناً اس کا بھی چلانے والا ہے۔ اور وہی خدا ہے۔

وہ بزرگ اس سادی مگر ٹھوس دلیل سے بڑے خوش ہوئے۔ اور پھر پوچھا! اچھا اب یہ بتاؤ۔ کہ خدا ایک ہے کہ دو؟ بڑھیا بولی۔ ایک۔ پوچھا! اس پر کوئی دلیل؟ بولی اس پر بھی دلیل، یہ میرا چرخہ۔ پوچھا یہ کیسے۔ بولی یہ ایسے۔ کہ اگر اسے چلانے والی دو ہوں۔ تو اگر دونوں اسے ایک ہی طرف چلائیں گی۔ تو چرخہ تیز گھومنے لگے گا۔ اور اگر ایک اس طرف اور دوسری اس طرف چلائے گی۔ تو چرخہ چلے گا نہیں۔ بلکہ ٹوٹ جائیگا

پس میں نے اس سے یہ سمجھا ہے۔ کہ اگر دو خدا ہوتے۔ تو اگر وہ زمین و آسمان کے چرخے کو ایک ہی طرف چلاتے۔ تو زمانہ کی رفتار اس قدر تیز ہو جاتی۔ کہ ۲۴ گھنٹہ کا دن چھ کا رہ جاتا۔ اور اسی طرح رات بھی بہت چھوٹی ہو جاتی۔ اور دن کے بعد رات، رات کے بعد دن جلدی جلدی آنے لگتے۔ اور زمانہ جلد از جلد ختم ہونے لگتا۔ اور اگر ایک خدا اس چرخہ کو اس طرف اور دوسرا دوسری طرف چلاتا۔ تو یہ زمین و آسمان کا چرخہ ٹوٹ پھوٹ جاتا۔ اور یہ نظامِ عالم درہم برہم ہو جاتا مگر آج تک جو یہ نظامِ عالم کا چرخہ ایک ہی جانب اور ایک ہی رفتار سے چل رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ خدا بھی ایک ہی ہے۔

سبحان اللہ! کیا اچھی اور عام فہم دلیل ہے۔ میرے بھائیو! خدا تعالیٰ ہے، اور ایک ہے۔ اس کا انکار یا اس کے ایک ہونے کا انکار کرنا سراسر عقل کے بھی خلاف ہے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ ایسے منکر سے تو ایک بڑھیا ہی اچھی رہی۔

ایک شعر بعض شعر بڑے زوردار اور حقیقت بیان کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور انہیں پڑھ کر بڑا لطف آتا ہے۔ اسی طرح کا ایک شعر یہ بھی ہے کہ ؎

مری ہستی ہے خود شاہد وجودِ ذاتِ باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

سبحان اللہ! کیا اچھا شعر ہے۔ شاعر کہتا ہے۔ کہ کوئی چیز خود بخود پیدا نہیں ہو سکتی۔ تالے کو دیکھئے تو لوہار کا تصور آئے گا۔ زیور دیکھئے تو سنار کا خیال آئے گا۔ کرسی کو دیکھ کر بڑھئی کا وجود تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور سلے ہوئے کپڑے کو دیکھ کر درزی کا وجود ماننا پڑے گا۔ بغیر فاعل کے کسی فعل کا اور بغیر صانع کے کسی صنعت کا پایا جانا محال ہے۔ تو پھر انسان کا اپنا وجود کیا کسی موجود کرنے والے پر شاہد نہیں؟ یقیناً ہے۔ پھر پڑھیئے وہی شعر۔ کہ ؎

مری ہستی ہے خود شاہد وجودِ ذات باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

یعنی میری اپنی ہستی وجودِ باری پر ایک زبردست دلیل ہے اگر خدا نہ ہوتا۔

تو میں بھی نہ ہوتا۔ اور پھر وہ سراسر مصرعہ تو غضب کا ہے۔ کہ یہ ایک ایسی دلیل ہے۔ جو عمر بھر رد نہیں ہو سکتی۔ یعنی جب تک سوئیں ہوں نثب تک وجود باری پر میں جیتی جاگتی اور بولتی ہوئی دلیل ہوں۔ اسی طرح ایک فارسی کا شعر بھی ہے۔ کہ ؎

دل گواہ ہست کہ در پردہ دلآرائے ہست
ہستیٔ قطرہ دلیل ہست کہ دریائے ہست

اللہ ہی اللہ

بھائیو! اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس نے ہمیں اپنے ماننے والوں میں پیدا کیا۔ یہ اسلام کا فیض و کرم ہے۔ کہ اس نے مسلمانوں کے دلوں میں نام اللہ نقش کر دیا۔ اور زبانوں پر یہ نام جاری کر دیا۔ مسلمان کوئی کام کرنے کو کہتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ انشاء اللہ۔ اور کام کرتے وقت پڑھتا ہے بِسْمِ اللّٰہِ کام اچھا ہو تو کہتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دیکھنے کے بعد کہتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ کسی محسن کے احسان کے بدلے کہتا ہے جَزَاکَ اللّٰہُ ملاقات کے وقت کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ چھینک آئی۔ تو کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کسی کی چھینک سنے تو جواب دیتا ہے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ اور کام کرنے لگے تو کہتا ہے تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ گناہوں سے معافی کے لیے کہتا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کسی کو الوداع کہتے وقت کہتا ہے۔ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کسی خوبی کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔ مَاشَاءَ اللّٰہُ کسی بری چیز کو دیکھ کر کہتا ہے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مرنے پر یا کسی دوسرے نقصان پر کہتا ہے اِنَّا لِلّٰہِ الغرض اسلام نے مسلمان کو یہ سکھایا ہے۔ کہ بس اللہ ہی اللہ ہے۔ اور ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور اللہ کے ماننے والوں میں ہیں۔ بھائیو! میں نے جو آیت پڑھی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ۔

اس میں " مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " کے متعلق بیان کرنے سے پہلے میں نے اَللّٰہ کے متعلق کچھ بیان کر دیا ہے۔ اب اس کے بعد اگلے جمعہ میں " مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " کے متعلق وعظ سنیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جَلِيْلِ الصِّفَاتِ رَفِيْعِ الذَّاتِ كَبِيْرِ الشَّانِ. اَلَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ عَلٰی اَصْنَافٍ شَتّٰی وَجَعَلَ اَشْرَفَهَا الْاِنْسَانَ. فَسُبْحَانَهٗ مِنْ اِلٰهٍ عَجَزَتِ الْعُقُوْلُ عَنْ اِدْرَاكِ كُنْهِهٖ وَ تَحَيَّرَتِ النُّفُوْسُ فِیْ دَرْكِ سِرِّهٖ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ. اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ تَفَرَّدَ بِتَدْبِيْرِ الْخَلْقِ عَوْدًا وَّبَدْءًا مِنْ غَيْرِ اَنْصَارٍ وَّاَعْوَانٍ. وَّاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَاحِبُ الْاٰيَاتِ وَالْفُرْقَانِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَمَنْ سَلَكَ سَبِيْلَهُمْ مَّا دَارَ الْقَمَرَانِ.

اَمَّا بَعْدُ

اَيُّهَا الْاِخْوَانُ وَالْخُلَّانُ. وَمَعَاشِرَ الْحُضَّارِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ. تَدَبَّرُوْا فِیْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَ

عَظَمَتِهٖ . وَتَفَكَّرُوْا فِيْ صِفَاتِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَ
لَا تَفَكَّرُوْا فِي اللّٰهِ كَذَا اَمَرَنَا خَاتَمُ اَنْبِيَاءِ الزَّمَانِ
فَمَنْ تَفَكَّرَ فِيْ خَلْقِهٖ وَصِفَاتِهٖ ظَهَرَتْ لَهٗ
يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ وَفَاضَتْ عَلَيْهِ بِحَارُ اللُّطْفِ
وَالْاِمْتِنَانِ. وَمَنْ قَصَدَ الدُّخُوْلَ فِيْ لُجَّةِ
اَسْرَارِ ذَاتِهٖ غَرِقَ فِي الطُّغْيَانِ. اُنْظُرُوْا اِلٰى
مَبْدَأِكُمْ وَاَصْلِكُمْ كَيْفَ خَلَقَكُمْ مِنْ قَطْرَةٍ
نَجِسَةٍ. وَغَيَّرَ فِيْ اَطْوَارِكُمْ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ.
اِلٰى اَنْ اَلْبَسَ خِلْعَةَ الْوُجُوْدِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ
الْمَنَّانِ. خَلَقَكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى. وَجَعَلَكُمْ
شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ شَتّٰى. لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ وَاِنَّ كُلَّ مَا عَلَى الْاَرْضِ فَانٍ.
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ. اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ
لِاُولِي الْاَلْبَابِ وَالْاِتْقَانِ. فَعَلَيْكُمْ اَنْ تَذْكُرُوْهُ
ذِكْرًا كَثِيْرًا. وَتَشْكُرُوْهُ شُكْرًا كَبِيْرًا بِالسِّرِّ وَ

الاعلان. فقد قال الله تبارك وتعالى فاذكروني اذكركم واشكروا لي ولا تكفرون. وقال الله تعالى لئن شكرتم لازيدنكم وورد في الخبر عن النبي صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم عن ربه الملك الديان من ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي ومن ذكرني في مجلسه ذكرني في ملاء ذكرته في ملاء خير منه وهو ملاء ملائكة الرحمن. واعلموا ان في الذكر شفاء من كل داء وحرزا من وساس الشيطان فمن ذكر ربه فر منه عدوه. ومن غفل عن ربه تقرب اليه عدوه بالطغيان. وعليكم بالاكثار من تلاوة القران. والصلوة على حبيب الرحمن فمن صلى عليه واحدة صلى الله عليه عشرا ومن صلى عليه عشرا صلى الله عليه مائة ومن صلى عليه مائة صلى الله عليه الفا ومن صلى عليه الفا صلى الله عليه مائة الف ومن صلى

اللہ کی سراپا تقدم نشان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

بھائیو! کلمہ شریف پر ہمارا ایمان ہے۔ اور ہم سب پڑھتے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی کلمہ شریف کے پڑھنے سے ہم مسلمان ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لینے سے کبھی کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی نہ پڑھے۔ اور یہی وہ مقدس اعلان ہے جو خود خدا تعالیٰ قرآن میں فرما رہا ہے۔ اور فرما رہا ہے۔

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔"

کافروں نے اس مقدس جملہ کا انکار کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نہ مانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بدقسمتوں کے اس انکار پر افسوس فرمایا۔ اور آپ کے دل پر انوار میں کچھ ملال پیدا ہوا تو خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تسلی کی خاطر فرمایا۔ محبوب! ان منکروں کے انکار پر آپ کے دل میں ملال کیوں پیدا ہو۔ آپ پرواہ نہ کیجئے کیا ہوا۔ اگر یہ کافر آپ کو "محمد رسول اللہ" نہیں مانتے اور محمد رسول اللہ نہیں کہتے ہیں۔ میں خدا خود فرماتا ہوں۔

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔"

سبحان اللہ! کیا شان ہے۔ اس پیارے کلمہ کی۔ کہ خود خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان فرما رہا ہے۔ اور فرما رہا ہے۔ "محمد رسول اللہ" محمد اللہ کے رسول ہیں۔

بھائیو! یہی وہ کلمہ ہے۔ جس نے تکمیل ایمان ہوتی ہے۔ اور جس کی بدولت ہمیں توحید پر بھی ایمان نصیب ہوا۔ "محمد رسول اللہ" کے بغیر جو برائے نام توحید ہو۔ وہ توحید ہرگز نہیں۔ ایسی برائے نام توحید تو کئی غیر مسلموں کے پاس بھی ہے۔ خوب یاد

رکھیئے۔ کہ شان میں خدا پہلے ہے۔ اور ایمان میں مصطفےٰ پہلے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک پہلے "محمد رسول اللہ" پر ایمان نہ لایا جائے گا۔ خدا پہ ایمان کا کوئی معنی ہی نہیں۔ ہم اس اللہ کے ماننے والے ہیں۔ جس کا پتہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ ہم اس معبودِ برحق کے آگے جھکنے والے ہیں۔ جس معبود کے آگے "محمد رسول اللہ" جھکے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرات! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بے شمار ہیں۔ حضور نے چاند کے دو ٹکڑے کئے۔ غروب شدہ آفتاب کو لوٹایا۔ درختوں کو بلایا۔ اور وہ چل کر آئے۔ پتھروں سے کلمہ پڑھوایا۔ خشک کھجوروں کو اگایا۔ اتنی طاقت اور اس قدر اختیار و تصرف رکھنے والی ذاتِ بابرکات کو جب ہم نے کسی عظیم ہستی کے سامنے سربسجود دیکھا تو عقل سلیم پکار اٹھی۔ کہ اتنی بڑی شان رکھنے والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم جس کے آگے جھک رہا ہے۔ یقیناً وہ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اور سجدہ کے لائق ہے۔ اور اس کی عبادت لازم ہے۔ گویا اللہ کی معرفت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت حاصل۔ اور انہیں کے صدقہ میں ہم خدا شناس ہوئے۔ ؎

فیض ہے اے رضا احمد پاک کا ۔۔۔ ورنہ تم کیا سمجھتے خدا کون ہے

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز ارشاد

حضرات! آیئے۔ آپ کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ایک ایمان افروز ارشاد سناؤں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"محبت من بحضرت حق سبحانہ ازاں جہت است کہ او تعالیٰ ربِ محمد است"۔ (مکتوبات شریف ص ۲۴۲ جلد ۳)

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت اس لیے ہے۔ کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔" سبحان اللہ! کیا ہی ایمان افروز ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ہمیں کیا خبر تھی۔ اس نے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ اور ہم میں مبعوث فرمایا۔

اور حضور نے ہمیں اللہ کی خبر دی۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ سے جو محبت ہے تو اس لیے کہ وہ ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔ سبحان اللہ! اس ارشاد حق بنیاد سے ایمان تازہ ہوگیا۔ ہمارا پہلا تعلق تو حضور ہی سے ہے۔ حضور کو جانا مانا۔ تو حضور ہی سے ہے۔ حضور کو جانا مانا۔ تو اللہ کی معرفت حاصل ہوئی۔

خدا تعالیٰ کی قسم

بھائیو! یہ ارشاد مجدِدہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ قرآن پاک میں خود خدا تعالیٰ نے ایک جگہ یوں قسم فرمائی ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

"مجھے تیرے رب کی قسم! یہ لوگ کبھی ایماندار نہ ہوں گے۔ جب تک اپنے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں گے۔"

دیکھئے۔ خدا تعالیٰ اپنی ذات کی قسم فرما رہا ہے۔ لیکن کس طرح؟ اس طرح کہ مجھے تیرے رب کی قسم"! یوں نہیں فرمایا۔ کہ مجھے میری اپنی قسم! بلکہ یوں فرمایا۔ کہ مجھے تیرے رب کی قسم! اپنی قسم فرمائی۔ لیکن اس طرح کہ اپنے محبوب کی طرف اپنی ربوبیت کی نسبت فرما کر یوں فرمایا کہ تیرے رب کی قسم! سبحان اللہ! کیا شان ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ ہے تو ہر چیز کا رب۔ اور کائنات کی ہر شے کا وہی رب ہے۔ مگر یہاں اپنی ربوبیت کی نسبت صرف حضور کی طرف فرما کر گویا ظاہر فرمایا۔ کہ میری ربوبیت کا اولین تعلق اسی اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے پھر انہیں کے صدقہ میں دوسری چیزیں بھی پیدا فرمائیں میں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ایک شعر پر تضمین لکھی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے لکھا ہے۔ سے

تیرے صدقہ میں ملیں ہم کو یہ جانیں اپنی
جانِ جاں تم پہ ہوں صدقے یہ ہماری جانیں
ذات تیری ہے نشاں ذات وصفاتِ حق کی
تری اک شان سے ظاہر ہیں خدا کی شانیں

تیری چشمانِ مکرّم ہیں کرم کے چشمے
اور ترے کان ہیں فریاد رسی کی کانیں
رفعتِ نور بیاں کرلے بشیر حنا کی
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا!

خدا کے ساتھ حضرات! حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک دیکھئے۔ کلمہ شریف میں خدا کے ذکر کے ساتھ ہی موجود ہے۔ اللہ نے اپنے محبوب پاک کو ہر جگہ اپنے ساتھ رکھا ہے۔ کوئی لاکھ چاہے کہ اس ذکر کو ذکر حق سے جدا ثابت کیا جائے۔ مگر ــــ "ایں خیال است ومحال است وجنوں"۔ ؎

ذکرِ خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک کلمہ شریف میں خدا کے ذکر کے ساتھ ہے۔ اذانوں میں ساتھ ہے۔ نمازوں میں ساتھ ہے۔ دعاؤں میں ساتھ۔

بھائیو! سب جانتے ہیں۔ کہ فرائض کا تعلق خدا سے ہے۔ جس بات کا خدا نے حکم دیا ہو۔ وہ فرض ہے۔ اور سنت نام ہے۔ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقِ مبارک کا۔ اب آیئے! ذرا اس معیت کا نظارہ کیجئے۔ کہ وضو کے چار فرض ہیں۔ ہاتھ، منہ اور پیروں کا دھونا۔ سر کا مسح کرنا۔ ہاتھ دھونے فرض، اور تین تین بار دھونے سنت۔ منہ دھونا فرض۔ اور تین مرتبہ دھونا سنت، پیر دھونے فرض، اور تین بار دھونے سنت۔ مسح چوتھائی حصہ سر کا کرنا فرض۔ اور پورے سر کا مسح کرنا سنت۔ گویا سنت ہر جگہ فرض کے ساتھ ساتھ ہے۔ اسیطرح نماز کو دیکھئے۔ نماز میں رکوع فرض ہے۔ اور اس میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھنا سنت۔ سجدہ فرض ہے۔ اور اس میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھنا سنت۔

علمی معمہ بھائیو! آج کل معموں کا رواج عام ہے اور یہ معمے بھی آج کل کے

مذاق کے مطابق ہوا کرتے ہیں۔ ان معموں کا تعلق ایکٹروں اور ایکٹرسوں اور ملکوں شہر کے ناموں سے تعلق ہوتا ہے۔ اور ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا عام مذاق بھی علمی اور فقہی ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ پرانے زمانہ کے علمی معموں میں سے ایک معمہ یہ بھی ہے۔ کہ

"بتایئے نماز فرض سے شروع کی جاتی ہے یا سنت سے؟"

اس کا جواب اگر آپ یہ دیں۔ کہ فرض سے تو ہم کہیں گے غلط۔ اور اگر آپ جواب یہ دیں۔ کہ سنت سے تو ہم کہیں گے۔ یہ بھی غلط۔

پھر اس کا صحیح حل کیا ہے؟ تو سنئے! اس علمی معمہ کا صحیح حل یہ ہے۔ کہ نماز بیک وقت فرض و سنت دونوں ہی سے شروع کی جاتی ہے۔

اور وہ اس طرح کہ نماز کی تکبیر تحریمہ فرض ہے۔ اور ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنا سنت ہے۔ اور دیکھ لیجئے۔ نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ اور ہاتھوں کے اٹھانے کا وقوع بیک وقت ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ تو گویا نماز فرض اور سنت دونوں ہی سے شروع کی جاتی ہے۔

حضرات! میرے اس بیان سے ثابت ہو گیا۔ کہ جس طرح کلمہ شریف میں لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ ہی ساتھ "محمد رسول اللہ" بھی موجود ہے اسی طرح ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ اللہ کے ساتھ ہی ساتھ ہیں۔ بے شک حضور خدا نہیں ہیں۔ لیکن بخدا خدا سے جدا بھی نہیں ؎

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانئے کیا ہو

بھائیو! جو کلمہ پڑھتا ہے۔ اسے تو یہ حقیقت ماننا ہی پڑے گی کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اللہ سے جدا نہیں ہیں۔

لا الٰہ الا اللہ

حضرات! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں اللہ کی توحید کا علم بلند کرنے کو تشریف لائے چنانچہ ابھی آپ کا بچپن شریف تھا۔ اور آپ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔

تو حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بات کرنا شروع کی۔ تو میں نے سنا۔ کہ آپ فرما رہے ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔

اور حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ کہ ایک رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہلتے دیکھے۔ تو میں نے سنا۔ آپ فرما رہے ہیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا
تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ۔

"یعنی لا الہ الا اللہ۔ آنکھیں سو گئیں۔ اور رحمٰن کو نہ اونگھ آتی ہے۔ نہ نیند"۔ (مدارج النبوۃ ص۱۳ جلد ۲)

سبحان اللہ! یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن شریف ہے۔ بھائیو! ذرا سوچو تو۔ ہم اس عظیم سرکار کے امتی ہیں۔ جنہوں نے بات کرنا شروع کی۔ تو اللہ اکبر اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ سے۔ اور آج ہم ان کے امتی ہو کر اس قدر غفلت شعار ہو گئے ہیں۔ کہ ہمارا بچہ بات کرنا گالیوں سے شروع کرتا ہے۔ اور ہم ہیں کہ بجائے افسوس کے اس کے گالی دینے پر مٹھائی بانٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں۔ پھر ایسا بچہ بڑا ہو کر کلمہ شریف کیسے یاد کر سکے گا۔ اسے تو گالیاں یا فلمی گانے ہی یاد ہوں گے۔

لطیفہ: افیمیوں کا ایک لطیفہ ہے۔ کہ دو افیمی ایک روز آپس میں ملے۔ تو ایک نے کہا بھئی! مجھے نہانے کی ضرورت ہو تو میں تو بڑی جلدی نہا لیتا ہوں مجھ سے جلدی کوئی نہیں نہا سکتا دوسرے نے کہا۔ بالکل غلط۔ مجھ سے جلدی کوئی نہیں نہا سکتا۔ پہلے نے کہا میں صابن بھی نہیں لگاتا۔ دوسرے نے کہا۔ اجی میں پانی بھی نہیں لگاتا۔

کچھ اسی طرح کا قصہ آج کل کے ماڈرن مسلمانوں کا بھی ہے کہ ایک کہتا ہے۔

میں بڑا ترقی یافتہ مسلمان ہوں۔ دوسرا کہتا ہے۔ مجھ سے بڑھ کر کوئی ترقی یافتہ نہیں ہو سکتا۔ پہلا کہتا ہے۔ میں نماز نہیں پڑھتا۔ دوسرا کہتا ہے۔ ابھی میں کلمہ بھی نہیں پڑھتا۔ بھائیو! آج کل ایسے لوگ بھی ہیں، جو نام کے مسلمان ہیں۔ مگر کلمہ تک بھی پڑھنا، انہیں نہیں آتا خدا تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین۔

ہاں تو بھائیو! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا سے انتہا تک ساری عمر شریف میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی تبلیغ فرمائی۔ اور ایک دنیا سے لا الٰہ الا اللہ پڑھا دیا۔ سارے فرش زمین پر اس نعرہ کی گونج پیدا فرمادی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ادائے پاک پر خوش ہو کر فرمایا۔ پیارے تو نے فرمایا ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ - اور میں فرماتا ہوں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

تو نے فرش پر میرے نام کا چرچا کیا۔ میں نے عرش پر تیرے نام کا ڈنکا بجایا۔

لا الٰہ الا اللہ تیرا ارشاد۔ اور محمد رسول اللہ میرا ارشاد۔ یہ دونوں ارشاد مل کر ایک ”کلمہ شریف“ ہیں۔ اور جو امن و سلامتی کا خواہاں ہے، اور ایمان لانا چاہتا ہے۔ وہ یوں کہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

ورنہ اس اس کے کسی نیک عمل کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ اور اس کے لیے نجات نہیں

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الرَّبِّ الْحَکِیْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ الْاَلِیْمِ۔ الَّذِیْ بَعَثَ لِھِدَایَةِ خَلْقِہٖ رُسُلًا وَّ اَنْبِیَآءَ وَخَصَّھُمْ بِمَزِیْدِ التَّکْرِیْمِ

وَجَعَلَ الْعُلَمَآءَ وَالْفُقَهَآءَ وَرَثَةً لَهُمْ لَمْ يَرِثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّاِنَّمَا وَرِثُوْا طُرُقَ التَّعَلُّمِ وَالتَّعْلِيْمِ. فَسُبْحَانَهٗ مِنْ اِلٰهٍ لَمْ يُعَذِّبْ اُمَّةً مِّنَ الْاُمَمِ اِلَّا بَعْدَ اَنْ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ مَنْ يَّهْدِيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالسَّبِيْلَ الْقَوِيْمَ. وَلَمْ يَاْخُذْ عِبَادَهٗ عَلٰى غَفْلَةٍ بَلْ رَفَعَ عَنْهُمُ الْخَطَآءَ وَالنِّسْيَانَ وَهُوَ بِهِمْ حَلِيْمٌ. اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَاحِبُ الْخُلُقِ الْعَظِيْمِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الَّذِيْنَ هُمْ كَالسَّفِيْنَةِ وَالنُّجُوْمِ مَنْ تَمَسَّكَ بِهِمْ اِسْتَحَقَّ الثَّوَابَ الْمُقِيْمَ.

اَمَّا بَعْدُ

فَيَا اَيُّهَا النَّاسُ تَنَبَّهُوْا مِنْ نَوْمِ الْغَفْلَةِ ۔ وَ

اِجْتَهِدُوْا فِی التَّنَبُّهِ وَالْيَقْظَةِ. تَدْخُلُوْا دَارَ
النَّعِيْمِ. وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ
مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَيْهِمَا
وَلَا تَعْتَمِدُوْا عَلَى الرَّاْیِ السَّقِيْمِ. وَاَدِّبُوْا
اَوْلَادَكُمْ وَعَلِّمُوْا اَزْوَاجَكُمْ وَعَشَائِرَكُمْ
مَا يَنْفَعُ لَهُمْ مَا يَضُرُّهُمْ وَيُدْخِلُهُمْ فِی الْعَذَابِ
الْاَلِيْمِ. وَمُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالشَّرَائِعِ لَا سِيَّمَا
الصَّلٰوةُ الَّتِیْ هِیَ عِمَادُ التَّسْلِيْمِ. وَاهْتَمُّوْا
بِهٖ عِنْدَ بُلُوْغِهِمْ سَبْعًا وَّاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهِ
عِنْدَ بُلُوْغِهِمْ عَشْرًا كَذَا ثَبَتَ عَنْ نَبِيِّنَا
صَاحِبِ الْاٰيَاتِ وَالْفَخْرِ الْجَسِيْمِ. وَعَلَيْكُمْ
بِالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفَاتِ وَالنَّهْیِ عَنِ الْمُنْكَرَاتِ
فَمَنْ تَرَكَ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْكَرِ
فَهُوَ مُعْتَدٍ اَثِيْمٌ. وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا

عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓئَ
إِلَى الطَّرِيْقِ الْمُسْتَقِيْمِ. وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا
تَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا
عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا بِصَادِقِ اللِّسَانِ وَالْقَلْبِ
الصَّمِيْمِ. وَأَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ لَا يَزِيْدُ
بِهِ التَّوَدُّدُ بَيْنَكُمْ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا
الْأَرْحَامَ. وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ
وَحَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا وَاسْئَلُوا
اللّٰهَ الدُّمُوْعَ فِي الْخَلَوَاتِ. حَسْرَةً عَلٰى مَا فَاتَ
مِنَ الْخَيْرَاتِ. وَنَدَامَةً عَمَّا صَدَرَ مِنَ
السَّيِّئَاتِ. لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْحَمُكُمْ وَيُظِلُّكُمْ
يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ الْعَظِيْمِ
وَادْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً. وَاسْتَغْفِرُوْهُ
فِيْ كُلِّ وَقْتٍ وَّلَمْحَةٍ عَسٰى أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ ذُنُوْبَكُمْ
وَيُنَجِّيَكُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَلِيْمِ. وَقُوْلُوْا مِنَ

الْقَلْبِ الصَّمِيْمِ اَللّٰهُمَّ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ ۔
اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا يَا
كَرِيْمُ. بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ
وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ. اِنَّهٗ
تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

جمادی الثانی کے تیسرے جمعہ کا وعظ بعنوان

مشہود الکل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْمَعْبُوْدِ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدِ نِ الشَّاهِدِ الْمَشْهُوْدِ. وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ قَدْ وَجَدُوْا مِنَ اللّٰهِ الْفِرْدَوْسَ دَارَ الْخُلُوْدِ.

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ. (پ٢٦ ع١٢)

محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

ہاں تو بھائیو! خود اللہ نے "محمد رسول اللہ" فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ کا ساری کائنات میں ڈنکا بجا دیا۔ پھر جس کی رسالت کا خدا خود اعلان فرمائے اس کا انکار کیوں موجب عذاب نہ ہو۔ بھائیو! حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار جنوں اور انسانوں میں سے ہی ازلی بدقسمتوں کافروں نے کیا۔ ورنہ حضور کی رسالت کی گواہی تو جانوروں تک نے دی۔

گوہ کی گواہی ہے | چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت [illegible]

فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں (صحابہ کرام علیہم الرضوان) میں تشریف فرما تھے۔ کہ بنی سلیم کے قبیلہ کا ایک اعرابی آیا اس نے ایک گوہ کا شکار کیا تھا۔ اور وہ گوہ زندہ ہی اس کے پاس موجود تھی۔ وہ اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا۔

وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی لَا اٰمَنْتُ بِكَ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِكَ هٰذَا الضَّبُّ

"مجھے لات وعزّیٰ کی قسم۔ جب تک یہ گوہ تم پر ایمان نہ لائے گی میں کبھی تم پر ایمان نہ لاؤں گا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے خطاب فرمایا۔ اور فرمایا۔

یَا ضَبُّ ۔اے گوہ!

گوہ نے فصیح عربی میں جواب دیا:۔

لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

"حاضر ہوں اے رب العالمین کے رسول"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ تَعْبُدُ تو کس کی عبادت کرتی ہے؟

اُس نے جواب دیا۔

اَلَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُهٗ وَفِی الْاَرْضِ سُلْطَانُهٗ وَفِی الْبَحْرِ سَبِیْلُهٗ وَفِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ وَفِی النَّارِ عَذَابُهٗ

اس کی! آسمان پر جس کا عرش ہے۔ زمین میں جس کی حکومت ہے۔ سمندر میں جس کا راستہ ہے۔ جنت میں جس کی رحمت ہے۔ اور جہنم میں جس کا عذاب ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا۔

وَمَنْ اَنَا ۔ میں کون ہوں؟

گوہ نے جواب دیا۔

اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ وَقَدْ خَابَ مَنْ كَذَّبَكَ ۔

"آپ رب العالمین کے رسول ہیں۔ اور خاتم النبیین ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی نجات پاگیا۔ اور جس نے آپ کو جھٹلایا۔ اس نے نقصان پایا"

گوہ کی اس گواہی سے وہ اعرابی بے ساختہ پکار اٹھا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

(حجۃ اللہ علی العالمین صـ۴۶۵)

ایک ہرنی ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگل میں تشریف لے گئے۔ اچانک آپ نے سنا کہ کوئی یوں پکار رہا ہے

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، تو کوئی نظر نہ آیا۔ پھر آپ نے دیکھا، کہ ایک ہرنی ہے۔ جو جال میں پھنسی ہوئی ہے اور فصیح عربی زبان میں کہہ رہی ہے۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر وہ ہرنی پھر بولی۔

اُدْنُ مِنِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ حضور میرے قریب آیئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب پہنچے۔ اور فرمایا۔

مَا حَاجَتُكِ تمہاری کیا حاجت ہے؟

ہرنی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے دو بچے اس پہاڑ میں ہیں۔ میں جال میں پھنس گئی ہوں۔ مجھے اس جال سے رہا فرما دیجئے۔ تاکہ ان بچوں کو دودھ پلا آؤں۔ دودھ پلا کر پھر واپس آجاؤں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سچ کہتی ہو۔ آجاؤ گی نا؟ بولی ہاں حضور آجاؤں گی نہ آؤں تو اللہ مجھے عذاب میں ڈالے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رہا کر دیا۔ ہرنی گئی۔ اور بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جال میں پھر باندھ دیا۔ شکاری نے جو یہ سارا قصہ دیکھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے

لگا۔ یارسول اللہ! آپ مجھے کچھ ارشاد فرمانا چاہیں تو فرمائیں۔ حضور نے فرمایا۔ اس ہرنی کو آزاد کر دو۔ شکاری نے کہا۔ بہت اچھا یارسول اللہ! چنانچہ اس نے ہرنی کو جال سے آزاد کر دیا۔

فَخَرَجَتْ تَعْدُوْا وَهِيَ تَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ........ ــــــ ہرنی جال سے نکلتے ہی دوڑی اور دوڑتے ہوئے کہتی جاتی تھی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۴۶)

اونٹ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ کہ ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ! میرا اونٹ دیوانہ ہو گیا ہے۔ کسی کو پاس نہیں پھٹکنے دیتا۔ اور ہم نے اسے ایک باغ میں باندھ رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چلو میں وہاں چلتا ہوں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے۔ جب باغ میں داخل ہونے لگے۔ تو غلاموں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اونٹ دیوانہ ہے۔ ہمیں ڈر ہے۔ آپ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ حضور نے فرمایا۔ ڈرو نہیں۔ چلو اندر چلیں۔ چنانچہ حضور نے باغ کے اندر قدم مبارک رکھا۔ تو اونٹ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دور ہی سے دیکھ کر اپنا سر سجدہ میں ڈال دیا۔ نکیل لاؤ اور اسے نکیل ڈال کر باندھ لو۔ اب یہ کچھ نہ کہے گا۔ چنانچہ آسانی سے اس پر قابو پا لیا گیا۔ یہ واقعہ دیکھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

كَاَنَّهٗ عَلِمَ اَنَّكَ نَبِيٌّ ۔ گویا اونٹ جانتا ہے۔ کہ آپ نبی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا بَيْنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ يَعْلَمُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ اِلَّا عَاصِيَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ .... آسمان سے لے کر زمین تک ہر کوئی جانتا ہے۔ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ مگر جنوں اور انسانوں میں جو نافرمان ہیں

وہی مجھے رسول اللہ نہیں جانتے (رحمۃ اللہ علی العالمین ص۲۵۸)

بچپن شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن شریف میں ایک بار گھر سے نکلے۔ تو پھر گھر تشریف نہ لائے۔ آپ کے متعلقین نے سمجھا۔ کہ حضور گم ہو گئے ہیں۔ چنانچہ آپ کی تلاش شروع ہوئی۔ ایک صاحب اونٹنی پر سوار ہو کر حضور کی تلاش کر رہے تھے۔ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے استراحت فرما نظر آئے۔ اس نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ اور پھر اونٹنی کو جو اٹھایا۔ تو اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے بٹھایا۔ تو اونٹنی اٹھ بیٹھی۔ (رحمۃ اللہ علی العالمین ص۲۶۸)

گویا اونٹنی نے امام الانبیاء کا پیچھے بیٹھنا گوارا نہ کیا۔ اسے علم تھا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور رسولوں کے پیشوا۔ پھر جو پیشوائے رسل ہو۔ وہ پیچھے کیوں بیٹھے۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

گویا تھی اس اونٹنی کی یہ صدا
بے خبر سرکار کو آگے بٹھا
جب تلک آگے نہ بیٹھیں گے نبی
میں قیامت تک نہ اٹھوں گی کبھی

میرے بزرگو۔ دوستو۔ اور عزیزو! اس مختصر سے وقت میں میں کیا کیا بتاؤں۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہر چیز "رسول اللہ" جانتی اور مانتی تھی۔ اور مانتی ہے۔ ہاں مگر جنوں اور انسانوں میں سے جو کافر ہیں۔ وہی اس حقیقت کے منکر ہیں۔

یہ تو حیوانات کے چند واقعات ہیں۔ جمادات و نباتات شجر و حجر سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے رہے۔ اور حضور کی رسالت کی گواہی دیتے رہے۔ حدیث شریف آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے احد پہاڑ کو دیکھ کر فرمایا۔

اُحد پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

سبحان اللہ! کیا شانِ رسالت ہے۔ کہ ایک پہاڑ بھی حضور سے محبت رکھتا ہے۔ وہ جانتا تھا۔ کہ یہ رسول اللہ ہیں۔ اسی لیے وہ رسول اللہ سے محبت کرنے لگا۔ میرے بھائیو! جو شخص حضور کا منکر ہے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے اور جس کے دل میں حضور کی محبت نہیں۔

وہ پتھروں سے بھی بدتر ہے۔

غیب کی بات میرے بھائیو! جس ذات بابرکات کا علم ایسا ہو کہ پتھروں کے دل کی بات بھی جان جائیں۔ اس سے بھلا ماؤشما یا ہماری کوئی بات پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ سب کچھ جانتے ہیں۔ لیکن جو جانتے ہیں وہی مانتے ہیں۔ اور جو نہیں مانتے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس علم کو نہیں مانتے۔

بھائیو! ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہر بات کو اور ہمارے دلوں کے اسرار کو بھی جانتے ہیں۔ یہ تو حضور کی بات ہے۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے حضور کے غلاموں اولیاء کرام کے لیے لکھا ہے کہ ؎

بلکہ قبل از زادنِ تو سالہا ہم چنیں دانند بچندیں حالہا

"یعنی یہ اللہ والے تیری پیدائش سے بھی کئی سال پہلے تیرے سارے احوال جانتے ہیں"

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شاعر ایک نعت لکھ کر لائے۔ اور سنانے لگے۔ نعت میں اس قسم کے اشعار تھے "یارسول اللہ! میں آپ کے فراق میں دن رات روتا ہوں۔ رات کی نیند اڑ گئی۔ کھانا پینا چھوٹ گیا" اعلیحضرت نے سن کر فرمایا۔ کہ شاعر صاحب! اگر واقعی حضور کے عشق میں آپ کا یہ حال ہے۔ تو آپ اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ اور اگر آپ کا یہ حال نہیں۔ تو یہ سارا کلام جھوٹ ہے۔ اور جھوٹ بھی اس بارگاہ میں جنہیں پتھروں اور جانوروں کے دل کا بھی حال معلوم ہے۔

ہاں تو بھائیو! اللہ تعالیٰ نے "محمد رسول اللہ" فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان فرما دیا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق سچے دل سے پڑھتے ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ــــ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اگلے جمعہ میں وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کے متعلق وعظ سنیئے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. خَالِقِ كُلِّ مَكَانٍ وَمَكِيْنٍ. مُدَبِّرِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرَضِيْنَ. اَحْمَدُهٗ حَمْدًا كَثِيْرًا كَحَمْدِ الشَّاكِرِيْنَ. وَاَشْكُرُهٗ شُكْرًا كَثِيْرًا فِيْ كُلِّ حِيْنٍ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا مُعِيْنَ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ

مُعَاشِرَ الْحَاضِرِيْنَ. اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ. وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى فَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ
مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَيَجْعَلْهُ مِنَ الْفَالِحِيْنَ
وَاشْكُرُوا اللّٰهَ عَلٰى نَعْمَائِهٖ وَاحْمَدُوْهُ عَلٰى
اٰلَائِهٖ فَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ
وَتَذَكَّرُوْا يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى وَ
يَتَبَرَّزُ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ
لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ. ذَاكَ يَوْمٌ تُفْضَحُ فِيْهِ الْخَلَائِقُ
وَتَكْشِفُ فِيْهِ اَسْتَارُ السَّاتِرِيْنَ. وَيُسْئَلُ
فِيْهِ كُلُّ عَبْدٍ عَنْ كُلِّ فِعْلٍ وَّقَوْلٍ وَيُحَاسِبُ
عَلٰى كُلِّ طَوْلٍ وَّحَوْلٍ. وَّيُخَاصِمُ فِيْهِ الرَّجُلُ
مَعَ زَوْجَتِهٖ وَالْاَخُ مَعَ اَخِيْهِ وَالْوَلَدُ مَعَ وَ
الِدَيْهِ وَالْوَالِدَانِ مَعَ الْبَنَاتِ وَالْبَنِيْنَ وَ
يُعْطٰى فِيْهِ كُلُّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ. وَيُوَفّٰى كُلُّ
مُسْتَحِقٍّ مَا اسْتَحَقَّهٗ. وَيُنَادِيْ مُنَادٍ اَلَا لَعْنَةُ
اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ. فَاللّٰهَ اللّٰهَ. عِبَادَ اللّٰهِ اِتَّقُوْا

اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ. وَلَوْ کَلُوْا عَلَی اللّٰہِ فِیْ کُلِّ الْاُمُوْرِ. وَاصْبِرُوْا عَلَی الدُّھُوْرِ. فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ. وَقُوْلُوْا مِنْ صَمِیْمِ الْفُؤَادِ مَعَ التَّضَرُّعِ وَالْاَنِیْنَ. یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. بَارَکَ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ. وَنَفَعَنَا وَاِیَّاکُمْ بِالْاٰیَاتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ. اِنَّہٗ تَعَالٰی جَوَادٌ کَرِیْمٌ مَلِکٌ بَرٌّ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ.

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

جمادی الثانی کے چوتھے جمعہ کا وعظ بعنوان

چار یار رضی اللہ عنہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا۔ (پ ۲۶ ع ۱۲)

"محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تو انہیں دیکھے گا۔ رکوع کرتے۔ سجدہ میں گرتے۔ اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔"

حضرات! "محمد رسول اللہ" کے متعلق وعظ آپ سن چکے۔ اللہ تعالیٰ نے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بیان فرمایا ہے اور وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے انہیں پاک لوگوں کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ ویسے تو وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان ہی مراد ہیں۔ مگر اہلِ لطائف نے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ میں سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان بالعموم اور چار یارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت ابوبکر صدیق حضرت فاروق اعظم حضرت عثمان ذوالنورین۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بالخصوص مراد ہیں۔ اور وہ

اس طرح کہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ میں جس معیت کا ذکر ہے ۔ وہ اشارہ ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت رسول فی الغار کی طرف ۔ اور اس سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی عنہ ہیں ۔ اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ میں کافروں پر جس شدت و غلظت کا ذکر ہے وہ اشارہ ہے ۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دبدبہ و جلال کی طرف ۔ اور اس سے مراد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں ۔ اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ میں جس رحمت و شفقت کا ذکر ہے وہ اشارہ ہے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی رحمت بھری طبیعت کی طرف اور اس سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہے اور تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا میں جس رکوع و سجود کا ذکر ہے ۔ وہ اشارہ ہے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے کمال زہد و عبادت کی طرف ۔ اور اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں

بھائیو ! قرآن پاک ایک جامع کلام ہے ۔ جہاں اس آیت شریفہ سے سارے صحابہ کرام کے فضائل بالعموم ظاہر ہو رہے ہیں ۔ وہاں چار یاران مصطفٰے کے فضائل بالخصوص نظر آتے ہیں ۔

ثَانِیَ اثْنَیْنِ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکی ہے ۔ شب ہجرت غار میں آپ ہی کو معیتِ رسول کا شرف حاصل ہوا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو ثانی اثنین کا خطاب عطا فرمایا ۔ اور آپ عرش و فرش پر " یار غار " کے پیارے نام سے معروف ہو گئے ۔ اور آج کسی جانی رفیق اور مخلص دوست کو جب یاد کیا جاتا ہے ۔ تو اسے " یار غار " کہا جاتا ہے گویا یہ لفظ انتہائی رفاقت و معیت اور گہری محبت کی ایک علامت بن چکا ہے ۔ اور حقیقت بھی یہی ہے ۔ کہ جو گہری اور سچی محبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی ۔ وہ صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کا حصہ تھا ۔ ؎

یار کے نام پہ مرنے والا سب کچھ صدقے کرنے والا
منزلِ صدق و عشق کا رہبر
رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس سچے رفیق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا۔

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا

اگر میں اپنے رب کے سوا کسی دوسرے کو خلیل بناتا۔ تو ابوبکر کو بناتا (مشکوٰۃ شریف ص۵۴۸)

سبحان اللہ! کیا شانِ صدیق ہے۔ فرمایا۔ کہ میرا خلیل صرف میرا رب ہے۔ اور اگر رب کے سوا میرے لیے اس منصب کا کوئی اور اہل ہو سکتا تو وہ ابوبکر صدیق ہیں۔ بھائیو! اسی ایک حدیث سے صدیق اکبر کی معیت و رفاقت کی عظمت ظاہر ہے۔ کہ اتنا بڑا منصب اگر رب کے سوا کسی اور کے لیے ہوتا۔ تو وہ صرف صدیق اکبر ہی تھے۔

دوسرے ایک ارشاد میں فرمایا:۔

اِنَّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ

اے ابوبکر میری امت میں سب سے پہلے جو جنت میں داخل ہوگا۔ وہ تم ہو (مشکوٰۃ شریف ص۵۴۹)

بھائیو! یہ حقیقت ہے۔ کہ اللہ کے رسولوں اور نبیوں کے بعد ساری کائنات میں سب سے بڑے مرتبہ والے اور سب سے زیادہ شان والے حضرت صدیق اکبر ہی ہیں رضی اللہ عنہ ؎

بیاں ہو کس زباں سے مرتبہ صدیق اکبر کا　　ہے یارِ غار محبوبِ خدا صدیق اکبر کا
رسل اور انبیاء کے بعد جو افضل ہے عالم سے　　یہ عالم ہی ہے کس کا مرتبہ صدیق اکبر کا

اور بھائیو! ذرا اس ثانی اثنین کی معیت و رفاقت کا نظارہ تو کرو۔ کہ ساری عمر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کے بعد وصال شریف کے بعد اپنے محبوب کی رفاقت نہیں چھوڑی اور اپنے محبوب کے قدموں ہی میں لیٹے نظر آرہے ہیں ؎

مقامِ خواب راحت چین سے آرام کرنے کو
بنا پہلوئے محبوبِ خدا صدیق اکبر کا!!

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرات! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ سارے عالم میں مشہور ہے۔ آپ کا نام نامی سن کر بڑے بڑے کافروں کے حوصلے پست ہو جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت فاروق سے فرمایا۔

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ (مشکوۃ شریف ص۵۲۹)

"یعنی اے عمر بن الخطاب! مجھے خدا کی قسم! جس راستے سے تم گذر جاؤ۔ شیطان اس راستے سے نہیں گذرتا۔"

مطلب یہ کہ تمہارا دبدبہ و جلال اور کفر پر تمہارا رعب اتنا غالب ہے۔ کہ تمہارے راستے سے گذرتے ہوئے شیطان بھی کانپتا ہے۔ بھائیو! جس مردِ حق سے کافروں کا پیشوا شیطان بھی ڈرتا ہو۔ بھلا اس کے نام سے خود کافر کیوں لرزہ براندام نہ ہوں گے ؎

شیاطین مضمحل ہیں تیرے نامِ پاک کے ڈر سے
نکل جائے نہ کیوں فجارِ بد اطوار کا دم سا
حسن در عالمِ پستی سرِ رفعت اگر داری
بیا فرقِ ارادت بر درِ فاروقِ اعظم سا

ذوالنورین رضی اللہ عنہ حضرات! حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی رحمت بھری اور منبع شرم و حیا ذاتِ بابرکات کی شان بھی سنیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے گھر میں لیٹے ہوئے تھے۔ اور آپ کی ران مبارک یا پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اور پنڈلیاں مبارک ویسے ہی اپنے حال پر رہنے دیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو بھی حضور نے پنڈلیوں کو اسی حال پر رہنے دیا اور گفتگو فرماتے رہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے۔ اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور پنڈلیوں پر کپڑا اوڑھ لیا۔ جب وہ واپس تشریف لے گئے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ! صدیق اکبر حاضر ہوئے۔ تو آپ نہیں ہلے۔ حضرت عمر حاضر ہوئے تو نہیں ہلے۔ اور حضرت عثمان آئے۔ تو آپ نے جھٹ پنڈلیاں ڈھانپ لیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَا اَسْتَحِیْ مِنْ رَجُلٍ یَسْتَحِیْ مِنْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ (مشکوٰۃ شریف ۵۶۱)

"کیا میں اس شخص سے شرم نہ فرماؤں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔"

سبحان اللہ! کیا شان ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور اللہ کے سارے فرشتے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شرم فرماتے ہیں۔

رسول کا ہاتھ

میرے بزرگو۔ دوستو۔ اور عزیزو۔ بیعت رضوان کے موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ شریف میں تھے۔ اور جب صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اپنے اپنے ہاتھ دے کر بیعت کی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا ہی ایک ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام میں ہیں۔ لہٰذا میں اپنے اس ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر اس کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۳)۔

سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا۔ اس سے بڑھ کر آپ کی اور فضیلت کیا ہوگی ؎

اللہ سے کیا پیار ہے عثمان غنی کا
محبوب خدا یار ہے عثمان غنی کا

جامع القرآن

حضرات! سب جانتے ہیں۔ کہ قرآن حضرت عثمان کے ہاتھ سے جمع ہوا ہے۔ ذرا خدا کی حکمت تو دیکھئے۔ کہ قرآن جو اللہ کا کلام ہے۔ اسے خود اللہ ہی کے ہاتھ نے جمع فرمایا۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ تو ہاتھ سے پاک ہے۔ ہاں اس نے اپنے محبوب کے ہاتھ کو "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" فرما کر اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ اور حضرت عثمان کے ہاتھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ تو قرآن جو حضرت عثمان کے ہاتھ سے جمع ہوا۔ اس نسبت سے گویا اللہ ہی کے ہاتھ سے جمع ہوا ہے۔ ؎

جس آئینہ میں نورِ الٰہی نظر آئے
وہ آئینہ رخسار ہے عثمان غنی کا

حضرت علی رضی اللہ عنہ

میرے بھائیو! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کا بیان بھی سنیئے۔ سبحان اللہ! عرش وفرش میں شیرِ خدا کے مبارک لقب سے مشہور ہیں۔ اور واقعی ہیں بھی شیرِ خدا مشکل کشا۔ اور زہد وعبادت کے بادشاہ۔ سب جانتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہوئے قدم مبارک میں تیر لگ گیا۔ مگر اس کا احساس تک نہ فرمایا۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے عبادت وتقویٰ کی۔ اور آپ کی رفعت وعظمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ظاہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ (مشکوٰۃ شریف ۵۶۵)

جس کا میں مولا ہوں، علی بھی اس کا مولا ہے۔

گویا جس کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اس کے دل میں ضرور ہوگی۔ اور جس کا دل حُبِّ علی سے خالی ہے۔ اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار یار بڑی شانوں اور عظمتوں کے مالک ہیں۔

ترتیبِ خلافت

میرے بھائیو! آیت مذکورہ میں ترتیب خلافت کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔ پہلے ابوبکر۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ پھر عمر اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ پھر عثمان رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ پھر علی تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا رضی اللہ عنہم۔

اہل لطائف نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حروفِ تہجی "الف" سے شروع ہوتے ہیں۔ اور "ی" پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح خلافت بھی ابوبکر کے "الف" سے شروع ہوئی۔ اور علی کی "ی" پر ختم ہو گئی۔ پڑھیے درود شریف۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان پاک لوگوں کی محبت سے سینہ معمور اور پُرنور رکھے اور ان کے بغض سے دُور رکھے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اس کے بعد دوسری اذان اور پھر

پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَجَزَتْ عَنْ اِدْرَاكِ كُنْهِهٖ
الْعُقُوْلُ وَالْاَوْهَامُ. وَتَحَیَّرَتْ فِیْ دَرْكِ سِرِّهٖ
الْمَدَارِكُ وَالْاَفْهَامُ. جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ وَعَظَمَتْ
سَطْوَتُهٗ یُقَلِّبُ اللَّیَالِیْ وَالْاَیَّامَ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ
وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ. فَسُبْحَانَهٗ مِنْ اِلٰهٍ
تَفَرَّدَ بِخَلْقِ الْخَلْقِ وَحُسْنِ الْاِنْتِظَامِ. اَشْهَدُ
اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ فِی
النَّظْمِ وَالْاَحْكَامِ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَاحِبُ الشَّفَاعَةِ
وَالْمَقَامِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلَّمَ.

اَمَّا بَعْدُ

فَیَا اَیُّهَا الْاِخْوَانُ وَالْخُلَّانُ اِلٰی مَتٰی هٰذَا
التَّمَادِیْ فِی الْغَفْلَةِ اِلٰی مَتٰی هٰذَا الْاِنْهِمَاكُ

فِی قَضَاءِ الشَّهْوَةِ. اِلٰی مَتٰی هٰذِهِ الْجُرْأَةُ فِی
اِكْتِسَابِ الْحَرَامِ. اَمَا تَعْتَبِرُوْنَ بِانْقِلَابِ
اللَّيَالِیْ وَالْاَيَّامِ. اَمَا تَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ سِيَرِ مَنْ
مَضٰی مِنَ الْكِرَامِ. كَانُوْا يَجْتَهِدُوْنَ فِی
الْعِبَادَةِ غَايَةَ الْاِجْتِهَادِ وَيَتَجَنَّبُوْنَ عَنِ
الشُّرُوْرِ وَالْفَسَادِ وَالْاٰثَامِ. صَرَفُوْا اَعْمَارَهُمْ
فِیْ اِتِّبَاعِ الشَّرَائِعِ وَنَقُّوْا اَرْوَاحَهُمْ وَاَبْدَانَهُمْ
عَنِ الْقَبَائِحِ الْعِظَامِ. وَتَقَرَّبُوْا اِلَی اللّٰهِ بِكَثْرَةِ
الْاَوْرَادِ وَالْاَذْكَارِ وَلَازَمُوْا كَثْرَةَ النَّوَافِلِ وَ
السُّنَنِ تَقَرُّبًا اِلَی الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ. فَفَازُوْا
بِالْمَرَاتِبِ الْعُلْيَا وَاسْتَحَقُّوْا دَارَ السَّلَامِ.
فَطُوْبٰی لَهُمْ وَبُشْرٰی لِمَنْ تَبِعَهُمْ بِالسَّلَامَةِ
عَنِ الْاٰثَامِ. فَوَا عَجَبًا مِنْكُمْ تَنْتَسِبُوْنَ اِلَيْهِمْ
وَتَدَّعُوْنَ اَنَّكُمْ مِنْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْنَ طُرُقَهُمْ
وَتَسْلُكُوْنَ هَدْيَهُمْ وَتُخَالِفُوْنَهُمْ سَائِرَ
اللَّيَالِیْ وَالْاَيَّامِ. فَتَنَبَّهُوْا مِنْ نَوْمِ الْغَفْلَةِ

وَاحۡشُوا یَوۡمَ الۡمُحَاسَبَةِ وَالۡاِنۡتِقَامِ وَ اسۡتَغۡفِرُوا رَبَّکُمۡ خَلَوَاتِکُمۡ وَجَلَوَاتِکُمۡ مِنَ الذُّنُوۡبِ وَالۡاٰثَامِ . وَقُوۡلُوۡا اَللّٰهُمَّ اَنۡتَ السَّلَامُ وَمِنۡكَ السَّلَامُ وَاِلَیۡكَ یَرۡجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدۡخِلۡنَا دَارَ السَّلَامِ یَا ذَا الۡجَلَالِ وَالۡاِکۡرَامِ . بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمۡ فِی الۡقُرۡاٰنِ الۡعَظِیۡمِ . وَنَفَعَنَا وَاِیَّاکُمۡ بِالۡاٰیٰتِ وَالذِّکۡرِ الۡحَکِیۡمِ . اِنَّهٗ تَعَالٰی جَوَادٌ کَرِیۡمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوۡفٌ الرَّحِیۡمُ ۞

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ کر پھر

دوسرا خطبہ

دوسرا خطبہ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے وہاں سے پڑھیے

پہلا حصہ ختم ہوا

نِکاح کا خطبہ

نکاح خواں ایجاب وقبول سے پہلے یہ خطبہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَنَا مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ بِقُدْرَتِہِ
الْکَامِلَۃِ. وَجَعَلَ الْمُصَاھَرَۃَ سَبَبًا لِکَثْرَۃِ
الْاُمَمِ وَبَقَآئِھَا مَا دَامَتِ الدُّنْیَا الْفَانِیَۃُ۔
وَدَبَّرَ اَمْرَنَا وَاَحْکَمَ نَظْمَنَا وَشَرَعَ لَنَا اَحْکَامًا
تُصْلِحُنَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ. وَبَعَثَ عَلَیْنَا
رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَجَعَلَ مِنْ اُمَّۃِ
سَیِّدِھِمْ وَاَفْضَلِھِمْ صَاحِبِ الْاٰیَاتِ الْبَاھِرَۃِ.
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ
وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ. وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ
شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ
یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا
ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَحْدَہٗ

لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا
عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ
خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا
وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ
الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ. اِنَّ اللّٰہَ کَانَ
عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا. یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ
حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ.
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا
سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ
ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ
فَوْزًا عَظِیْمًا. اَیُّھَا النَّاسُ اَنَّ اَمْرَ اللّٰہِ یَجْرِیْ
اِلٰی قَضَآئِہٖ. قَضَآؤُہٗ یَجْرِیْ اِلٰی قَدَرٍ وَلِکُلِّ
قَدَرٍ اَجَلٌ وَلِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ. یَمْحُوا اللّٰہُ
مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ. وَاِنَّ
جَمْعَنَا ھٰذَا مِمَّا قَدَّرَ اللّٰہُ وَاَذِنَ فِیْہِ اِقَامَۃً

لِلسُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ وَالشَّرِيعَةِ الْقَدِيمَةِ فَقَدْ وَرَدَ فِي الْخَبَرِ عَنْ سَيِّدِ الْبَشَرِ. اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي وَوَرَدَ عَنْهُ تَنَاكَحُوا تَكْثُرُوا فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَنَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنَا مِمَّنْ يُّطِيعُهُ وَيُطِيعُ رَسُولَهُ وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهُ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهُ فَإِنَّمَا نَحْنُ بِهِ وَلَهُ وَأَنْ يَّجْعَلَنَا مِمَّنْ يُّبَاهِي بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ایجاب و قبول کے بعد

یہ دعا پڑھے

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا بِالْخَيْرِ. وَأَخْرَجَ مِنْكُمَا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا مَحْفُوظًا مِنْ كُلِّ ضَيْرٍ. اَللّٰهُمَّ أَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا أَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا اٰدَمَ وَسَيِّدَتِنَا حَوَّاءَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَسَيِّدَتِنَا سَارَةَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا مُوْسٰى وَسَيِّدَتِنَا صَفُوْرَاءَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ سَيِّدَتِنَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا عَلِيٍّ وَسَيِّدَتِنَا فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاضِرِيْنَ وَلِاَهْلِ هٰذَا الْمَجْلِسِ كُلِّهِمْ اَجْمَعِيْنَ - اٰمِيْنَ. بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ؕ

تمت بالخیر